

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ الحدیث علامہ محمد رفیع رحمانی صاحب مدظلہ العالی

کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

# سعادۃ العباد

شرح

## مبدأ و معاد



شرح

ابوالیمان پیر محمد احمد رحمانی صاحب مدظلہ العالی



حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی مندی سندس فیاض  
کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

# سُّعَادَاتُ الْعِبَادِ

شرح

# مَبَادِئُ مَعَالِي

شرح

سراج العارفين بہارِ طریقت شایخ مکتوبات المم ربانی

علامہ محمد بشارت علی مجددی

ترتیب و تصویب

علامہ محمد بشارت علی مجددی

121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ  
پاکستان +92-55-3841160

نظم الاملا پبلیکیشنز



جُمْلہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ



بار اول ..... 2004 ..... تعداد 1,100  
بار دوم ..... 2011 ..... تعداد 1,100  
حصہ ..... 425 روپے

ناشر  
تنظیم الاسلام پبلی کیشنز  
مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ  
**Tanzeem-ul-Islam Publications**  
121-B Model Town Gujranwala, Pakistan  
Ph #: +92-55-3841160, Fax #: +92-55-3731933  
Mob #: 0333-7371472  
Website: tanzeemulislam.org  
E-mail: info@tanzeemulislam.org  
tanzeemulislam@yahoo.com





يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ  
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُخْلِفْكَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

رَبِّكَ

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ  
وَتُبِّعَ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ



اللَّهُمَّ

عَنِّي يَا غَفُورٌ يَا غَفُورٌ  
عَنِّي يَا غَفُورٌ يَا غَفُورٌ  
عَنِّي يَا غَفُورٌ يَا غَفُورٌ

اَسْتَغْفِرُكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ  
اَسْتَغْفِرُكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ  
اَسْتَغْفِرُكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ

مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهْتَ لِعِبَادِكَ  
مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهْتَ لِعِبَادِكَ  
مِنْ جَمِيعِ مَا كَرِهْتَ لِعِبَادِكَ

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ  
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ  
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ



صَلَّى اللَّهُ عَلَى جَسَدِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ



ہم اس تصنیف لطیف کو اپنے شیخ مکرم

سراج العارفین شہباز برکت شاذلی صاحب المصنف  
ابوالیمان پیر محمد سعید احمد جلدی صاحب

کے

والدین کریمین

کی طرف منسوب کرتے ہیں

جن کی آغوش ولایت اور حسن تربیت کی بدولت

ادب و نیاز اور سوز و گداز کا پیکر جمیل

تشکیل پایا

حصہ اول: مختار فیہ خواجہ مجاہد



برہان ولایتِ محمدیہ ؛ بحثِ شریعتِ مصطفویہ

کاشف اسرارِ سبعِ مثانی ؛ عالمِ علومِ مقطعاتِ قرآنی

ارحامِ ربانی ، عارفِ حقانی ، قیومِ زمانی

شیخ الاسلامِ مسلمین ، آیۃ اللہ فی الارضین

مشہور حکم افاروقی  
حضرت شیخ الحداد افاروقی

حنفی، ماتریدی، نقشبندی، سرسندی

مجدد المشرقین  
المرکز  
مثنوی

اولیٰ رحمانی

قد سرسندہ السُّبحانی



## فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
46	قابلیت، نسبت، قابلیت اولیٰ	17	سخن ہائے گفتنی
47	حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری	22	مختصر سوانح حیات جامع مبداء و معاد منہا۔ ۱
48	رحمۃ اللہ علیہ		حضرت امام ربانی کی خانقاہ باقویہ میں
51	سیدنا فاروق اعظم <small>رضی اللہ عنہ</small>	26	حاضری
54	اقطاب محمدیہ	26	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
55	قطب کی قسمیں	29	سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف
56	خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	32	مختصر تعارف خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
58	قطب ارشاد، قطب ابدال	35	توجہ، اقسام توجہ
60	دائرہ ظلال	37	جذبہ، سلوک
61	ذات اور کائنات کا باہمی تعلق	38	اقسام جذبہ
63	دائرہ اصل	39	صفت قیومیت
65	خلعت قطب ارشاد	40	قیوم کے دو مفہوم
66	فنا	41	صفت قیومیت میں فنائیت
67	بقا	41	جذبہ و قیومیت
69	شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ	41	جذبہ و معیت
72	چند توضیحات	41	جذبہ و محبت
73	حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا فرمان	42	جذبہ ذاتِ محبت
75	کثرت کرامات کی وجوہات	42	مختصر تعارف سیدنا علی المرتضیٰ <small>رضی اللہ عنہ</small>
76	کثرت کرامات باعث فضیلت نہیں	45	اسم ربی
77	نزول ہی کامل مرتبہ ہے		



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
119	منکرین	79	مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
	معترضین حضرت امام ربانی کے خرابی	81	حضرت شاہ کمال قادری رحمۃ اللہ علیہ
119	احوال	84	علم لدنی
120	اہل اللہ کے منکرین محروم ہی رہتے ہیں	85	حضرت سیدنا خضر علیہ السلام
121	قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات	87	علم لدنی کا حصول
	<b>۳۔ منها</b>		حضرت امام ربانی کے علوم و معارف کی
123	سلوک کے مراتب ثلاثہ	88	اقسام اربعہ
123	ذوق یافت	91	نزول
125	یافت	91	سیر عن اللہ باللہ
126	فقد یافت	93	اکابر چشتیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم
128	سالک اور مجذوب کے مختلف درجات	94	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ
	<b>۴۔ منها</b>	96	حضرت خواجہ کا فیضان
131	نسبت نقشبندیہ	100	اکابر کبریہ رحمۃ اللہ علیہم
132	جذبہ عبدایت	103	اکابر سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہم
	<b>۵۔ منها</b>	104	شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ
134	تحدیث نعمت	106	امام ربانی کا مشاہدہ
134	تحدیث نعمت سے منع کی وجوہات	108	مقام قلب
135	اظہار تحدیث نعمت کی وجوہات	109	حقیقت جامعہ
136	ایک روحانی مرض اور اس کا علاج	111	عروج
137	تواضع		<b>۲۔ منها</b>
138	تواضع مذموم	112	قطب الارشاد
138	تواضع محمود	116	مخلصین
139	حضرت امام ربانی اور تواضع	117	معتقدین



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
166	لطائف ستہ	139	وارثانِ جنت اور اذنِ شفاعت
167	تطبیق	141	مسئلہ شفاعت
	<b>منہا - ۹</b>	144	شافعِ اول
170	مشاہدہ		<b>منہا - ۶</b>
171	اقسامِ مشاہدہ	147	سیر
171	مشاہدہٴ نفس	148	سیرِ الی اللہ
172	مشاہدہٴ آفاق	148	مبداءِ تعین
173	مطلوب و رائے آفاق و انفس ہے	149	سیر فی اللہ
175	بے چون و بے چگون	152	حضرت امام ربانی کا امتیاز
175	اہلسنت کا موقف		<b>منہا - ۷</b>
176	ایک سکر یہ قول پر نقد و نظر	153	کمالات و ولایت کے درجات خمسہ
176	امام ربانی کا موقف	154	تجلی کا معنی و مفہوم
177	مسئلہ روایتِ باری تعالیٰ	155	حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا
177	روایتِ باری تعالیٰ اور علمائے اہلسنت	156	ورودِ تجلیات
181	روایتِ دردِ دنیا اور امام تورپشتی	156	تجلیِ فعلی
182	روایتِ دردِ دنیا اور حضرت امام ربانی	157	تجلیِ صفاتی
182	اقسامِ روایت	157	تجلیِ ذاتی
184	کیفیاتِ روایت	158	تجلیِ ذاتی کی اقسام
187	حدیثِ روایت کی مختلف جہات	162	حضرت امام مہدی <small>علیہ السلام</small>
187	روایتِ قلبی		
189	روایتِ کالرؤیت		<b>منہا - ۸</b>
189	روایتِ باری تعالیٰ اور خواجہ محمد پارسا	164	سالک کا نزول
		165	توجہ الی الطرفین



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
255	فنائے مطلق		رویت باری تعالیٰ کا رازِ اخس الخواص
256	مشاہدہ	191	پر منکشف ہوا ہے
258	سالک مجذوب اور مجذوب سالک		<b>منہا - ۱۰</b>
	<b>منہا - ۱۱</b>	193	استخارہ کی شرعی حیثیت
262	طالب حق کو نصیحت	194	استخارہ کا مسنون طریقہ
265	حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے	199	مریدین کی اقسام
267	مختصر تعارف شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ	201	توبہ
270	حضرت امام ربانی اور عالم وجود	204	توبہ کی دو قسمیں
272	حضرت ابن عربی کا تصور معرفت	206	اجمالی توبہ
273	حضرت امام ربانی کا تصور معرفت	208	تفصیلی توبہ
275	مسئلہ عینیت	211	باطنی تربیت کے مختلف طرق
277	آفاق اور انفس	215	آداب شیخ
	<b>منہا - ۱۲</b>	219	مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ
279	جہات قلب	222	کشف
282	عنایتِ رحمانی بر حضرت امام ربانی	222	واقعہ
283	امام ربانی اور آئینہ قلب	223	اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے
284	قلب صنوبری	229	رزق حلال کی فضیلت
286	سلسلہ نقشبندیہ اور جہات قلب	238	سالکین پر وارد ہونے والی دو حالتیں
289	قلب قلب کے اسرار	238	مقام حیرت
290	قلب قطب میں دو لطائف کا عدم شہود	239	حیرت و جہل
	لطیفہ نفس اور لطیفہ اخفی کے مقامات	243	مقامات عشرہ
291	میں اختلاف	251	تجلیات ثلاثہ
		253	محبت ذاتیہ کی پہچان



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
322	مولانا روم اور روح استغراق جسم کے اعتبار سے روح کی	292	قلب محض ہر قسم کے اعتبارات سے پاک ہے
324	اقسام	293	انسان خلاصہ کائنات ہے
326	روح کا عروج	295	تصفیہ کے بعد انسانی جسم آئینہ بن جاتا ہے
329	پیری مریدی سے مقصود		قلب قلب ہی تجلیات الہیہ کی گنجائش
330	شیخ کامل مکمل	300	رکھتا ہے
334	عنصر ناری	301	مضغہ گوشت لطیفہ قلب نہیں
335	اسلام میں معیار فضیلت	302	اقسام قلب
337	جسم عنصری میں بغاوت کا امکان		صفائے قلب شیخ کی توجہات پر موقوف
340	شیطان نفسی	302	ہے
340	شیطان آفاقی	305	حضرت ابن عربی کا نظریہ کثرت و وحدت
345	لطائف ستہ کا خلیفہ	307	ولایت محمدیہ
346	مضغہ گوشت پر الہام	308	اقسام طالب
348	انہ لیغان علی قلبی کی وضاحت	309	الف سہ اور الوف سہ میں مطابقت
348	حجاب قلبی کی اقسام		<b>منہا ۱۳۔</b>
349	اثرات صحبت	315	روح، مکانی ہی ہے
351	قلب مومن کی تقلیب	316	سالک کا مشاہدہ روح
352	قلب مومن	317	روح کیا ہے؟
353	ایک سوال	317	روح کی تعریف
353	امام ربانی کا جواب	318	اقسام روح
356	صاحب عوارف کے قول پر تبصرہ	318	روح کے دو بدن
359	اقسام موت	319	موت اختیاری
361	عارف کے احساسات	321	روح اور جسم کا باہمی تعلق



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
388	کرامت ولایت کی دلیل نہیں	363	ایک شبہ اور اس کا ازالہ
389	عصر حاضر اور ترویج شریعت	366	روح و جسد کا باہمی استفادہ و استفادہ
391	کیا عقل روح کی ترجمان ہے	368	عقل معاد کی خلافت
392	مبداء فیاض	368	عقل معاش
392	ترجمان قلب	369	عقل معاد
396	لطیفہء ناز کا اسلام حقیقی سے مشرف ہونا	370	عقل کی تعریف
398	لطیفہ باد	371	محل عقل
	خدا اور روح کے انوار میں طاہری	371	حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق
400	مماثلت	371	عقل جزئی
404	مرکز موجودات	372	عقل کلی
407	مسند دعوت و ارشاد	373	فکر کی اقسام
409	مقام عبودیت	374	فراست
409	عبادت اور عبودیت میں فرق	375	اہل معرفت کی فراست
411	فرق بعد الجمع	375	اہل ریاضت کی فراست
412	ابن عربی کا تصور فرق بعد الجمع	377	حضرت امام ربانی کی فراست
412	امام ربانی کا تصور فرق بعد الجمع	378	چند اصطلاحات طریقت
413	مقام فرق کے مراتب	378	مقام جمع اور مقام فرق
415	روح اور قالب میں مطابقت	380	اسلام حقیقی
415	حقیقت نماز	382	فلاسفہ اور صوفیاء
417	حقیقت نماز سے بے خبر	384	معیار فضیلت
417	اقسام صوفیاء	384	حضرت امام ربانی کے ناقدین
419	عارفین کی نماز	385	کثرت کرامات کی وجوہات
		386	قلت کرامات کی وجوہات



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
449	اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے	421	انوار کی برداشت روح کی استعداد
451	ایک شے کا ازالہ		پر موقوف ہے
	<b>منہا - ۱۵</b>	423	عظمتِ غفلت
453	احوال غائب کیوں ہوتے ہیں		عرفائے محفوظین ہی ملائکہ سے افضل
455	لطائف کا غالب و مغلوب ہونا	425	ہیں
	مختلف لطائف کے جوش مارنے کی	427	غفلت کی کرم فرمائیاں
456	وجوہات	429	غفلت کے باعث صحو کی سکر پر فضیلت
458	اربابِ تلوین و تمکین	430	سکر و صحو
459	صاحب حال و صاحب مقام	430	نبوت ولایت سے افضل ہے
	<b>منہا - ۱۶</b>	433	قطب ارشاد
	اسرارِ قرآنی کا انکشاف تزکیہ نفس پر	433	قطب ابدال
462	موقوف ہے		<b>منہا - ۱۴</b>
463	امام ربانی کا علمی مقام	437	حضور اکرم ﷺ کا خصوصی امتیاز
464	تفسیر آیت	438	تجلی کی اقسام
465	حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت	438	حضرت ابن العربی اور تجلی ذاتی
466	چند شبہات کا ازالہ	439	حضرت امام ربانی اور تجلی ذاتی
	عارف کیلئے مستلذات سبب نور و حضور	440	ایک اعتراض اور اس کا جواب
468	ہوتے ہیں	442	مقام وصول اور مقام حصول
472	حرمت کی اقسام	442	ایک مثال
473	حضور ﷺ کے عدم سایہ کی وجہ		اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے
475	حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی کیفیت مشاہدہ	445	ہیں
476	علامہ جار اللہ زحشری کا مختصر تعارف	446	محمدی المشرّب اولیاء
477	طیبات سے مراد مستلذات ہیں	446	غیر محمدی المشرّب اولیاء



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
502	ایک مثال		منہا - ۱۷
508	وحدت الوجود اور سلسلہ چشتیہ	479	معرفت
509	وحدت الوجود اور سلسلہ قادریہ	480	معرفت کی اقسام
	فرمان غوث اعظم (قدمی ہذہ) اور	480	حق معرفت
514	حضرت مجدد الف ثانی	481	تخلیق انسانی سے مقصود معرفت ہے
517	علمائے اہل سنت کے لئے لمحہ فکریہ	483	پہلی تو جیبہ
518	اقسام وجود	484	اسلام کی دو قسمیں
520	صفات زائد برذات ہیں	485	دوسری تو جیبہ
520	زائد کا مفہوم	486	گناہ کی اقسام
521	لاہو ولا غیرہ کا مفہوم	487	عارفین کبیرہ گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں
522	غیرت کی دو قسمیں	489	ملاحظہ کی تردید
522	حضرت امام ربانی کا تجزیہ	490	حضرت امام ربانی کی دعا
		491	عارفین کے گناہوں کی مغفرت
		493	اسلام کی اقسام
		493	ایک سوال اور اس کا جواب
			منہا - ۱۸
			حق تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا
		495	محتاج نہیں
		496	متکلمین اہل سنت اور ابن عربی قدس سرہ
		498	متکلمین اہل سنت اور حضرت امام ربانی
		499	وجود باری تعالیٰ اور حضرت امام ربانی
		500	وجود باری تعالیٰ اور حضرت ابن عربی
		501	امام ربانی کا نقد و نظر



## خن ہائے گفتنی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سرہندی قدس سرہ العزیز کی تصانیف لطیفہ شریعت و طریقت کے انوار کا خزینہ اور معرفت و حقیقت کے اسرار کا گنجینہ ہیں جو علماء کے علوم اور عرفاء کے معارف سے وراء، مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس اور مجدد الف ثانی کے ساتھ مختص ہیں۔ ان کتب مقدسہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ آپ نے یہ علوم و معارف ایک مصلح، مجدد اور مجتہد کی حیثیت سے تحریر فرمائے ہیں جو آپ کے مسند تجدید اور مرتبہ اجتہاد پر فائز المرام ہونے کا بین ثبوت ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی جملہ تصانیف میں سے ”مبدأ و معاد“ ایک نہایت اہم رسالہ ہے جو نہ صرف الہامی علوم و معارف اور لدنی حقائق و دقائق پر مشتمل ہے بلکہ آپ کے احوال و کیفیات، واردات و مکاشفات اور مقامات خاصہ کو متضمن ہے جسے حضرت خواجہ محمد صدیق کشمی ملقب بہ ”ہدایت“ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۱۹ھ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی ذاتی بیاض سے لے کر مدون و مرتب فرمایا اور ان مضامین کو ”منہا“ کا عنوان دے کر الگ الگ کر دیا۔ لفظ منہا من (حرف جار) اور ہا (اسم اشارہ) کا مجموعہ ہے جس کا مطلب ہے واحدة من ذلك الاشارات یعنی ان لطیف و دقیق اشارات میں سے ایک اشارہ۔ اس رسالہ میں منہا کی مجموعی تعداد ۶۱



ہے لیکن ترتیب متن کے دوران پیش نظر مطبوعہ تینوں فارسی نسخوں میں منہا کی نشاندہی چند مقامات پر مختلف ہے۔ جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ نسخہ مطبوعہ ۱۳۳۰ھ میں منہا ۱ کی آخری ۵ سطروں کے حاشیہ میں منہا کا لفظ تحریر ہے جس کے حساب سے وہ منہا ۱۸ بنتا ہے لیکن انہوں نے متن میں منہا کا لفظ نہیں لکھا مگر آخری منہا کے متن میں منہا کا لفظ درج ہے جس کے اسلوب تحریر اگر در عبارت آن عالی حضرت (حضرت امام ربانی قدس سرہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی تحریر مبارک نہیں ہے اور حاشیہ پر یہ جملہ بھی رقم ہے ”ازینجاتا آخر کتاب از کلام جامع رسالہ ہذا شیخ محمد صدیق بدخشی است فافہم“ سعادت العباد شرح مبداء و معاد کا انحصار اسی متن پر ہے مگر عبارت میں چند مبہم مقامات پر دیگر متون سے تقابل کے بعد انہیں متون کے جزئیات پر اعتماد کیا گیا ہے۔ جبکہ حضرت العلام میر مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی نسخہ مطبوعہ تاشقند ۱۳۲۷ھ کے آخری منہا کے آغاز میں اسلوب بیان یوں ہے ”اگر در عبارات ایس رقم کہ در بیان .....“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی تحریر مبارک ہے جو ۶۱ واں منہا ہے مگر انہوں نے منہا ۲۱ اور منہا ۲۳ کے درمیان منہا ۲۲ کا عنوان قائم نہیں کیا بلکہ منہا ۲۲ کو منہا ۲۱ کا آخری حصہ قرار دیا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اِنَّ اللّٰهَ وَتُرْوٰی حِبُّ الْوِثْرِ کے مصداق طاق عدد کو مستحب سمجھ کر زیادہ پسند فرماتے تھے اس لئے دیگر نسخوں کے مطابق منہا کی تعداد ۶۱ ہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ اس رسالہ مبارک میں اس امر کی کھل کر وضاحت فرمائی گئی ہے کہ سلوک



طے کروانے کے دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سیدنا فاروق اعظم، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت سیدنا خضر رضی اللہ عنہم کے علاوہ سلاسل اربعہ کے اکابر مشائخ عظام نے بھی امداد و اعانت فرمائی، اس لئے مشائخ مجددیہ کے علاوہ دیگر مشائخ طریقت اور علمائے حقیقت اسے اپنے خلفاء و مریدین خاص کو خلوت میں سبقاً پڑھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ بزرگان دین کے اسی مبارک طریقہ کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے مرشد و مربی سراج العارفین، شارح مکتوبات امام ربانی حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز نے اپنے قریبی احباب و مریدین کو یہ رسالہ مبدأ و معاد سبقاً پڑھایا۔ جنہیں دوران تدریس باقاعدہ کیسٹوں میں محفوظ کر لیا گیا اور اب انہیں فرمودات عالیہ کو صفحہ برقرطاس پر منتقل کر کے ترتیب و تسوید کے جانکسل مراحل سے گزار کر کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ دوران تدوین حضرت ابوالبیان قدس سرہ العزیز کا بیان فرمودہ ترجمہ اور تشریحات ہی ”سعادة العباد“ کی اصل ہیں البتہ دیگر کتب سے استفادہ کے علاوہ البینات شرح مکتوبات کے اقتباسات شریفہ کو ہی زیادہ جامع اور متبرک جان کر نقل کیا گیا ہے۔ نیز دوران ترجمہ، مترجم اول مکتوبات امام ربانی حضرت شیخ قاضی عالم دین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مد نظر رہا۔ گاہے گاہے حضرت مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لاہور کے ترجمے سے بھی استفادہ کیا گیا۔ چونکہ حضرت ابوالبیان قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہم نے اس رسالہ کو اپنے مدارس دینیہ کے نصاب میں شامل کرنا ہے اس لئے سلیمس اور با محاورہ ترجمہ کا بہت زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا تاہم آسانی جملوں کا مفہوم سمجھ میں آجاتا ہے اور درسی کتب کے تراجم کرنے کا یہی مقصد ہوتا ہے تاکہ کتاب کے مشکل مقامات اور ادق عبارات کا حل ہو جائے اور دوستان تدریس علماء و طلباء کے لئے کتاب کے افہام و تفہیم میں سہولت



رہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے مدارس و یونیورسٹیوں کی نصاب کمیٹیوں کے ممبران اس رسالہ کو نصاب میں شامل فرمائیں گے تاکہ ہمارے علماء و اسکالرز کم از کم علمی تصوف (احسان) سے آگاہ ہو سکیں، انہیں عملی تصوف کے حصول کا شوق دامنگیر ہو..... ایمان کی حلاوت و چاشنی سے لطف اندوز ہو سکیں..... وہ صوفیائے کاملین اور علمائے راسخین کے طریق دعوت..... طرز تبلیغ کو اپنا کر اسلامی تعلیمات کو لوگوں کے قلب و نظر میں جاگزیں کر دیں..... محبتوں کے دیپ جلا کر..... الفتوں کے گلشن بسا کر اصلاح معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں اہم کردار ادا کر سکیں اور ایسے صالح اور با کردار افراد تیار ہوں جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ہر اول دستہ ثابت ہوں

زمانہ منتظر تیری یلغار کا  
تیری شوخی فکر و کردار کا

تسوید و تہذیب، ترتیب و تدوین، کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور طباعت و اشاعت میں ابوالبیان ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور تنظیم الاسلام گرافکس کی شانہ روز محنت لائق تحسین اور جذبہ قابل تعریف ہے۔ حق تعالیٰ ان احباب کو اجر عظیم اور ثواب عمیم عطا فرمائے، اولیائے کرام کی عقیدت اور اپنے مشائخ کی نسبت کا فیضان عطا فرمائے، ہمیشہ از پیش دین متین کی خدمت کی توفیق اینق رفیق مرحمت فرمائے اور اپنے محسن و مربی، قبلہ عالم حضرت ابوالبیان قدس سرہ العزیز کے مشن کے ساتھ وفا کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ یہ کتاب مستطاب اصحاب طریقت اور ارباب حقیقت کے لئے بہترین تحفہ ثابت ہو۔

حق تعالیٰ کی بارگاہ قدس جل سلطانہ میں دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے آقائے ولی نعمت حضرت ابوالبیان قدس سرہ العزیز کے جنت



الفردوس میں درجات بلند سے بلند تر فرمائے اور آپ کی مرقد انور کو بقعہ نور بنائے۔  
 اللَّهُمَّ امِينِ بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ الْآمِينِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ  
 قارئین کرام سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ اگر کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی  
 کوئی فروگزاشت پائیں تو دامن عفو میں جگہ دیتے ہوئے ادارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ  
 آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

ماہرنا محمد رفیق احمد مجددی

سجادہ نشین درگاہ حضرت ابراہیمؑ رضی اللہ عنہ  
 امین العالی دارہ اعظم السلام



## مختصر سوانح حیات، جامع مبداء و معاد حقائق آگاہ حضرت خواجہ محمد صدیق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا خواجہ محمد صدیق بن ظہیر الدین حسن کشم ( بکسر کاف ) علاقہ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ عنقوان شباب میں بدخشاں سے ہندوستان آئے۔ چونکہ شعر و سخن سے دلچسپی رکھتے تھے اس لئے ایک عرصہ تک محبت الفقراء، عبدالرحیم خان خانانا کی صحبت میں رہے۔ خان خانانا کو بھی اس گروہ سے خاص تعلق تھا۔ آپ ہدایت تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے اشعار بڑے دل فریب اور درد سوز سے لبریز ہوتے تھے۔ اسی دوران آپ قطب الاقطاب، عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ حضرت خواجہ آپ پر خصوصی کرم فرماتے تھے اور اکثر اوقات ارشاد فرماتے کہ خواجہ محمد صدیق بہت بلند استعداد اور بڑی صلاحیت رکھتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز ہم کئی درویش حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے مجھے نیا اور اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھ کر مجھ پر گلاب چھڑکا۔ اس امر نے میرے قلب پریشان کو جمعیت بخشی۔

ز دامن تو ہر راح گلابے

زند بر روئے بخت خفتہ آبے



آپ فرماتے ہیں کہ سفر دکن سے واپسی پر حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز سے میرا رابطے کا یہ عالم تھا کہ ہر ہر چیز سے حضرت خواجہ کا جمال باکمال نظر آتا تھا یہاں تک کہ درود یو اور شجر و حجر سے بھی سوائے آپ کے جمال کے اور کوئی چیز نمودار نہ ہوتی تھی حتیٰ کہ میرا وجود موہوم بھی حائل نہ رہا اور میں خود کو بھی حضرت خواجہ سمجھتا تھا۔

آں یکے شد روئے او شد سوئے دوست

واں یکے شد روئے او خود سوئے دوست

ترجمہ: ایک وہ تھا جس کا رخ تھا سوئے دوست

ایک وہ جس کی طرف خود روئے دوست

جب شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد تمام روحانی نظام حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے سپرد فرما کر خلوت گزریں ہو گئے اور ماسوائے چند کے اپنے تمام مریدین کو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی صحبت اختیار کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت خواجہ محمد صدیق فرماتے ہیں کہ مذکورہ بالا کیفیت کی وجہ سے میں نے انکار کیا۔ کہ حضرت خواجہ کا جلال رونما ہوا مجھ پر بے ہوشی کی حالت طاری ہو گئی۔ بالآخر افاقہ کے بعد حضرت خواجہ نے شفقت فرماتے ہوئے کہا! خوف نہ کرو، وہ محبت کی وجہ سے ایک پھول ہے جو شگفتہ ہوا ہے اگر تم صحیح اعتقاد اور گفتار کی سچائی رکھتے ہو تو یقین جانو کہ آج آسمان کے نیچے مثل میاں شیخ احمد کوئی دوسرا نہیں اور سب سے کامل لوگ جو تین چار ہی ہوئے ہیں ان (حضرت مجدد) کے کمالات جیسے ہی رکھتے ہو گئے زیادہ نہیں اور میں خود کو ان کا طفیلی جانتا ہوں۔ جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے اسے مضبوطی سے پکڑو تمہارے کام آئے گا اب جلدی کرو اور پہنچو۔ چنانچہ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں آستانہ



عالیہ پر حاضر ہوئے اور شعر و شاعری سے دستکش ہو گئے۔ بعد ازیں حضرت امام ربانی قدس سرہ سے رابطہ قوی اور محبت کامل رکھنے لگے اور آپ کی صحبت و خدمت کو لازم جاننے لگے چنانچہ ایک روز صبح کے حلقہ سے اٹھ کر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے مریدوں کے مجمع میں فرمایا کہ آج خواجہ محمد صدیق ولایت خاصہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات) سے مشرف ہوئے ہیں۔

آپ خلافت و اجازت کے بعد مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت میں دن رات کوشاں رہتے اور بے شمار لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کا باعث ہوئے۔ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے اکابر اصحاب و خلفاء میں سے تھے۔ صوری و معنوی فضائل و کمالات سے آراستہ اور طریقت و حقیقت کے مقامات سے پیراستہ تھے غرضیکہ آپ بے شمار مناقب و کمالات کے مالک اور مآثر و مقامات کے حامل تھے۔ اختصار کے پیش نظر انہیں کلمات پر اکتفا کیا گیا ہے ورنہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں  
آپ ماہ شوال ۱۰۵۱ھ کو خالق حقیقی سے جا ملے اور دہلی میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ نہایت صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں۔ آپ کے ہمراہ صدق نیت کے ساتھ حضرت امام ربانی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور حضرت امام ربانی کے الطاف و عنایات سے حظ وافر حاصل کیا۔ خواتین کی بہت بڑی جماعت اس نیک سیرت خاتون سے بہرہ مند ہوئی کیونکہ ان کی صحبت بہت مؤثر تھی۔

مکتوبات شریفہ میں بارہ مکتوبات شریفہ خواجہ محمد صدیق کے نام صادر فرمائے گئے۔

مبدأ و معاد کا مسودہ حضرت خواجہ کشمی نے ۱۰۱۹ھ ماہ رمضان المبارک کے اواخر

میں دوران اعتکاف حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی بیاض خاص سے لے کر



اسے ترتیب دیا اور اس کے سن تسوید کا قطعہ تاریخ یوں رقم فرمایا

ایں نسخہ کہ مبدأ و معاد ست بنام

ز انفاسِ نفیس حضرت فخر کرام

چون کرد ہدایت اقتباس از سر صدق

در سال ہزار و نوزدہ گشت تمام

صدیق ہدایت کہ شدش چرخ بکام

مانا کہ ز صدق شد ہدایت فرجام

زیں خود چہ عجب و لیک تحقیق این ست

کز جوش شرابِ احمدی یافتہ جام



## منہا - ۱

چوں ایس درویش را ہوسِ این راہ پیدا شد  
جب اس درویش کو اس راہ سلوک کا شوق پیدا ہوا۔

### حضرت امام ربانی کی خانقاہ باقویہ میں حاضری

۱۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہ العزیز سے طریقہ چشتیہ اخذ فرمایا پھر جب والد بزرگوار کے وصال کے بعد حج کی سعادت اور حرمین طیبین کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا تو آپ ۱۰۰۸ھ میں حج کے ارادہ سے دہلی پہنچے، جہاں آپ کی ملاقات حضرت مولانا حسن کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی جو آپ کے شناسا اور عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہوں نے حضرت خواجہ کے کمالات اور طریقت نقشبندیہ کے فضائل کا ذکر کیا، چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے بارہا اپنے والد بزرگوار سے نسبت نقشبندیہ کی بابت سن رکھا تھا فلہذا آپ حضرت خواجہ کی ملاقات و زیارت کے لئے خانقاہ باقویہ میں تشریف لے گئے اور حضرت خواجہ کی خواہش پر دو ہفتہ کی مہمانی قبول کر لی۔ ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کی قلبی کیفیت بدلی اور حضرت خواجہ کی کشش غالب ہوئی اور آپ بزبان حال

كَمُلْتُ مَسَافَةَ كَعْبَةِ الْأَمَالِ

حَمْدًا لِمَنْ قَدْ مَنَّ بِالْإِكْمَالِ

کانعرہ مستانہ لگاتے ہوئے حضرت خواجہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر



بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ نے مہمانی کو ترک کیا، اڑھائی ماہ حضرت خواجہ کی درباری کو غنیمت جان کر ارادہ حج کو خیر باد کہا اور فیوض و برکات اور نسبت نقشبندیہ سے معمور ہو کر واپس سرہند شریف میں مراجعت فرمائی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

### ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض افراد نے کہا ہے کہ حضرت مجدد قدس سرہ حج بیت اللہ کی نیت سے اپنے وطن سرہند سے روانہ ہوئے تھے۔ راستہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے بیعت ہونے کے بعد وطن واپس آ گئے۔ اس کے بعد پھر حج کو نہیں گئے اور آپ نے فریضہ حج ادا نہ کیا۔

بظاہر یہ شبہ وجہ ہے لیکن حقیقت حال کچھ یوں ہے کہ ۱۰۰۸ھ میں آپ کا قصد حج کرنا غلبہ شوق کی بنا پر تھا۔ آپ نے ازراہ توکل و شوق بلا زادِ راہ یہ ارادہ کیا تھا۔ حضرت خواجہ کے فیضانِ صحبت نے آپ پر احکام شرعیہ کے حقائق و عزائم کھول دیئے لہذا آپ نے بلا زادِ سفر کا ارادہ ترک فرما دیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِي يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

(البقرہ ۲: ۱۹۷)

ترجمہ: اور سفر کا توشہ تیار کرو بلاشبہ سب سے بہتر توشہ تو پرہیزگاری ہے اور ڈرتے رہو مجھ سے اے عقل مندو!

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ زیر نظر آ یہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

عرب کے لوگ خصوصاً اہل یمن کا دستور تھا کہ جب حج کی نیت سے گھروں سے نکلتے تو سفر کا خرچ ساتھ نہ لاتے، اسے توکل کے خلاف سمجھتے اور رستہ میں لوگوں سے بھیک مانگا کرتے۔ مسلمانوں کو اس غیر اخلاقی طریقہ کار سے روک دیا گیا اور حکم دیا کہ زادِ راہ



لے کر چلا کرو، کسی کی خدمت نہ کر سکو تو کم از کم دوسروں پر بوجھ تو نہ بنو۔ ساتھ ہی فرما دیا بہترین توشہ تقویٰ ہے جو سفرِ آخرت میں کام آتا ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن جلد اول: ۱۳۷)

حضرت مجددِ رحمۃ اللہ علیہ کی مالی کمزوری اور علوفِ فقر کا بیان حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مخلص کو ایک رقعہ میں یوں تحریر فرمایا!

بہ جہت کثرت عیال و علو فقر و بے معاشی تفرقہ در اوقات آن جماعت بست۔ اگر از وجہ چہل یک ہر سال قدرے معین بہ آن خانوادہ برسد چنانچہ کاتب قسمتی در میان ایشان قرار دہد بغایت مستحسن است مورث خیر بسیار، ہر چند کہ اند کہے باشد رکن عظیم از خیرات خواہد بود، فقرائے باب اللہ اند دلہائے عجب دارند زیادہ جرأت است۔

یعنی عیال کی کثرت اور فقر و بے معاشی کی وجہ سے اس جماعت کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اگر چالیس میں سے ایک کی کوئی مقدار اس گھرانے کے واسطے مقرر کر دیں کہ ہر سال پہنچ جایا کرے اور یہ کاتب اس کی تقسیم مقرر کر دے تو بہتر اور مورث خیر کثیر ہے۔ یہ مقدار چاہے کتنی ہی کم ہو خیرات میں رکن عظیم رہے گی۔ یہ لوگ اللہ کے در کے فقراء ہیں۔ عجیب و غریب دل رکھتے ہیں، زیادہ جرأت۔

حضرت مجدد نے پہلے راہ توکل فرطِ شوق و محبت میں اختیار کی تھی اور بعد میں راہ عزیمت، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے۔

در دم از یار است و درمان نیز ہم

دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

إِنَّ صَلَوَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (انعام: ۶: ۱۶۳)



عنایتِ خداوندی جلّ سلطانه او را بہ یکے از خلفائے خانواده  
 خدا تعالیٰ جلّ سلطانه کی عنایت نے اس کو خانوادهٔ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ  
 حضرات خواجہ ہا قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم رسانید وازاں جا طریقہٴ  
 اسرارہم<sup>۱</sup> کے خلفاء کرام میں سے ایک خلیفہ<sup>۲</sup> کے پاس پہنچا دیا۔ وہاں سے ان بزرگوں  
 ایں بزرگواران را اخذ کردہ ملازم صحبت آن عزیز گشت  
 کے طریقہ کو اخذ کیا اور ان عزیز کی صحبت اختیار کرلی۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

(ملخصاً حضرت مجدد اوران کے ناقدین ۴۶، ۴۷)

## سلسلہ نقشبندیہ کا اجمالی تعارف

۱۔ علمائے شریعت و صوفیائے طریقت کے مطابق امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات  
 میں نبوت اور ولایت کا فیضان جاری و ساری ہے۔ فیضانِ نبوت کے قسیم خلیفہ رسول  
 حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ فیضانِ ولایت امیر المؤمنین حضرت  
 سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے تقسیم ہو رہا ہے۔ جن حضرات کو حضرت سیدنا  
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیض ملتا ہے ان حضرات کے طریقہ کو سلسلہ صدیقیہ  
 کہا جاتا ہے اور جو حضرات، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ذریعے فیضیاب  
 ہوتے ہیں ان کے طریقہ کو سلسلہ حیدریہ کہا جاتا ہے۔ طریقت کے معروف سلاسل  
 اربعہ (نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ) کو فیضانِ نبوت اور فیضانِ ولایت دونوں  
 مل رہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سلسلہ چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ میں فیضانِ ولایت



کاغلبہ ہے جبکہ سلسلہ نقشبندیہ میں فیضانِ نبوت کاغلبہ ہے۔ چونکہ سلسلہ صدیقیہ کے مرشد اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے یہ سلسلہ اولاً سلسلہ صدیقیہ کے نام سے مشہور ہوا بعد ازاں دیگر مشائخ طریقت کی نسبتوں سے مختلف زمانوں میں مختلف ناموں اور القابات سے منسوب ہوتا رہا۔

### صدیقیہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر سلطان العارفين حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک اس سلسلہ کو ”صدیقیہ“ کہا جاتا رہا۔

### طیفوریہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تک اسے ”طیفوریہ“ کہا جاتا رہا۔

### خواجگانہ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امام الطریقہ حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدین اویسی بخاری المعروف شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ تک اسے ”خواجگانہ“ کہا جاتا رہا۔

### نقشبندیہ

غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ خواجگانہ کی اس قدر ترویج و اشاعت کی کہ چہار دانگ عالم میں یہ سلسلہ ”نقشبندیہ“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔



### نقشبندیہ علائیہ

امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آپ کے جانشین مکرم حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ سے ”نقشبندیہ علائیہ“ مشہور ہوا۔

### نقشبندیہ احراریہ

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سلسلہ ”نقشبندیہ احراریہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

### نقشبندیہ مجددیہ

حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے شریعت و طریقت کی تجدید و ترویج کچھ اس انداز سے فرمائی کہ عالم اسلام میں اس سلسلہ کو خوب شہرت اور پذیرائی نصیب ہوئی جس کی بنا پر اسے ”نقشبندیہ مجددیہ“ کہا جانے لگا۔

### نقشبندیہ مجددیہ نوریہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے بعد یہ سلسلہ متعدد مشائخ کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مختلف ناموں سے پکارا جانے لگا چنانچہ قطب اوحد حضرت باواجی خواجہ نور محمد تیراہی ثم چوراہی رحمۃ اللہ علیہ (تاجدار چورہ شریف ضلع انک) سے یہ سلسلہ ”نقشبندیہ مجددیہ نوریہ“ کے نام سے مشہور ہوا۔

### نقشبندیہ مجددیہ امینیہ

قطب العالمین حضرت خواجہ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (وارث مسند آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ) سے ”نقشبندیہ مجددیہ امینیہ“ کے نام سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔

والحمد لله على ذلك



### مجددیہ سعیدیہ

سراج العارفین حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز نے زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (خلیفہ، خاص آلو مہار شریف) اور خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن قدس سرہ العزیز (آستانہ عالیہ آلو مہار شریف) سے روحانی تربیت حاصل کرنے کے بعد روئے زمین پر طریقت نقشبندیہ مجددیہ کو ایسا شیوع عام بخشا کہ لفظ ”مجددی“ آپ کے اسم گرامی کا جزو لاینفک ہو کر رہ گیا اور آپ کے متوسلین اپنے شیخ کی مخصوص وضع قطع اور نسبت کی وجہ سے دور سے ہی پہنچانے جاتے ہیں۔ آپ کے جانشین محترم شیخ طریقت ابوالحبیب حضرت علامہ صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی دامت برکاتہم العالیہ ”نسبت مجددیہ سعیدیہ“ کی اشاعت عام کیلئے اندرون ملک اور بیرون ملک شب و روز کوشاں ہیں۔

### عارف باللہ خواجہ باقی باللہ احراری رحمۃ اللہ علیہ

۳ آپ کا اسم گرامی رضی الدین محمد باقی المعروف بہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہے اور آپ ۹۷۱ھ کابل میں متولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام نامی حضرت قاضی عبدالسلام خلجی قریشی رحمۃ اللہ علیہ تھا جو اپنے زمانے کے معروف عالم باعمل، صاحب وجد و حال و فضل و کمال بزرگ تھے۔ آپ کے نانا جان کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عمر یاغستانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے جو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے نانا تھے۔ آپ پر بچپن سے ہی تجرید و تفرید، خلوت گزینی اور عزلت نشینی کے آثار غالب تھے۔

بالائے سرش ز ہوشمندی

می تانت ستارۂ بلندی



آپ نے آٹھ برس کی عمر میں حفظ قرآن کے بعد کابل کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد صادق حلوانی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں علم و عمل کے آفتاب بن کر چمکنے لگے۔ جب فقر و درویشی کا شوق دامنگیر ہوا تو ماوراء النہر، بلخ، بدخشاں اور ہندوستان کے علاوہ مختلف دیار و امصار کا سفر اختیار فرمایا اور مختلف اکابر اولیاء کی صحبت و خدمت میں رہ کر بے شمار روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے بلا واسطہ بطریق اویسیت فیضیاب تھے۔ چنانچہ آپ نے اس کا اظہار یوں فرمایا ہے۔

شنیدم کاشف راز نہانی

ابو القاسم چراغ کرگانی

کہ بودے ورد جاں نام اویسش

کہ باشد شربے از جام اویسش

آپ کے مرشد گرامی حضرت خواجہ املنگی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ غیبی پا کر آپ کو ہندوستان کی طرف ہجرت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ ”وہاں ایک عزیز الوجود ہستی (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ تھا) آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوگی جس کے ذریعے تمام عالم منور ہو جائے گا“۔ چنانچہ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ دینے والے پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جن کی توجہات قدسیہ اور تجدیدی کارناموں نے ہندوستان کی قسمت بدل کر رکھ دی۔ آپ کے حلقہ بیعت و صحبت سے ہزاروں صلحاء و صوفیاء پیدا ہوئے۔

آپ نے ہندوستان کے مرکزی شہر دہلی میں دریائے جمنا کے کنارے قلعہ فیروز آباد میں مستقل قیام اختیار فرمایا۔ آپ کی تشریف آوری سے پانچ، چھ سال کے اندر



اندر روحانی حلقوں میں انقلاب برپا ہو گیا۔ عامۃ المسلمین اور علماء و مشائخ کے علاوہ اعیان مملکت اور ارکان سلطنت بھی آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔

شیخ فرید بخاری، عبدالرحیم خان خاناں، مرزا قلیج خان اور صدر جہاں وغیرہم بھی آپ کے نیاز مندوں میں شامل ہوئے۔ آپ کی نظر کیمیا، توجہ اکسیر اور دعا مستجاب تھی اس لئے آپ سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ اپنے عظیم روحانی مشن کی تکمیل کے بعد بالآخر تمام روحانی نظام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرما کر ۲۵ جمادی الثانی بروز شنبہ ۱۰۱۲ھ بعد نماز عصر، ذکر اسم ذات کرتے ہوئے عالم قدس میں جا پہنچے (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) آپ کا مزار مبارک دہلی میں فیروز شاہ کے قبرستان میں صحن مسجد کے متصل واقع ہے۔



بہ برکت توجہ آن بزرگ جذبہ خواجہا کہ از جہت  
ان بزرگ کی توجہ کی برکت سے خواجگان نقشبندیہ کا جذبہ جو صفت  
استہلاک در صفت قیومیت سی خیزد اورا حاصل  
قیومیت میں فنایت کی جہت سے پیدا ہوتا ہے اس کو حاصل ہوا  
گشت و از طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ نیز شربی میسر  
اور اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے طریق سے بھی ایک گھونٹ میسر ہوا  
شد بعد از تحقق این جذبہ کار او بسلوک قرار یافت  
اس جذبہ کے تحقق کے بعد اس کو سلوک میں قرار حاصل ہوا۔

## توجہ

۴ شیخ کا اپنی قوت ارادی اور قلبی طاقت سے طالب کے دل پر اثر ڈال کر اس کی  
باطنی حالت میں تبدیلی پیدا کر دینا توجہ کہلاتا ہے۔ سلوک کی منزلوں میں شیخ ہر سبق کے  
لئے توجہ کے ذریعے طالب کے لطائف پر فیض القاء کرتا ہے۔ اس کو تصرف یا ہمت بھی  
کہا جاتا ہے۔

## اقسام توجہ

مشائخ طریقت نے توجہ کی معروف تین اقسام بیان فرمائی ہیں:

۱..... توجہ انعکاسی      ۲..... توجہ القائی      ۳..... توجہ اتحادی

## توجہ انعکاسی

جیسے کسی چیز پر شیشے یا روشنی کا عکس اور پرتو پڑنا یا اہل مجلس کا عطر وغیرہا کی خوشبو



پانا انعکاسی توجہ کے مشابہ ہے۔ یہ توجہ وقتی اور عارضی ہوتی ہے، اس توجہ کا اثر بھی تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے اس لئے یہ توجہ اگرچہ ضعیف ہوتی ہے لیکن فائدے سے خالی نہیں ہوتی۔

## توجہ القائی

اس توجہ کی مثال یوں ہے جیسے کوئی شخص دیئے میں بتی اور تیل ڈال کر لایا تو دوسرے نے آگ لگا کر روشن کر دیا۔ اس توجہ کی تاثیر کچھ طاقت رکھتی ہے اور کچھ دیر تک اس کا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی بیرونی صدمہ مثلاً آندھی اور بارش وغیرہ پہنچے تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے یہ توجہ کسی حد تک مفید ضرور ہے لیکن لطائف کی مکمل اصلاح نہیں کر سکتی اس لئے مرید کو مجاہدہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

## توجہ اتحادی

یہ توجہ سب سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اس میں شیخ اپنی پوری ہمت صرف کر کے اپنی روح کے کمالات طالب کی روح میں القا کر دیتا ہے۔ اس طرح کہ دونوں روہیں باہم جذب ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نانباتی کو توجہ اتحادی دے کر اس کے ظاہر و باطن کو اپنے جیسا بنا دیا جس کو وہ ضبط نہ کر کے وصال پا گیا۔ (البینات شرح مکتوبات، جلد اول مکتوب: ۳)

◎..... ہجرت کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ اتحادی کے ذریعے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صورت و سیرت کو اپنے جیسا بنا دیا کہ اہل مدینہ کے لئے آقا و غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

من تو شدم تو من شدم من تن شدم تو جاں شدی  
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری



○ ..... خواجہ، خواجگان حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہ العزیز نے بھی ایک معتقد طعام فروش کو توجہ اتحادی کے ذریعے اپنے جیسا بنا دیا تھا۔ (نفعات الانس)

## جذبہ

۵ جذبہ سیرانفسی کا نام ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہات سے سیرانفسی میں عالم امر کے لطائف کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور لطائف اپنی اصل میں فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ کیفیت جذب ہے اور اس تربیت کے حاصل کرنے والے کو مجذوب کہتے ہیں۔

## سلوک

سلوک سیرآفاقی کا نام ہے۔ مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق اتباع سنت و شریعت اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے طہارت نفس و عناصر حاصل کرنا سیرآفاقی ہے اس کو سلوک کہتے ہیں اور اس قسم کی تربیت حاصل کرنے والے کو سالک کہا جاتا ہے۔  
بینہ: جذبہ سلوک سے مقدم ہو تو ایسے مرید کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ اگر سلوک جذبے پر مقدم ہو تو ایسے مرید کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ حضرات نقشبندیہ جذبے کو سلوک پر مقدم رکھتے ہیں اسی لئے اکثر نقشبندی صوفیاء مجذوب سالک ہوتے ہیں۔ دیگر سلاسل کے بزرگ سلوک کو جذبے پر مقدم کرتے ہیں اسی لئے ان کے اکثر صوفیاء سالک مجذوب کہلاتے ہیں۔

یہاں مجذوب کا عوام میں متعارف معنی مراد نہیں بلکہ مجذوب کا لفظ توجہ شیخ سے فیضیاب ہونے والے پابند شریعت صوفی پر استعمال فرمایا ہے۔

(الہیات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۶)



## اقسام جذبہ

جذبہ کی دو قسمیں ہیں۔ جذبہ صوری اور جذبہ حقیقی

### جذبہ صوری

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ سے قبل ابتدائے سلوک میں تصفیہء لطائف سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور صرف تسہیلِ منازل سلوک کے لئے عطا کیا جاتا ہے اسے جذبہ صوری کہتے ہیں۔ اس کو جذبہء بدایت یا جذبہ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔

### جذبہ حقیقی

وہ جذبہ جو سیر فی اللہ کے دوران انتہائے سلوک میں حاصل ہوتا ہے، اس کو جذبہ حقیقی کہتے ہیں، اس کو جذبہ نہایت یا جذبہ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ جذبہ حقیقی بلا امتیاز تمام سلاسل طریقت میں موجود ہے لیکن جذبہ صوری طریقہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے اور یہ نعمت حضرت خواجہ بزرگ شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخلصین کو بطور خیرات و صدقہ جاریہ عطا فرمائی ہے تاکہ مرید اگر نسبت جذبہ کی تکمیل سے پہلے مر جائے تو محروم مطلق نہ مرے کم از کم جذبہ کی لذت تو چکھ لے۔

اس حقیقت کا اظہار آپ نے یوں فرمایا ہے:

ما نہایت را در بدایت درج می کنیم

یعنی وہ جذبہ جو تمام سلاسل کے سالکین کو آخر میں دیا جاتا ہے ہم بفضلہ تعالیٰ

اپنے سلسلے کے مریدین کے لئے اس کو انتہا سے ابتدا میں کھینچ لائے ہیں۔ چنانچہ باقی

سلاسل کی ابتداء عالم خلق کی سیر سے ہوتی ہے اور انتہا عالم امر کی سیر پر ہوتی ہے۔ لیکن

سلسلہ نقشبندیہ میں اس کے برعکس عالم امر سے سیر شروع ہوتی ہے۔

اس جذبہ کی تعریف میں آپ نے فرمایا:



جَذْبَةٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِي عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ (نجات الانس)  
یعنی ایک جذبہ، اللہ تعالیٰ کے جذبات سے ساری کائنات کے جنوں اور انسانوں کے  
اعمال کے برابر ہے۔ یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی عطیات میں سے ہے اور اس کے  
فضل و کرم پر موقوف ہے۔

آپ نے فرمایا: ما فضلیا نیم ہم فضلی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت فضل ہم کو  
حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگوں کو بدایت میں میسر ہے۔

اگر از جانب معشوق نباشد کشتے  
کوشش عاشق بے چارہ بجائے نرسد

### طریقہ جذبہ صوری

سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر نے حصول جذبہ صوری کا ایک مخصوص طریقہ وضع فرمایا  
ہے اور وہ تکرار اسم ذات و نفی اثبات، جس دم اور رعایت وقوف عدوی ہے۔ جبکہ  
دوسرے سلاسل میں اس جذبہ ابتدائی کے حصول کا کوئی معین طریقہ اور مخصوص ضابطہ  
نہیں البتہ اگر علی سبیل الاتفاق ان کو یہ جذبہ حاصل ہو جائے تو کوئی امر مانع بھی نہیں۔  
ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (البنات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲)

### صفت قیومیت

۱ صوفیائے مجددیہ رضوان اللہ علیہم کے نزدیک قیوم طریقت کی ایک اصطلاح  
ہے۔ جو اسم باری تعالیٰ القیوم سے ماخوذ ہے اور قیومیت اسم القیوم کی نسبت سے  
ہے۔ نسبت قیومیت قیوم اول حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا  
مکتوف ہے۔ عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز قیوم کے  
متعلق رقمطراز ہیں۔



قطب ہونا قومیت کا ایک شعبہ ہے۔ قیوم اس عالم میں حق جل و علا کا خلیفہ اور اس کا نائب مناب (قائم مقام) ہوتا ہے۔ اقطاب و ابدال اس کے دائرہ ظلال میں داخل اور افراد و اوتاد اس کے کمال کے محیط میں شامل ہوتے ہیں۔ تمام افراد عالم اس کی طرف رخ رکھتے ہیں اور اہل جہان کی توجہ کا قبلہ وہی ہوتا ہے، خواہ وہ جانے یا نہ جانے بلکہ اہل عالم کا قیام اسی کی ذات سے ہے۔ اس لئے کہ افراد عالم چونکہ اسماء و صفات کے مظاہر ہیں۔ کوئی ذات ان کے درمیان کائن (موجود) نہیں ہے۔ سب کے سب اعراض و اوصاف ہیں اور اعراض و اوصاف کو ذات جوہر کے بغیر چارہ نہیں ہے تاکہ ان کا قیام اس کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ طویل زمانوں کے بعد کسی عارف کو ذات سے حصہ عطا فرما کر اس کو ایک ایسی ذات عطا فرماتے ہیں کہ وہ نیابت و خلافت کے طور پر اشیاء کا قیوم ہو جاتا ہے اور اشیاء اس کے ساتھ قائم ہوتی ہیں۔

جاننا چاہئے کہ نسبت قیومیت کا حاصل ہونا کسی شخص کو اس وقت تک میسر نہیں ہوتا جب تک وہ اصالت سے کچھ حصہ نہ رکھتا ہو۔ حضرت عالی (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ) نے فرمایا کہ اشیاء میری قیومیت سے تیری قیومیت کے ساتھ زیادہ راضی اور خوش ہیں۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر اول مکتوب: ۸۶)

## قیوم کے دو مفہوم

لفظ قیوم جب ذات باری تعالیٰ جل مجدہ الکریم کیلئے بولا جائے تو اس کا معنی قَائِمًا بِذَاتِهِ وَمُقَوِّمًا لِغَيْرِهِ ہوگا یعنی جو بذات خود قائم ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والا ہو۔ یہ لفظ جب کسی مخلوق کیلئے بولا جائے تو اس کا لغوی معنی مراد لیا جائے گا اور اس کی تاویل کی جائے گی یعنی کسی شئی کے قیام اور بقا کا وسیلہ و ذریعہ (مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو سرمایہ ملت کا نگہبان، البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۱ اور مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۷۴)



## صفت قیومیت میں فنایت

جانشین امام ربانی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

ان بزرگوں (خواجگانِ نقشبندیہ) کا جذبہ جو کہ صفت قیومیت میں فنا ہو جانے کے ذریعے سے پیدا ہوتا ہے اور اس کو اس طریقہ میں جذبہ قیومیت کہتے ہیں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت خواجہ (حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ) کو پہنچا ہے اور ان سے اس جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ منقول ہے اور وہ طریقہ وقوفِ عددی ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب: ۳۶)

صوفیائے مجددیہ نے صفت قیومیت میں انجذاب کے اعتبار سے جذبہ کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ جذبہ قیومیت ۲۔ جذبہ معیت ۳۔ جذبہ محبت ۴۔ جذبہ ذاتِ نکت

## جذبہ قیومیت

وہ جذبہ ہے جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی قیومیت جلوہ گر ہوتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔

## جذبہ معیت

وہ جذبہ ہے کہ جس میں عارف کے ساتھ حق تعالیٰ کی معیت جلوہ گر ہوتی ہے

## جذبہ محبت

وہ جذبہ ہے کہ جس میں عارف پر حق تعالیٰ کی محبت مستولی ہو جاتی ہے اور اس کو اپنی طرف جذب کر لیتی ہے۔



وایں راہ را بتربیت رُوحانیت اسد اللہ الغالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ  
 اور اس راہ کو شیر خدا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روحانیت کی تربیت سے انتہا  
 تا بنہایت رسانید یعنی باسمے کہ رَبِّ اوست وازاں اسم،  
 تک پہنچایا یعنی اس اسم تک جو اس کا مربی ہے۔ اور اس اسم  
 بقابلیتِ اولیٰ کہ معبر بحقیقت محمدیہ است علی صاحبہا  
 سے قابلیتِ اولیٰ ۹ تک جو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ  
 الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بمددِ روحانیت حضرت خواجہ نقشبند  
 سے عبارت ہے پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ ۱۱ کی روحانیت  
 قدس اللہ تعالیٰ سرہ عروج نمود  
 کی مدد سے عروج حاصل ہوا۔

### جذبہ ذاتِ نکت

وہ جذبہ ہے کہ عارف کو حق تعالیٰ کی ذاتِ نکت تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے  
 اس جذبہ کو قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز کا جذبہ بھی کہتے  
 ہیں۔ (شرح مکتوبات قدسی آیات (فارسی) دفتر دوم مکتوب: ۴۲)

### مختصر تعارف سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۲۲ رجب المرجب خانہ  
 کعبہ میں متولد ہوئے۔



شد او دُرّ بیت الحرامش صدف

کے را میر نشد این شرف

نوجوانوں میں سب سے پہلے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اکثر غزوات اور معرکوں میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کا شرف نصیب ہوا۔ ذوالنورین حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ خلفائے راشدین میں سے چوتھے خلیفہ اور اہل بیت اطہار کے دوازده آئمہ کرام میں سے پہلے امام ہیں۔ بقول شاعر

اول و آخر ابرار توئی

مشرق و مغرب انوار توئی

اقلیم ولایت کے تاجدار، جملہ سلاسل طریقت کے سالار، ولایت کے سلطان مطلق اور سرتاج مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ آپ کی روحانی تربیت اور باطنی فیضان کے بغیر ولایت کا تصور بھی ناممکن ہے۔ سلطان سلاطین اقلیم ولایت صرف اور صرف آپ ہی ہیں، کوئی نقشبندی ہو یا چشتی، قادری ہو یا سہروردی جب تک آپ کے قدموں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ نہ بنائے، اس کی ولایت کی تکمیل اور فیضان کی تمیم نہیں ہوتی بلکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا وجدان یہ گواہی دیتا ہے کہ اولین و آخرین کے تمام اولیاء کو ولایت آپ ہی کی وساطت سے نصیب ہوئی چنانچہ آپ رقمطراز ہیں!

انگارم کہ حضرت امیر قبل از نشأ عنصری نیز ملا ذو

ملجأ این مقام بودہ اند چنانچہ بعد از نشأ عنصری و ہر کہ فیض

و ہدایت ازیں راہ مے رسید بتوط ایشاں می رسید چہ

ایشاں نزد نقطہ منتہائے این راہ اند و مرکز این مقام بایشاں

تعلق دارد (مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب ۱۲۳) حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ



کے عظیم الشان مرتبہ ولایت کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء اور صوفیاء نے ٹھوکریں کھائیں اور ان سے کشفی غلطیاں سرزد ہو گئیں بایں وجہ انہوں نے خلفائے ثلاثہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تفضیل کا قول کر دیا۔

یوں وہ اجماع امت کے منکر ہو کر گمراہ، بے دین اور اہلسنت سے خارج ہو گئے۔ اس قسم کے تفضیلی شیعہ علماء و مشائخ کے روپ میں اہلسنت کی صفوں میں گھسے ہوئے ہیں اور لباس خضر میں سادہ سنی مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ضَلُّوا فَأَضَلُّوا واضح رہے کہ جب کوئی ولی بسلامتی ہوش و حواس تفضیل علی (رضی اللہ عنہ) کا قول کرتا ہے تو اس کی ولایت سلب کر لی جاتی ہے اور اسے مرتبہ ولایت سے معزول کر دیا جاتا ہے۔ کوئی بھی نام نہاد مسلمان جب اظہار نفرت کرتے ہوئے خلفائے ثلاثہ کی شان میں زبان طعن دراز اور سب و شتم کرتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو تبرائی شیعہ کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں ”اگر حضرات شیخین کی افضلیت پر اہلسنت کا اجماع نہ ہوتا تو اکثر اولیائے عزلت کا کشف حضرت امیر علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا حکم کر دیتا چونکہ حضرات شیخین کے کمالات، انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے کمالات کے مشابہ ہیں اور ارباب ولایت کی ان کمالات تک رسائی نہیں ہے اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات نبوت کے درجات کی بلندی کے باعث راستے میں ہی ہے..... کمالات ولایت تو کمالات نبوت کے عروج تک پہنچنے کیلئے زینہ ہیں۔ (دفتر اول مکتوب: ۲۵۱)

۱۸ رمضان المبارک ۴۰ھ کو عبدالرحمن بن ملجم (جَعَلَهُ اللَّهُ مَلْجَمًا بِلَجَامٍ مِّنَ النَّارِ) نے زہر آلود تلوار کا وار کر کے کوفہ کی جامع مسجد میں آپ کو زخمی کر دیا اور ۲۱ رمضان المبارک کو آپ نے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ انا لله وانا اليه

راجعون



کے را میسر نشد ایں سعادت  
 بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت  
 حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہم نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی وصیت کے  
 مطابق لوگوں سے چھپا کر دفن کر دیا لہذا آپ کی قبر انور کی تعیین واضح طور پر نہیں ہو سکی۔  
 جبکہ ارباب مکاشفہ نے متعدد مقامات پر نشاندہی فرمائی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آپ  
 کا مزار مبارک نجف اشرف میں ہے اور بعض نے مزار فیض آثار بلخ میں بتایا ہے۔ اگرچہ  
 قول اول مشہور ہے مگر سفینة الاولیاء میں قول ثانی کو ترجیح دی گئی ہے۔ وَالْعِلْمُ  
 عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ

صاحب عمدة المقامات حضرت شاہ فضل اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے  
 آپ کی بارگاہ ولایت میں یوں ہدیہ نیاز پیش کیا ہے  
 یا علی! بادشاہ کونینی اولیاء را تو قرۃ العینی  
 بہ ولایت کے قدم نزند بہ ولایت تو تاکہ دم نزند  
 یک نگاہ نمودہ زر سازے کارم از یک نگاہ در سازے  
 گرچہ من لائق نگاہ نیم در رہت بہ ز خاک راہ نیم  
 نکنم رد ز درگہ کرمتم ای سرم خاک باد بر قدمت  
 فضل را جز جناب حضرت تو نیست روئے وسیلہ دیگر سو

۵ اسم ربی

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی  
 اللہ عنہ کی روحانیت نے اس درویش کو اس اسم تک پہنچایا جو اسم اس درویش کا رب تھا۔  
 یہاں ”رب“ سے مراد مرُبی ہے۔ اسماء الہیہ میں سے عالم وجوب کا فیض جس اسم کے  
 ذریعے سالک کی تربیت کرتا ہے وہ اس کا اسم ربی کہلاتا ہے، اس کو مبدأ فیض بھی کہتے



ہیں۔

یاد رہے کہ سالکین کو دوران سلوک جب مقامات ولایت میں ترقی نصیب ہوتی ہے تو ان پر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا فیض اور تجلیات کا پرتو پڑتا ہے جنہیں مبادی فیوض کہا جاتا ہے۔ ہر ولی کا مبدأ فیض اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں سے کوئی نہ کوئی اسم و صفت ہوتا ہے۔ کسی کا مبدأ فیض صفت رحمن ہوتی ہے، کسی کا صفت رحیم، کسی کا صفت کریم، کسی کا صفت رؤف اور کسی کو صفت قیومیت سے فیض پہنچتا ہے۔

۹ حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے مدارج سلوک بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اس درویش کو اس کے مبدأ فیض سے قابلیت اولیٰ یعنی حقیقت محمدیہ تک عروج حضرت خواجہ شاہ نقشبند قدس سرہ کی روحانیت کی مدد سے حاصل ہوا۔

## قابلیت

قابلیت کا لغوی معنی استعداد اور اولیٰ کا معنی پہلی ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک ذات اور شیونات یا ذات اور صفات کے درمیان نسبت کو قابلیت کہا جاتا ہے۔

## نسبت

ظَلِّ طَرَفَيْنِ يَارَابِطَهُ بَيْنَ الطَّرَفَيْنِ كَانَامِ نَسْبَتِهِ۔

## قابلیت اولیٰ

حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو قابلیت اولیٰ کہا جاتا ہے۔

(الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴)

یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء و صفات کے ظہور کا ارادہ فرمایا تو تخلیق مخلوق کیلئے جس ذات کی طرف اسم ظاہر کی تجلی بلا واسطہ متوجہ فرمائی وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ



وسلم کی حقیقت تھی جس کو صوفیائے کرام قابلیت اولیٰ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اسی کو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کہا جاتا ہے۔

### حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات ذات کے مرتبہ شان العلم کے اعتبار سے قابلیت اولیٰ کا نام ہے جو نفس اسم الہی کا ظہور ہے نہ کہ اس اسم کی صورت علمی کا ظہور، کیونکہ کسی چیز کی نفس شئی اور اس کی صورت علمیہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ نفس آگ اور اس کی صورت علمی میں فرق واضح ہے۔

◎ ..... حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات سے مراد ذات محمدیہ نہیں بلکہ وہ اسم الہی مراد ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم خلق کا مربی ہے اور وہ شان العلم ہے۔

◎ ..... حقیقت کعبہ سے مراد وہ مرتبہ وجوب ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم امر کا مربی ہے اور شان العلم سے بلند تر ہے اس اعتبار سے حقیقت کعبہ، حقیقت محمدیہ سے افضل ہے۔

◎ ..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک حقیقۃ الحقائق (سب سے پہلی حقیقت) مخلوق و حادث ہے تو دوسرے مابعد کے حقائق بھی مخلوق و حادث ہونگے۔ تعین و جوبی ممکنات کی حقیقت نہیں ہو سکتا، ممکن کی حقیقت بھی ممکن ہوگی نہ کہ واجب۔ آپ کے نزدیک حقیقت محمدیہ کا مخلوق ہونا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي (مرقاۃ المفاتیح جزا اول: ۳۸۷) سے ثابت ہے اور اسی طرح حضرت امام ربانی کے نزدیک قَبْلَ خَلْقِ السَّمَوَاتِ بِأَلْفِي عَامٍ (میزان الاعتدال جزا اول: ۲۶۹) اور قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِأَرْبَعَةِ عَشَرَ أَلْفِ عَامٍ (تفسیر حقی



جز ثالث: ۲۱۷) اور اس کی مثل احادیث سے خلقت کا وقت متعین بھی ثابت ہوتا ہے جو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کے مخلوق اور حادث ہونے کی دلیل ہے۔ (ماخوذ از البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴ مزید تفصیلات کے لئے یہی مکتوب ملاحظہ فرمائیں)

### امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم ۷۱۸ھ قصر عارفاں میں ہوئی، جو بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے..... آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے..... آپ سادات کرام میں حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں..... آپ کی کنیت بہاؤ الدین اور لقب شاہ نقشبند ہے۔

آپ کی پیدائش سے قبل حضرت خواجہ بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تولد کی بشارت سنائی اور ارشاد فرمایا، قریب ہے کہ قصر ہندواں، قصر عارفاں ہو جائے۔ نیز فرمایا مجھے اس مقام سے مرد حق کی خوشبو آتی ہے۔ ولادت کے تیسرے روز حضرت خواجہ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرما کر اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی تربیت کا عہد لیا۔ گو آپ کے شیخ تعلیم، حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر آپ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اولیٰ ہیں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ حضرت خواجہ عزیزان علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”مردان حق کے سامنے پوری روئے زمین ایک دسترخوان کی مانند ہے“ اور ہم کہتے ہیں کہ ”ایک ناخن کی طرح ہے کہ کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے“

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان (رحمۃ اللہ علیہم) کی طریقت میں چار

نسبتوں کا امتزاج ہے



۱..... نسبت حضرت خضر علیہ السلام

۲..... نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۳..... نسبت سلطان العارفين حضرت بايزيد بسطامي رحمۃ اللہ علیہ، جو انہیں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حاصل ہے۔

۴..... نسبت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

اسی لئے اس طریقہ عالیہ کو ملح المشائخ کہا جاتا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ سالک کو چاہئے کہ قلب کی نگہداشت کا لحاظ ہر حالت میں رکھے، کلام و طعام، خرید و فروخت، عبادات و ریاضات، تلاوت قرآن اور دوران و عظ وغیرہا غرضیکہ چشم زدن میں بھی حق تعالیٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ بقول شاعر

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی

شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے طریقہ کی بنیاد کس چیز پر ہے؟ تو آپ نے فرمایا ”خلوت در انجمن“ یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور باطن خالق کے ساتھ۔

از دروں شو آشنا و از برون بیگانہ وش

ایں چنینی زیبا روش کم می بود اندر جہاں

آپ نے ساری ہمت ترویج شریعت، تخریب بدعت اور عمل بہ عزیمت میں صرف کردی، لیکن اس کے باوجود ہمیشہ اپنے اعمال و افعال اور نیت کو تہمت زدہ جانتے تھے۔ درج ذیل رباعی آپ کی اسی کیفیت کی غماز ہے۔

گر طاعت خود نقش کنم بر نانے و آن نان بنہم پیش سگے نادانے

و آن سگ سال گرسنہ در کہدانی از ننگ بر آن نان تنہد دندانے



آپ نے دین اسلام کی بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ طریقت نقشبندیہ کو بے حد فروغ دینے کے باعث پوری دنیا میں آپ کا نام روشن ہوا۔ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب خراج عقیدت پیش کیا ہے!

ابو الوقت دو عالم قطب ارشاد  
 بہاؤ الدین کہ شد دین از وے آباد  
 ز سنت در جنید افگند آشوب  
 بہ جذبہ بایزیدش آستاں روب  
 پئے تسکین مشتاقان دیدار  
 جمال مصطفیٰ را آئینہ دار  
 در آل آئینہ می بیند محقق  
 سواد من رانی قد رأی الحق  
 آپ نے اپنے جنازے کے آگے یہ شعر پڑھنے کا حکم دیا تھا، جس کی تعمیل کی گئی

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو .

شیئا للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما

آفریں بر دست و بر بازوئے تو

آپ کی عمر مبارک تہتر (۷۳) برس ہوئی اور آپ کا وصال مبارک شب دوشنبہ

۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوا۔ مزار مبارک قصر عارفان بخارا شریف میں مرجع خلائق



وازاں جا بدستگیری روحانیت حضرت فاروق رضی اللہ  
 اور وہاں سے حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ کی روحانی دستگیری سے  
 تعالیٰ عنہ فوق آن قابلیت استعلا میسر شد  
 اس قابلیت سے اوپر بلندی میسر ہوئی۔ ۱۳

### امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۱۲ آپ کا اسم گرامی عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔ آپ واقعہ فیل  
 کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ میں متولد ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضور اکرم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے جد ہشتم حضرت کعب سے جا ملتا ہے۔ آپ دعائے مصطفیٰ (علیہ التحیۃ والثناء)  
 کی تاثیر اور قرأت ہمشیرہ کی تنویر کے سبب بعثت کے چھٹے سال بھرم ۲۷ برس مشرف بہ  
 اسلام ہوئے۔ آپ کی بدولت مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو شوکت ملی اور خلیفہ رسول  
 حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ  
 کے رعب و جلال کی وجہ سے کفر کے ایوانوں میں زلزلہ اور شرک کے تھانوں میں غلغلہ  
 برپا ہو گیا۔ آپ نے عساکر اسلامیہ کی تجہیز اور افواج محمدیہ کی تنظیم کچھ اس انداز سے  
 فرمائی کہ اسلامی لشکر جس طرف بھی رخ کرتے تھے، کفارناہنجار کی صفوں میں کھلبلی مچ  
 جاتی اور وہ میدان کارزار سے راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ نے مصر، روم، شام، عراق، بیت المقدس، آذربائیجان، خراسان، مکران  
 (بلوچستان) جیسے بلاد کو فتح کیا۔ بقول شاعر

بعد پیغمبر بہ الطاف کریم

کرد فتح چار صد شہر عظیم

یوں آپ اللہم اعز الاسلام باسلام عمر بن الخطاب (سنن



امین ماجہ رقم الحدیث: ۱۰۲) کی عملی تفسیر ثابت ہوئے۔ آپ اس قدر قوی الفکر اور صاحب الرائے تھے کہ بیسیوں آیات قرآنیہ آپ کی تائید میں نازل ہوئیں۔

آپ کے حسن اخلاق، اعلیٰ کردار اور عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ بیت المقدس فتح ہوا تو آپ فاتحانہ شان کے ساتھ شہر میں یوں داخل ہوئے کہ خود پیدل تھے اور سواری پر آپ کا غلام تھا، یہ منظر دیکھ کر چشم فلک حیران ہو گئی اور مسلمان پکاراٹھے کہ وہ دیکھو کس شان سے امت کا امام آتا ہے

خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے

آپ تشریحی احکام کی تنفیذ اور تکوینی امور میں تصریف پر مامور تھے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ معارف لدنیہ میں رقمطراز ہیں کہ آپ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں قطب ابدال کی مسند پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ دریائے نیل آپ کے حکم سے بہنے لگا، سرزمین طیبہ زلزلہ سے محفوظ ہو گئی، سینکڑوں میل دور نہاوند شہر میں اسلامی سپہ سالار کو یاساریۃ الجبل (تفسیر القرطبی ۱۲: ۷۹) فرما کر رہنمائی فرمائی۔

آپ بری صحبت سے اجتناب اور اس کے اثرات بد سے احتراز کی ہمیشہ تلقین فرماتے آپ کا ارشاد گرامی ہے الْعُزْلَةُ رَاحَةٌ مِنْ خُلُطَاءِ السُّوءِ (تفسیر الثوری جز: ۱۸) یعنی برے ہم نشینوں سے خلوت گزینی اور گوشہ نشینی باعثِ راحت ہے۔

مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں نماز فجر کے دوران ابولولو فیروز مجوسی ایرانی نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ بروز بدھ آپ کو زخمی کر دیا جس سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ یکم محرم الحرام ۲۴ھ بروز اتوار بصرہ ۶۳ برس جام شہادت نوش فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

۱۳ حضرت امام ربانی فرما رہے ہیں کہ قابلیت اولیٰ یعنی حقیقت محمدیہ سے اوپر میری روحانی سیر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مدد سے ہوئی۔ آپ کے فرمودات سے



یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ راہ سلوک مشائخ عظام کی روحانی مدد کے بغیر طے نہیں ہوتا۔

مانا کہ عشق کی منزل میں ہر گام پہ سو سو خطرے ہیں

لیکن یہ سفر آسان بھی ہے گر ساتھ تمہارا ہو جائے

اس لئے اپنے سلسلہ کے مشائخ سے اخلاص اور گہری محبت ہونی چاہئے کیونکہ

اسی گہری محبت سے نسبت کارنگ چڑھتا ہے، محبت نہ ہو تو نسبت حاصل نہیں ہوتی، جتنی

نسبت گہری اور کامل ہوتی ہے۔ مشائخ کی روحانیت بھی اتنی ہی متوجہ ہوتی ہے۔ مقام

افسوس ہے کہ عصر حاضر میں نہ مشائخ کی محبت ہے اور نہ ہی ان کی نسبت حاصل ہے۔ وہ

خوش نصیب سالکین جن کی مشائخ سے محبت کامل اور نسبت گہری ہے، ان کی آج بھی

روحانی دستگیری ہو رہی ہے۔

بلکہ اگر کسی دوسرے سلسلہ کے مشائخ میں سے کسی شیخ سے فیض و اعانت محسوس و

مفہوم ہو تو اسے بھی اپنے شیخ کا ہی فیض سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ اپنا شیخ کمالات و فیوض

کا جامع ہوتا ہے۔ وہ خاص فیض شیخ سے مرید کی خاص استعداد کے مناسب بزرگوں

میں سے کسی بزرگ کے کمال کے موافق کہ جس سے یہ صورتِ افاضہ ظاہر ہوئی ہے

مرید کو پہنچا ہے۔ وہ شیخ کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے۔ جو اس فیض سے مناسبت

رکھتا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، بواسطہ ابتلاء غلبہء محبت مرید نے اس کو

دوسرا شیخ خیال کیا ہے اور فیض اس کی طرف سے محسوس کیا ہے یہ بہت بڑا مغالطہ ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۹۲)

یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے باطنی معاملات سالکین راہ

طریقت سے جدا ہیں۔ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ نے آپ کی تعمیر شخصیت میں جو

روحانی امداد فرمائی وہ اس لئے تھی تاکہ تجدید دین اور احیائے اسلام میں ان کی بھی

شمولیت ہو جائے۔ (واللہ ورسولہ، اعلم بحقیقۃ الحال)



وازاں جاتا بمقامے کہ فوقِ آنِ قابلیت است و آنِ قابلیت اور وہاں سے اس مقام تک جو اس قابلیت سے فوق ہے اور کالتفصیل است مرآنِ مقامِ را، و آنِ مقامِ اجمالِ اوست وہ قابلیتِ تفصیل کی مانند ہے خاص اس مقام کی اور وہ مقام اس کا و آنِ مقامِ اقطابِ محمدیہ است بترتیبِ روحانیتِ اجمال ہے اور وہ مقامِ اقطابِ محمدیہ <sup>۱۳</sup> کا مقام ہے حضورِ ختمی حضرت رسالتِ خاتمیتِ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ مرتبتِ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ کی روحانیت کی تربیت ترقی واقع شد و در وقتِ وصولِ باین مقامِ نحوی امداد از سے ترقی واقع ہوئی۔ اس مقام تک وصول کے وقت ایک قسم کی امداد روحانیتِ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار حضرت خواجہ علاؤالدین عطار <sup>۱۵</sup> کی روحانیت سے

<sup>۱۳</sup> یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ فرما رہے ہیں کہ قابلیتِ اولیٰ (حقیقتِ محمدیہ) سے اگلے مقام پر اس فقیر کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیتِ مقدسہ نے پہنچایا جو قابلیتِ اولیٰ کا اجمال ہے اور یہی اقطابِ محمدیہ کا مقام ہے اور اس مقام پر حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ کی ایک گونہ روحانی امداد بھی حاصل ہوئی۔

اقطابِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ

امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ میں سے وہ قطب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ



وسلم کی نیابت سے مشرف اور آپ کی ہی طرف سے اس منصب پر مقرر ہوں انہیں اقطاب محمد یہ کہا جاتا ہے۔

جس طرح فرشتے فالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (النازعات ۷۹: ۵) کے مصداق مختلف امور تکوینیہ کی انجام دہی پر مامور ہوتے ہیں، ایسے ہی بعض اولیائے کرام بھی تشریحی و تکوینی امور کی انجام دہی پر مامور ہوتے ہیں۔

## قطب کی دو قسمیں

ایسے صاحبان منصب دو قسم کے ہوتے ہیں کچھ تو وہ جنہیں اپنے منصب کی خبر ہوتی ہے کہ ہم فلاں منصب پر مامور ہیں، یہ حضرات اپنے تصرفات باطنیہ اور توجہات قدسیہ سے عوام الناس کی مشکل کشائی کرتے ہیں۔

دوسرے وہ اہل اللہ جو اپنے منصب سے بے خبر ہوتے ہیں۔ فرشتے ان کے روپ میں متشکل ہو کر عامۃ الناس کی حاجت برآری کرتے ہیں۔ دیکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ آئے تھے حالانکہ وہ اس معاملہ سے بے خبر ہوتے ہیں۔ البتہ اس محکمہ کے غوث اور فرد کے علم میں ہوتا ہے کہ یہ شخص فلاں علاقے کا قطب ہے اور اس کے تصرفات و توجہات کی وساطت سے اس علاقے پر فیوض و برکات کا نزول ہو رہا ہے جیسے سورج کی روشنی سے پھلوں میں مہک اور درختوں میں ہریالی ہوتی ہے، لیکن سورج کیلئے اس بات کا جاننا کوئی ضروری نہیں کہ میرا فیض اور روشنی کس کس کو پہنچ رہی ہے؟۔ ایسے ہی جنہیں فیض اور روشنی پہنچ رہی ہے انہیں بھی اس بات کا علم ہونا لازم نہیں کہ ہمیں کس کا فیض پہنچ رہا ہے؟۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خربوزے، سورج کی روشنی سے رنگ پکڑتے اور مٹھاس لیتے ہیں لیکن خربوزوں کو کیا علم کہ یہ فیض کہاں سے آ رہا ہے؟ اور



سورج کو کیا پتہ کہ میرا فیض کہاں کہاں تک پہنچ رہا ہے؟ کیونکہ یہ فیض انعکاسی ہوتا ہے۔  
قطب کا وجود اس کے متعلقہ علاقے میں باعث برکت ہوتا ہے۔ لوگوں کو ظاہری اور باطنی فیوضات و برکات از قبیل رزق، معاش، کاروبار، دینی صلاحیتیں، علمی و روحانی قابلیتیں وغیرہ اسی کے ذریعے تقسیم ہوتی ہے۔ جب وہ دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو باطنی طور پر پہلے ہی اس منصب کے لئے کسی اور شخصیت کو تیار کیا جاتا ہے جو اس کے وصال کے بعد اس منصب پر متمکن ہوتا ہے۔

### قدوة الکاملین خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ

۱۵ آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے۔ علاؤ الدین کنیت اور عطار لقب ہے۔  
آپ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول، نائب مطلق اور داماد تھے۔ حضرت خواجہ کے بے حد مقبول نظر اور معتمد خاص تھے۔ آپ صاحب طریقہ خاص ہیں، آپ کا طریقہ علائیہ مشہور ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دفتر اول مکتوب: ۲۹۰ میں آپ کا بالتفصیل ذکر فرمایا ہے۔ ایک روز علماء کے درمیان روایت باری تعالیٰ کی بابت مباحثہ ہوا انہوں نے بالاتفاق حضرت خواجہ عطار کو ثالث تسلیم کیا۔ آپ نے منکرین روایت (معتزلہ) سے ارشاد فرمایا:

”تم تین روز تک چپ چپ باوضو ہماری صحبت میں رہو..... بعد ازاں ہم فیصلہ دیں گے..... انہوں نے تعمیل ارشاد کی..... تیسرے روز ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بے خود ہو کر زمین پر لوٹنے لگے..... ہوش میں آنے کے بعد نہایت نیاز مندی سے عرض گزار ہوئے کہ ہم روایت حق پر ایمان لائے پھر وہ کبھی بھی حضرت خواجہ کی صحبت سے جدا نہ ہوئے۔“

فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ آپ کے اصحاب خاص میں سے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب تک میں حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس سرہ کی



کہ خلیفہ حضرت خواجہ نقشبند است قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما  
 جو حضرت خواجہ نقشبند کے خلیفہ ہیں قدس اللہ تعالیٰ اسرارہما اور  
 وقطب ارشاد است بآن درویش رسید۔ نہایت عروج اقطاب  
 قطب ارشاد ہیں ۱۶ اس درویش کو پہنچی۔ اقطاب کا منتہائے عروج  
 تا ایں مقام است ودائرہ ظلیت تا ہمیں مقام منتہی می شود  
 اسی مقام تک ہے اور دائرہ ظلیت کا بھی اس مقام پر ختم ہو جاتا ہے

صحبت سے مشرف نہ ہو میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

آپ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں جو کوئی  
 چالیس فرسنگ تک میری قبر کے گرد دفن ہوگا، بخشا جائے گا۔  
 آپ کا وصال شب چہار شنبہ بعد نماز عشاء ۲۰ رجب ۸۰۲ھ میں ہوا اور آپ کا  
 مزار مبارک قصبہ چغانیاں علاقہ ماوراء النہر میں ہے۔

## قطب

۱۶ لغت عرب میں قطب چکی کی میخ (کلی) کو کہتے ہیں جس پر چکی گردش کرتی ہے۔  
 اگر وہ نہ ہو تو چکی نہیں چل سکتی، یونہی قطب کے بغیر نظام عالم بھی نہیں چل سکتا۔ قطب  
 کے سبب ہی دائرہ وجود عالم قائم و محفوظ رہتا ہے اور دنیا میں آثارِ برکات اور ظہورِ  
 حسنت اسی کے دم قدم سے وابستہ ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ ہر قریہ و بستی میں ایک قطب ہوتا ہے خواہ وہ بستی مسلمانوں کی ہو یا غیر  
 مسلموں کی جیسا کہ شیخ اکبر ابن العربی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ أَوْ كَافِرَةٍ إِلَّا وَفِيهَا قُطْبٌ



قطب اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے کیلئے مختلف بھیسوں میں رہتے ہیں۔ اس لئے انہیں پہچاننا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں، صرف اہل نظر ہی انہیں پہچانتے ہیں۔

ج جاوڑیا سو ہنا بت خانے متھے تلک تے ہتھ قرآن دسدا  
اک ہتھ تسبیح، اک ہتھ مالا، ناں اوہ ہندوتے ناں مسلمان دسدا

## اقسام اقطاب

اہل طریقت کے نزدیک اقطاب کی کئی قسمیں ہیں جیسے قطب الاقطاب، قطب وحدت، قطب اکبر، قطب عالم، قطب اقلیم، بعض حضرات نے بارہ اقطاب کے وجود کا قول کیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ مگر قطب کی معروف دو قسمیں ہیں۔

۱..... قطب ارشاد ۲..... قطب ابدال

## قطب ارشاد

یہ اولیائے ظاہرین میں سے ہوتا ہے، خلافت الہیہ اور نیابت محمدیہ سے سرفراز ہوتا ہے۔ مخلوق کیلئے ہر قسم کے ایمان و ہدایت، حسنات و برکات کا ذریعہ اور گناہوں سے مغفرت کا وسیلہ ہوتا ہے۔ دینی اور تشریحی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ کا ارشاد گرامی ہے کہ قطب ارشاد، ہدایت و ارشاد (دعوت) سے متعلق امور میں وصول فیض کا واسطہ ہوتا ہے۔

## قطب ابدال

قطب ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہے جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں لہذا پیدائش، رزق رسانی، مصائب کو دور کرنا، بیماریوں کو دور



کرنا اور رحمت و عافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوضات سے تعلق رکھتے ہیں  
دنیوی اور تکوینی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں، قطب ابدال ہی کو قطب مدار کہتے  
ہیں۔

یاد رہے کہ کسی قطب کا دائرہ قطبیت صرف ایک شہر، کسی کا ایک ملک اور کسی  
کا روئے زمین تک محدود ہوتا ہے، جبکہ ایسی شخصیت جس کے وجود مسعود کی بدولت  
نظام کائنات چلتا ہے، اسے قطب عالم کہا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام منصب  
نبوت کے علاوہ منصب قطبیت پر بھی فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کی ساڑھے  
نو سو سالہ تبلیغ سے صرف چند افراد ہی مشرف باسلام ہوئے تو آپ منصب قطبیت سے  
دستبردار ہو گئے نتیجتاً طوفانِ نوح سے نظام دنیا درہم برہم ہو گیا۔

ایسی شخصیت جس کا دائرہ قطبیت تمام عالمین کو محیط اور چودہ طبق کی کائنات اس  
کی برکات و فیوضات سے فیضیاب ہو اسے قطب العالمین کہتے ہیں۔ جیسے رب  
العالمین، رحمۃ للعالمین (علیٰ صاحبہا الصلوٰات) اصطلاحات شریعت ہیں، اسی طرح  
قطب العالمین اصطلاح طریقت ہے۔

واضح رہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ کے نزدیک غوث ہی قطب  
مدار ہے۔ ان کے نزدیک غوثیت کا مرتبہ منصب قطبیت سے علیحدہ کوئی منصب نہیں  
ہے۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا یہ اعتقاد ہے کہ غوث، قطب مدار کے علاوہ  
ہے بلکہ وہ قطب مدار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے  
اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کو دخل ہوتا ہے۔ قطب کو اس کے اعوان  
و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان  
و انصار اقطاب حکمی ہیں۔ (مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب:  
۲۵۶ ملاحظہ فرمائیں)



یہ امر ذہن نشین رہے کہ کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اولیائے کرام اور اقطاب عظام کو محض عزت افزائی کیلئے یہ مناصب جلیلہ عطا فرمائے جاتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظر میں انہیں قابل احترام اور لائق تعظیم بنایا جائے۔ جیسا کہ فرشتوں کے، مناصب جلیلہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فَاَلْمُدَّ بَرَاتِ اَمْرًا اور بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ (الانبیاء: ۲۶) سے تعبیر فرمایا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطبیت کا اختتام دائرہ ظلیت کا آخری مقام ہے دائرہ ظلیت کے متعلق قدرے معلومات پیش خدمت ہیں۔

## دائرہ ظلال

ظلال، ظل کی جمع ہے اور ظل کا معنی حجاب ہے حجابات کے عالم کو دائرہ ظلیت کہا جاتا ہے۔ تمام کائنات اور جملہ ممکنات دائرہ ظلیت ہے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک تمام موجودات، اسماء و صفات باری تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اسماء و صفات کی طرح ان کے ظلال بھی بے انتہاء ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مَاعِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (النحل: ۱۶: ۹۶) یعنی جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

جب سالک اسماء و صفات کے ظلال سے اسماء و صفات کی طرف سیر کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے تو اس سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ دائرہ ظلال کو دائرہ اسماء و صفات، دائرہ ممکنات اور دائرہ ولایت صغریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ (الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴)

یاد رہے کہ عرش، سات آسمانوں سے اوپر جنت کا چھت ہے جس کا بالائی حصہ عالم امر سے مناسبت رکھتا ہے اور زیریں حصہ عالم خلق اور ممکنات سے ہے۔



## ذات اور کائنات کا باہمی تعلق

اس میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کائنات کی حقیقت ذات ہے اور یہ کائنات ذات کا ظل ہے اور ظل اصل کے قریب ہوتا ہے گویا کہ اصل ہی ہے لہذا ظل کو اصل کہہ دیا کہ جب کائنات، اللہ کا ظل ہے، لہذا غیر نہیں وہ خود ہی ان ظلال میں جلوہ گر ہے، اسے وجوب اور امکان کے درمیان اتحاد و عینیت کا نظریہ کہا جاتا ہے۔ جب اس نظریہ کے قائلین کو کہا جائے کہ اس قول سے شرک کا خدشہ ہے تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ شرک تو تب ہو جب ہم غیریت کا قول کریں اور غیر کو اس کا شریک ٹھہرائیں، غیر تو ہے ہی کوئی نہیں، ذات خود ہی سب کچھ ہے۔ لیکن ان کا یہ کشف محبت کا آخری درجہ ظاہر کرتا ہے جہاں غلبہء محبت کی بنا پر ہر طرف محبوب ہی نظر آتا ہے، اسی لئے انہوں نے اتحاد و عینیت کا قول کیا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک ذات وراء الوراہ ہے، اور کائنات، ذات کا ماسوئی ہے۔ ذات اور کائنات میں خالق اور مخلوق ہونے کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں۔ کائنات، ذات کا عین نہیں بلکہ غیر ہے۔ ذات، کائنات کے احتیاج سے بالکل بے نیاز ہے جیسا کہ آیت کریمہ: **إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** سے عیاں ہے اور اس کی باقاعدہ تخلیق ہوئی ہے اس لئے اس کا علیحدہ اپنا وجود ہے، اس میں نقص اور عیب ہیں، اگر اسے ذات کا عین کہا جائے تو ذات میں نقص اور عیب ماننا پڑتے ہیں، حالانکہ ذات ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے پاک ہے **سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ** (الصافات ۳۷: ۱۸۰)

ذات کے نیچے اعتبارات کا مرتبہ ہے..... اعتبارات کے نیچے شیونات کا مرتبہ ہے..... شیونات کے نیچے صفات کا مرتبہ ہے..... صفات کے نیچے اسماء کا مرتبہ ہے.....



اسماء کے نیچے افعال کا مرتبہ ہے..... افعال کے نیچے ظلال کا مرتبہ ہے اور یہ کائنات  
 اسماء و صفات و افعال کے ظلال کا نام ہے۔ کائنات، ذات کا ظل نہیں بلکہ ذات  
 تو ظلال سے پاک ہے۔ عینیت کا قول اور اس قسم کے دیگر اقوال وحدۃ الوجود کے علوم  
 و معارف کے قبیل سے ہیں، جو دائرہ ظلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ دائرہ ظلیت سے اوپر  
 دائرہ وجوب ہے دائرہ وجوب کی سیر کے دوران سالک پر مقام عبودیت منکشف  
 ہوتا ہے اور سالک پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ، اللہ ہے اور بندہ، بندہ ہے اور  
 ان کے درمیان خالق اور مخلوق کے علاوہ کوئی نسبت نہیں ہے۔ (والحمد لله على  
 ذلك)



بعد از ان اصلِ خالص است یا ممتازِ بطل طائفہ افراد  
 اس کے بعد اصلِ خالص<sup>۱۸</sup> ہے یا (اصل) ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے افراد کا  
 بوصول اس دولت ممتاز اند۔ بعضے از اقطاب را بواسطہ  
 ایک گروہ اس دولت کے وصول کے ساتھ ممتاز ہے۔ بعض اقطاب کو افراد  
 مصاحبہ افراد تا مقام ممتازِ عروجی واقع می شود ناظرِ اصل  
 کی مصاحبہ کے واسطہ سے مقام ممتاز تک عروج حاصل ہو جاتا ہے جہاں وہ  
 ممتازِ بطل می گردند۔ اما وصول باصلِ خالص یا نظرِ بآن علی  
 اصلِ ظل آمیز کا مشاہدہ کرتے ہیں<sup>۱۹</sup> لیکن اصلِ خالص کا وصول یا تفاوت  
 تفاوتِ درجاتہم خاصہ افراد است ذالک فضل اللہ یؤتیہ من  
 درجات اس کا مشاہدہ افراد کا خاصہ ہے<sup>۲۰</sup> یہ اللہ کا فضل ہے عطا فرماتا ہے اسے  
 یشاء واللہ ذوا الفضل العظیم واین درویش را خلعتِ قطبیتِ ارشاد  
 وہ جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت ہی بڑے فضل والا ہے اور اس درویش کو قطب ارشاد کی خلعت اس

<sup>۱۸</sup> یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ فرما رہے ہیں کہ دائرہ ظلیت کے بعد اصل  
 کا مقام (دائرہ اصل) ہے اور وہ یا تو خالص اصل ہے یا ظل اور اصل ملا ہوا ہے۔ مناسب  
 معلوم ہوتا ہے کہ دائرہ اصل کی قدرے تفصیل بیان کر دی جائے تاکہ تفہیم میں آسانی  
 ہو۔

## دائرہ اصل

صوفیائے کرام کے نزدیک دائرہ اصل سے مراد ذات کے اسماء و صفات اور



شیونیت و اعتبارات کے مراتب ہیں۔ اس دائرے کا تعلق عالم و جوب سے ہے..... یہ مرتبہ کسی لفظ، عبارت، اشارے یا کنائے کے ذریعے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس مرتبے میں سالک کو سیر علمی واقع ہوتی ہے..... اس سیر کا نام سیر فی اللہ ہے۔

(الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۶)

۱۹ حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ دائرہ ظلیت اقطاب کا انتہائے عروج ہے جبکہ دائرہ اصل تک عروج افراد کا خاصہ ہے۔ قطب دائرہ ظلیت تک ہی رہتا ہے جبکہ فرد دائرہ اصل تک چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی فرد کسی قطب کو اپنی صحبت و ملازمت میں رکھے، اپنی توجہات سے نوازے اور دائرہ ظلیت سے آگے پرواز کروائے تو یہ ممکن ہے کیونکہ قطب بالفعل قوت پرواز رکھتا ہے اور اسی بنا پر اس قطب نے دائرہ ظلیت طے کیا ہے تو مصاحبت فرد کی وجہ سے وہ قطب مقام اصل میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کی روحانی پرواز ظل آمیز اصل تک ہو جاتی ہے اور وہ ظل آمیز اصل کو دیکھ لیتا ہے۔ مقام قطبیت و فردیت کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہ یوں رقمطراز ہیں: مقام قطبیت منشاء دقایق علوم مقام ظلی است و مرتبہ فردیت واسطہ ورود معارف دائرہ اصل۔ (دفتر اول مکتوب: ۴)

یعنی قطبیت کا مقام جو دقیق علوم کا منشا ہے ظلی مقام ہے اور فردیت کا مقام دائرہ اصل کے معارف کے ورود کا واسطہ ہے۔

معلوم ہوا مقام قطب ارشاد و قطب مدار مقام اصل کا ظل ہے..... قطب فرد کا مرتبہ معارف دائرہ اصل کے ورود کا واسطہ ہے..... ظاہر ہے کہ قطب ارشاد و قطب مدار سے قطب فرد کا درجہ بلند ہوتا ہے۔

قطب مدار امور تکوینیہ پر مامور ہوتا ہے..... قطب ارشاد دعوت و ہدایت کا فریضہ انجام دیتا ہے..... قطب فرد اکثر عروجی مراتب میں رہتا ہے اگر نزول کرے تو مخلوق کو قطب الارشاد سے زیادہ فیض دے سکتا ہے۔ واللہ اعلم



بعد از وصول بآن مقام کہ مقامِ اقطاب است، از  
مقام تک رسائی کے بعد جو اقطاب کا مقام ہے سردار دین و دنیا علیہ الصلوٰت  
آنسرور دین و دنیا علیہ الصلوٰت و التسلیمات المبارکات و التحیات  
و التسلیمات المبارکات و التحیات النامیات سے  
النامیات عنایت شد۔ وبایں منصب سرفراز ساختند  
عنایت ہوئی اور اس منصب پر سرفراز فرمایا گیا ۲۱  
بعد ازاں باز عنایتِ خداوندی جلّ شانہ وعمّ احسانہ شامل حال  
اس کے بعد پھر عنایتِ خداوندی جلّ شانہ وعمّ احسانہ اس کے شامل حال ہوئی اور  
او گشت۔ واز آن جا متوجہ فوق ساخت۔ یک دفعہ  
اس مقام سے فوق کی طرف متوجہ فرمایا گیا یک بارگی اصل ممتاز تک لے  
تا باصلِ ممتاز بُرد و فنائے و بقائے در آنجا میسر شد  
جایا گیا اور اس مقام میں فنا اور بقا میسر ہوئی۔ ۲۲

۲۰ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اصل خالص یعنی دائرہ  
و جوہر کا وصول یا بتفاوت درجات اس کا مشاہدہ کرنا یہ فرد ہی کا خاصہ ہے۔

### خلعت قطب ارشاد

۲۱ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اس  
درویش کو مقامِ اقطاب پر فائز ہونے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قطب  
الارشاد کی خلعت عطا فرمائی اور اس منصبِ جلیلہ پر سرفراز فرمایا۔



جب سالکین جادہ طریقت کو کسی مقام میں تمکین و قرار حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے خلعت، عمامہ، جبہ، ٹوپی یا چادر وغیرہا سے بحالت نوم یا بیداری یا واقعہ میں براہ راست یا کسی بزرگ کی وساطت سے بالواسطہ عطا فرمایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو خلعتِ قطب الارشاد عطا فرمائی ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سر مبارک پر دستار مبارک باندھی اور منصبِ قیومیت کی مبارکباد دی۔

۲۲ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے خلعتِ قطبیت ارشاد ملنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور اس درویش کو فوق کی طرف متوجہ کر دیا اور قطبیت ارشاد سے بلند ترقی ہونے لگی اور وہ یوں کہ یک بارگی مجھے اصل ممتزج تک پہنچا دیا گیا (وہ مقام اصل جو ظل کے ساتھ ملا ہوا ہے) اور اس اصل ممتزج کے مقام پر مجھے فنا اور بقا میسر ہوئی جیسا کہ سابقہ مقامات میں ہوا تھا کہ ہر مرتبہ میں فنا اور بقا حاصل ہوئی تھی۔ یاد رہے کہ وہ فنا جو ولایت کی ابتداء میں حاصل ہوتی ہے یہاں مراد نہیں ہے کیونکہ ہر مرتبہ میں ایک فنا ہوتی ہے اور ایک بقا اور ہر فنا اس مرتبہ میں رسوخ، تمکین، قرار اور پختگی کے لئے ہوتی ہے۔ فنا اور بقا کی قدرے وضاحت درج ذیل ہے۔

فنا

طریقت کی اصطلاح میں سالک کو ماسوی اللہ کا نسیان فنا کہلاتا ہے یعنی ذات حق تعالیٰ کی ہستی مطلق کا سالک کے ظاہر و باطن پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ اس کا اپنا وجود اضافی معتبر نہ رہے اور صرف وجود حقیقی مستحضر رہ جائے، اس طرح کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی



رضا اور خوشنودی کے تابع ہو جائے اور اس کے اعضاء و جوارح سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہو۔

## بقا

مرتبہ فنا میں جن اشیاء (آفاق و انفس) کا نسیان ہو گیا تھا، سالک کو پھر دوسروں کی تکمیل و ہدایت کے لئے انہی اشیاء کی طرف واپس لوٹا دینا ”بقا“ کہلاتا ہے یعنی کامل فنا کے بعد سالک کو جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو بقا کہتے ہیں اور فنا الفناء کے بعد حاصل ہونے والی کیفیت کو بقاء البقاء کہتے ہیں۔ آیت کریمہ وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَى (طہ: ۲۰-۲۳) میں معنی بقا کی طرف اشارہ ہے۔

بینہ: یاد رہے کہ مرتبہ بقا میں اشیاء کے ساتھ سالک کا علمی تعلق فنا سے قبل کے تعلق سے کمیت، کیفیت اور غایت کے اعتبار سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مخلوق کی طرف سالک کی توجہ قطعاً غیر اختیاری ہوتی ہے اور اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کی رضا غالب ہوتی ہے نہ کہ سالک کی ذاتی رغبت کیونکہ سالک تو اس مرتبے میں مقام اطمینان پر فائز المرام اور اِرْجِعِي اِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر: ۸۹-۲۸) سے شاد کام ہوتا ہے۔ وَاللَّهُ الْمَوْفِقُ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲)



چنانکہ در مقامات سابقہ وازان جا بمقامات اصل ترقی ارزانی  
جیسا کہ مقامات سابقہ میں اور اس مقام سے مقامات اصل کی طرف ترقی عطا فرما کر

فرمودہ باصل الاصل رسانید - دریں عروج اخیر

اصل الاصل تک پہنچا دیا ۲۳ اس آخری عروج میں

۲۳ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے مقام اصل ممتاز بظنل سے آگے ترقی نصیب ہوئی اور  
وہ مقام اصل کا بھی اصل تھا یعنی پہلے اصل ممتاز میں فنا و بقا عطا کی گئی پھر اس کے بعد  
مجھے اصل خالص تک رسائی حاصل ہوئی، جہاں ظل کی آمیزش کا نام و نشان بھی نہ تھا۔  
والحمد لله على ذلك



کہ عروج در مقامات اصل است مدد از روحانیت  
 جو مقامات اصل میں عروج ہے حضرت غوث اعظم محی الدین  
 حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر بود قدس  
 شیخ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس<sup>۲۴</sup> کی روحانیت سے  
 اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس و بقوت تصرف از ان مقامات گذرانیدہ  
 مدد ہوئی اور ان کی قوت تصرف نے ان مقامات سے گزار کر  
 باصل الاصل واصل گردانیدند۔ واز آن جا بعالم باز  
 اصل الاصل تک واصل فرما دیا اور وہاں سے اس جہان کی طرف  
 گردانیدند چنانکہ از ہر مقامے باز می گردانیدند  
 واپس لوٹا دیا جیسا کہ پہلے بھی ہر مقام سے واپس لوٹاتے رہے تھے۔<sup>۲۵</sup>

<sup>۲۴</sup> یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ فرما رہے ہیں کہ اس آخری عروج میں جو کہ  
 مقامات اصل میں عروج ہے، اصل الاصل کے مقام تک اس فقیر کو غوث الاعظم محی  
 الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی روحانیت سے مدد ملی اور انہوں نے مجھے اس  
 مقام تک پہنچایا۔

### غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک ۷۷۰ھ ملک عجم گیلان (طبرستان)  
 میں ہوئی اہل عرب جسے جیلان کہہ دیتے ہیں۔ آپ کریم الابوین اور نجیب الطرفین  
 سادات عظام میں سے ہیں..... آپ کا اسم گرامی عبدالقادر، کنیت ابو محمد، لقب محی



الدین اور غوث الاعظم ہیں۔

آپ نے علوم متداولہ اپنے دور کے جید علماء و فضلاء سے حاصل کئے۔ آپ نے کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس اس قدر اخلاص و للہیت کے جذبہ سے سرشار ہو کر فرمائی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو مسند قطبیت پر متمکن فرمادیا۔ چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتَّى صِرْتُ قُطْبًا

وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَى الْمَوَالِي

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحصیل علوم کے بعد ایک روز معلوم ہوا کہ قطب زماں امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ (جو سلسلہ نقشبندیہ کے اکابرین میں سے ہیں) بغداد میں جلوہ افروز ہیں جب میں حاضر خدمت ہوا تو نہایت شفقت سے پیش آئے اور اپنے پاس بٹھایا

وَذَكَرَ لِي جَمِيعَ اَحْوَالِي وَحَلَّ لِي جَمِيعَ مَا كَانَ اشْكَالًا  
عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ لِي يَا عَبْدَ الْقَادِرِ تَكَلَّمْ عَلَيَّ النَّاسِ

یعنی میرے تمام احوال باطنیہ کو خود ہی بیان فرمایا اور میری تمام مشکلات کو حل فرمادیا اور ارشاد فرمایا: ”اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ سنایا کرو“

میں نے عرض کیا کہ میں عجمی ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں؟ یہ سن کر ارشاد فرمایا

”تمہیں اب فقہ، اصول فقہ، اختلاف مذاہب، لغت اور تفسیر قرآن سب یاد ہیں تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت ہے، برس منبر آؤ اور وعظ کہو کیونکہ میں تجھ میں وہ جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب تناور درخت بن جائے گی“۔ (قلائد الجواہر: ۱۱، ہیجۃ الاسرار: ۱۳۷)

أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرُعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ

(ابراہیم: ۱۴: ۲۴)



جب آپ نے اس عالم ہست و بود میں آنکھ کھولی تو دنیاۓ اسلام سیاسی زوال مذہبی انتشار، روحانی ادبار، فکری افتراق اور معاشی اضطراب کا شکار تھی۔ طاغوتی طاقتیں اپنی شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کیلئے صلاح مشورے کر رہی تھیں۔ اراکین سلطنت عیش کوش اور مصلحت اندیش ہو چکے تھے..... علماء مباحثوں اور مناظروں میں فقط ایک دوسرے کو زچ کرنے کے درپے تھے..... فقراء جاہ طلب اور ریاکار بن چکے تھے..... الغرض بدکاری، بے حیائی، شراب نوشی، وجاہت پرستی جیسی اخلاقی بیماریوں کا ہر طرف دور دورہ تھا..... ملت اسلامیہ کی نظریاتی بنیادیں اور جغرافیائی سرحدیں کھوکھلی ہو چکی تھیں۔ بالآخر حق تعالیٰ نے غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کو بھیجا، آپ نے تجدید دین، ترویج شریعت اور تائید ملت کا فریضہ اس قدر تندہی اور اخلاص سے سرانجام دیا کہ ہر سو دینی مدارس، روحانی مجالس اور علمی محافل کا اہتمام ہونے لگا۔ آپ نے خانقاہی نظام کو از سر نو ترتیب دیا..... خاندانی وجاہت، علمی قابلیت، باطنی تصرفات اور روحانی توجہات کے ذریعے آپ نے مسلمانان عالم کی قسمت کو بدل کے رکھ دیا۔ شریعت مطہرہ کو خوب فروغ ملا..... دین اسلام کو عظمت اور روحانی اقدار کو برکت نصیب ہوئی..... اسلام کا احیاء ہوا..... سنت کا اجراء ہوا..... بدعت کا قلع قمع ہوا..... امت کو شوکت ملی..... ملت کو سطوت ملی، انہی خدمات کی بنا پر آپ ”محمی الدین“ کے لقب سے مشہور و ملقب ہوئے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوبات شریفہ میں رقمطراز ہیں کہ حق تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے دو راستے ہیں۔

۱..... قرب نبوت      ۲..... قرب ولایت

قرب ولایت کے پیشوائے واصلین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں



ان کے بعد یہ منصب عظیم بارہ اماموں کو بالترتیب نصیب ہوا یہاں تک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز تک نوبت پہنچی تو یہ منصب آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ اس رستے میں جس کسی کو فیوض و برکات ملتے ہیں خواہ وہ اقطاب و نجباء ہوں، آپ ہی کے توسط شریف سے مفہوم ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا

أَفَلَتُ شُمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمْسُنَا أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغْرُبُ  
(دفتر سوم مکتوب: ۱۲۳)

آپ کا وصال مبارک ربیع الاخر ۵۶۱ھ کو ہوا..... مزار مبارک بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے لوح مزار پر امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ العزیز کا یہ قطعہ رقم ہے۔

بادشاہ ہر دو عالم شاہ عبدالقادر است      سرورِ اولادِ آدم شاہ عبدالقادر است  
آفتاب و ماہتاب و عرش و کرسی و قلم      نور قلب از نورِ اعظم شاہ عبدالقادر است

## چند توضیحات

..... اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو غوث الاعظم لکھا ہے لہذا تمام نقشبندی مجددی حضرات کو چاہیے کہ وہ بھی بصریم قلب حضرت شیخ قدس سرہ کی غوثیت عظمیٰ کو مانیں۔ مقام افسوس ہے کہ اسرارِ روحانیت سے ناواقف بعض مدارس کے طلبہ و خام علماء اپنی روحانی نسبتوں کے تفوق میں یہاں تک جا پہنچتے ہیں کہ اکابرین کے روحانی مناصب کا انکار کر دیتے ہیں۔ بعض متعصب نقشبندی یوں کہہ دیتے ہیں کہ جب قادری حضرات حضرت امام ربانی کو مجدد اعظم نہیں مانتے تو ہم بھی شیخ جیلانی کو غوث الاعظم نہیں مانتے۔ جب حضرت امام ربانی قدس سرہ حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ کی غوثیت عظمیٰ کو تسلیم کرتے ہیں تو آپ



کے پیروکاروں کو مجال انکار نہیں ہونا چاہئے۔

۲..... بعض عالم و فاضل نقشبندی حضرات یہ کہتے ہیں کہ مرتبہ ولایت میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، حضرت غوث الاعظم سے فائق ہیں، یہ موقف تعلیمات امام ربانی سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

کہ مجدد الف ثانی اس مقام (ولایت) میں حضرت شیخ کے نائب مناب ہیں اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ ان کے ساتھ وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے

نُورُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُورِ الشَّمْسِ

یعنی حضرت غوث الاعظم آفتاب ولایت ہیں اور حضرت مجدد الف ثانی ماہتاب

ولایت اور چاند کا نور اپنا نہیں بلکہ سورج سے استفادہ ہوتا ہے۔ (دفتر سوم مکتوب: ۱۲۳)

۳..... مرتبہ ولایت کی قطبیت کبریٰ غوث اعظم قدس سرہ کے پاس ہے۔ کوئی شخص خواہ نقشبندی ہو یا مجددی، قادری ہو چشتی، سہروردی ہو یا شاذلی مرتبہ ولایت میں غوث الاعظم قدس سرہ کا محتاج ہے اور آپ کی روحانی مدد کے بغیر مراتب ولایت میں ترقی ممکن نہیں ہے۔

## حضرت شاہ غلام علی دہلوی کا فرمان

یہاں حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی قدس سرہ کا ارشاد گرامی بھی مد نظر رہے، آپ فرماتے ہیں۔

بعد ازاں ائمہ اثنا عشرہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم اجمعین حامل بار این امانت ولایت اند۔ لیکن دریں ہزار دوم حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہ الساسی نیز دریں امر شرکت دارند مقرر است کہ دریں الف



ثانی ہر کس کہ بدرجہ ولایت میرسد در ہر خاندان کہ متوسل باشد بدوں توسط ایشان کشود این راہ غیر ممکن ست بتوجہ وامداد ایشان طے این مراحل می نماید۔ اگرچہ اقطاب و ابدال و اوتاد و اغواث باشند۔ ضروری نیست کہ خبر و آگاہی از توجہ و مدد ایشان داشته باشند (درالمعارف: ۱۱۷)

ترجمہ: ان کے بعد بارہ امام ہیں اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہم اجمعین اس امانت ولایت کے بار کو اٹھانے والے ہیں لیکن اس دوسرے ہزار (۱۰۰۱ھ تا ۲۰۰۰ھ) میں حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرار السامی بھی اس امر میں شرکت رکھتے ہیں۔ یہ مسلمہ ہے کہ اس دوسرے ہزار میں جو بھی درجہ ولایت تک پہنچایا پہنچے گا خواہ وہ کسی سلسلے سے ہو ممکن نہیں کہ بغیر ان کے (حضرت مجدد الف ثانی) توسط (واسطہ و وسیلہ) کے اس پر راہ ولایت کھلے۔ ان کی توجہ اور امداد سے اس راستے (راہ ولایت) کی منزلیں طے کی جاتی ہیں خواہ کوئی قطب، ابدال، اوتاد یا غوث ہی کیوں نہ ہو۔ ضروری نہیں کہ وہ ان کی توجہ اور مدد سے خبردار اور مطلع بھی ہو۔

۴..... حضرات مجددیہ جو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فضائل بیان کرتے ہیں، یہ فضیلت قرب ولایت کی راہ سے نہیں بلکہ قرب نبوت کی راہ سے آئی ہے اور یہ کمالات نبوت براہ راست حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے عطا ہوتے ہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ تابعین کے بعد حصول کمالات نبوت میں حضرت امام ربانی قدس سرہ سلف صالحین میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

اولیاء نقشبندیہ ایک اور راستے سے ذات تک جا پہنچتے ہیں جو کہ دائرہ اصل میں

سیر ہے خطیرۃ القدس میں سوراخ کر کے ذات تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں..... الخ



سوراخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ارباب ولایت سے اجازت نہیں لیتے اور اس راہ میں نہ ان کے محتاج ہوتے ہیں کیونکہ کمالات نبوت ایک ایسا راستہ ہے کہ اس کا براہ راست خدا کے ساتھ تعلق ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں کہ

راہ اول جو کہ قرب نبوت سے مراد ہے جس میں توسط کا معاملہ مفقود ہے جو کوئی بھی اس راہ سے واصل ہوا ہے وہ کوئی حائل اور توسط درمیان میں نہیں رکھتا اور بغیر کسی توسط کے فیوض و برکات اخذ کرتا ہے۔ توسط اور حیلولیت دوسرے راستے (قرب ولایت) میں ہیں ان کا معاملہ علیحدہ مقام سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان راہ اول سے واصل ہیں جیسا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما راہ اول سے اور آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں واصل ہیں۔ (دفتر سول مکتوب: ۱۲۳)

۵..... حضرت غوث اعظم قدس سرہ کمالات ولایت کے قاسم اور امین ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ براہ راست رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور حقیقت محمدیہ و حقیقت احمدیہ کے ظہور کے جامع ہونے کی وجہ سے کمالات نبوت کے امین اور قسیم ہیں۔ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت کی وجہ سے کمالات نبوت حاصل ہیں، اس مرتبہ میں آپ بعد از تابعین ساری امت میں منفرد ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ دیگر سلاسل کے وہ صوفیاء جو فضیلت کے اس راز کو سمجھتے ہیں وہ جان لیتے ہیں کہ گو ولایت کا کمال تو ہمارے پاس ہے مگر کمالات نبوت سے فیض یاب ہو کر حضرات نقشبندیہ ممتاز ہو گئے ہیں۔

## کثرت کرامات کی وجوہات

یہی وجہ ہے کہ دیگر سلاسل کے بزرگوں سے کرامات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے جبکہ حضرات نقشبندیہ سے مقام تمکین پر فائز ہونے کی وجہ سے کرامات زیادہ ظاہر نہیں



ہوتیں۔ جتنا کسی ولی کو کمالات نبوت سے حصہ ملے گا اس سے کرامات کم ظاہر ہوں گی۔ چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام مقام دعوت و ارشاد پر فائز ہوتے ہیں اور ان کا نزول اتم ہوتا ہے اس لئے ان سے معجزات کا ظہور کم ہی ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تمام عمر ۹ معجزے ظاہر ہوئے..... کسی نبی سے دو معجزے ظاہر ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ جس ولی پر کمالات نبوت کے فیضان کا غلبہ ہوگا اس سے کرامات کم ظاہر ہوں گی اور جس ولی پر کمالات ولایت کا غلبہ ہوگا اس سے کرامات زیادہ ظاہر ہوں گی۔

## کثرت کرامات باعث فضیلت نہیں

عوام الناس یہ سمجھتے ہیں کہ جس ولی سے کرامات زیادہ ظاہر ہوں وہ کامل ولی ہے یہ بات مبنی بر جہالت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جس ولی سے کرامات کم ظاہر ہوں وہ کامل ولی ہے کیونکہ وہ ولی جس سے کرامات کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اس کی توجہ مخلوق کی طرف رہتی ہے کثرت کرامات والے اولیاء مخلوق کی طرف زیادہ مائل رہتے ہیں اور جس ولی سے کرامات کم ظاہر ہوں اس کی توجہ ذات حق تعالیٰ کی طرف رہتی ہے اور قرب ذات حق کا مرتبہ قرب مخلوقات سے بہت بلند ہے۔

مختلف مزارات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ چشتی، قادری اور دیگر اولیاء کے مزارات پر رونق اور ہجوم زیادہ ہے جبکہ اولیاء نقشبندیہ کے مزارات پر ہجوم کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولیاء نقشبندیہ کا مبداء فیض ذات ہے جبکہ دیگر اولیاء کا مبداء فیض صفات اور ظلال ہیں، ان کی توجہ مخلوق کی طرف کر دی گئی اور نقشبندی بزرگوں کی توجہ ذات کی طرف کر دی گئی۔ چونکہ ان کا تعلق ذات کے ساتھ ہے لہذا ان کی قبور پر ذات کے انوار زیادہ نظر آتے ہیں اور دیگر بزرگوں کا مبداء فیض چونکہ صفات ہیں اور صفات کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے وہاں مخلوق کے زیادہ ہجوم رہتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مخلوق کا ہجوم کمال کی نشانی نہیں۔ انبیاء سابقین کی قبور



کا بھی کسی کو علم نہیں مگر درجات، انبیاء کرام ہی کے بلند ہیں، ان اولیاء کے نہیں، قبور پر کثرتِ ہجوم دلیلِ فضیلت نہیں بلکہ دلیلِ فضیلت قربِ الہی ہے۔

حضراتِ نقشبندیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رستے سے کمالاتِ نبوت حاصل کرتے ہیں اور یہ کمالاتِ نبوت کے وارث ہیں۔

۲۵ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضورِ غوثِ الاعظم قدس سرہ کی قوتِ تصرف نے مجھے ان مقامات سے جن مقاماتِ اصل میں میرا عروج ہوا تھا ان سے مجھے گزارا اور اصلِ الاصل تک واصل کر دیا۔ اس کے بعد مجھے دنیا کی طرف واپس بھیج دیا گیا کہ اب تکمیلی مراتب طے ہو چکے لہذا اب نزول کرو۔ جس طرح پہلے بھی ہر مقام کے عروج کے بعد میرا نزول ہوتا تھا اب بھی یونہی ہوا۔ یاد رہے کہ عروج فنا کو کہتے ہیں اور نزول بقا کہلاتا ہے ہر مرتبہ میں فنا اور بقا ہوتی ہے تاکہ اس مرتبہ میں رسوخ حاصل ہو سکے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اصلِ الاصل مرتبے میں عروج کے بعد پھر نزول میسر ہوا۔

## نزول ہی کامل مرتبہ ہے

یہ بات ذہن نشین رہے کہ وہ ولی جو عروج کے بعد نزول کرے وہی کامل ہوتا ہے اور اگر کوئی ولی عروجی مراتب ہی میں رہ جائے اور نزول نہ کرے، وہ ولی تو ہوتا ہے مگر ناقص ہے، یہی مجذوب بھی کہلاتا ہے، نزول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ تجلیاتِ الہیہ کے سامنے یا تو ہوش کھودیتا ہے یا تاب نہیں لاسکتا اور عروجی مراتب میں ہی رہ جاتا ہے ان کی بہت زیادہ شہرت ہو جاتی ہے۔

وہ اولیاء جو عروج کے بعد نزول کریں، مسندِ دعوت و ارشاد پر فائز ہوں، رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں، وہ سب کچھ حاصل کرنے کے بعد لوگوں میں اس طرح



گھل مل کر رہتے ہیں کہ لوگ ان کے باطنی کمالات کی پوشیدگی کے سبب انہیں عام انسان سمجھتے ہیں حالانکہ یہ نزولی مرتبہ ہی مرتبہ کمال ہے۔ یہ نزولی مراتب زیادہ تر اولیاء نقشبندیہ کو ملے ہیں۔ یہ مراتب فیضان کمالات نبوت کے آئینہ دار ہیں اور یہی بزرگ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ (سنن ابی داؤد، الرقم: ۳۱۵۷) کی نوید سے شاد کام ہوتے ہیں۔



وایں درویش را مایه نسبت فردیت کہ عروج اخیر  
 اور اس درویش کو نسبت فردیت کی دولت کہ جس کے ساتھ آخری عروج  
 مخصوص بآن ست از پدر بزرگوار خود حاصل شدہ بود  
 مخصوص ہے۔ اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔ ۲۶

۲۶ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس درویش کو  
 فردیت کی نسبت اپنے والد گرامی سے حاصل ہوئی تھی، جب آپ اپنے والد گرامی سے  
 سلسلہ چشتیہ میں سلوک طے کیا کرتے تھے۔

### حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہ العزیز

آپ حضرت شیخ زین العابدین کے صاحبزادے تھے۔ دوران طالب علمی  
 جذبہ الہی اور عشق خداوندی کے غلبہ کی بنا پر قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی  
 چشتی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت شیخ  
 گنگوہی کے وصال کے بعد جب علوم متداولہ سے فارغ ہوئے تو حضرت شیخ کے  
 صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین قدس سرہ العزیز کے فیوض و برکات سے بہرہ یاب  
 ہو کر طریقہ عالیہ قادر یہ اور چشتیہ صابریہ کی خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔

حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری اور حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمہما اللہ سے بھی  
 ملاقات و مجالست رہی۔ ظاہری و باطنی علوم و معارف میں تبحر ہونے کی وجہ سے علماء  
 و صوفیاء کے مرجع تھے اس لئے ہزاروں لوگوں نے آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

علم شریعت و طریقت میں آپ کی تصانیف اسرارِ تشہد اور کنوز الحقائق کتب  
 تصوف میں مرقوم ہیں۔ جن کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو رموز و دقائق اور اسرار



و حقائق آپ نے تحریر فرمائے ہیں سب القائی اور الہامی ہیں۔ ذالک فضلُ اللہ  
یؤتیہ من یشاء

وحدت الوجود کے مشرب اور مقام سے سخت مغلوب الحال ہونے کے باوجود  
کتاب و سنت سے بال برابر بھی تجاوز نہیں کرتے تھے اور سننِ عادیہ میں سے بھی کوئی  
سنت ترک نہ کرتے تھے۔ قصبہ سکندرہ کی ایک نہایت صالحہ اور پاکباز خاتون سے نکاح  
فرمایا۔ جن کے بطن اقدس سے حضرت سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ متولد ہوئے۔  
حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب والد بزرگوار کا آخری وقت  
آیا تو اچانک آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا کہ بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار (حضرت شیخ  
عبدالقدوس گنگوہی) نے فرمائی تھی میں نے دریافت کیا وہ کونسی بات ہے؟ کچھ دیر  
خاموشی کے بعد فرمایا:

”وہ بات یہ ہے کہ شیخ نے فرمایا درحقیقت حق سبحانہ و تعالیٰ ہستی مطلق ہے لیکن  
لباس کونیہ کی خاک مجبوبات کی آنکھ میں ڈال کر انہیں دور و مہجور رکھتا ہے اس کے بعد میں  
نے عرض کیا کہ حضور مجھے کسی امر کی رہنمائی اور کچھ وصیت فرمائیے کہ جس پر میں عمل کرتا  
رہوں فرمایا ”بس تمہیں بھی اسی بات کی وصیت کرتا ہوں“۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ والد بزرگوار نے بار بار ارشاد  
فرمایا کہ محبت اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کو حفاظتِ ایمان اور حسنِ خاتمہ میں بہت بڑا  
دخل ہے۔ میں نے نزع کے وقت استفسار کیا تو فرمایا ”الحمد للہ کہ محبت اہل بیت میں  
سرشار ہوں اور نعمت الہی کے اس دریا میں مستغرق ہوں“۔

الہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ  
آپ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۷ ارجب ۱۰۰۷ھ کو وصال فرمایا، آپ کا مزار مطلع  
انوار سرہند شریف میں ہے۔



و پدر بزرگوار اور از عزیزمے کہ جذبہ قوی داشتند  
 اور اس کے والد بزرگوار کو یہ ایک عزیز سے  
 و بخوارق مشہور بودند بدست آمدہ لیکن آن درویش  
 جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور خوارق (عادات) میں مشہور تھے حاصل ہوئی۔  
 بواسطہ ضعف بصیرت خویش و قلتِ ظہورِ آن نسبت،  
 لیکن وہ درویش اپنی ضعف بصیرت اور اس نسبت کے قلتِ ظہور  
 آن نسبت را پیش از قطع منازل سلوک در خود نمی یافت  
 کی وجہ سے اس نسبت کو منازل سلوک طے کرنے سے قبل اپنے اندر نہیں پاتا  
 واصلاً آن را معلوم خود نداشت۔

تھا اور ہرگز اس کا اپنی ذات میں علم نہیں رکھتا تھا۔ ۲۸  
 و نیز ایس درویش را توفیق عبادات نافلہ خصوصاً  
 اور نیز اس درویش کو عبادات نافلہ خصوصاً نماز نفل  
 ادائے صلوة نافلہ مددے از پدر و ست۔ و پدر  
 ادا کرنے کی توفیق بھی اس کے والد کی ہی مدد سے (حاصل) ہے اور

امام العارفين حضرت شاہ کمال قادری قدس سرہ العزیز

۲۷ آپ ۸۹۵ھ میں حضرت حاجی سید عمر کے ہاں بغداد شریف میں متولد ہوئے۔  
 آپ کا شجرہ نسب غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے  
 ملتا ہے۔ حضرت شیخ فضیل قادری رحمۃ اللہ علیہ نے مادر زاد ولی ہونے کی بشارت دی۔



بعد میں انہی کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیا۔ علوم دینیہ کا اکتساب اپنے دور کے جید علماء و فضلاء سے کیا۔ جنگلوں، بیابانوں اور سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ صحرا نوردی اور دشت پیمائی میں بے شمار کرامات اور کمالات کا ظہور ہوا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے والد گرامی حضرت مخدوم عبدالاحد چشتی قدس سرہ العزیز سے گہرے تعلقات تھے۔ کئی کئی روزان کے ہاں جلوہ افروز رہتے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز زمانہ رضاعت میں ایک مرتبہ علیل ہو گئے آپ کے والد گرامی نے آپ کو حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہ کے پاس دعا و دم کرانے کیلئے پیش کیا تو حضرت شاہ کمال قادری نے دعاؤں سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا یہ تو عالم باعمل اور عارف کامل ہے۔ اہل اللہ کی کثیر تعداد ان سے فیضیاب ہوگی اور تا قیام قیامت ان کے رشد و ہدایت کا نور روشن رہے گا۔ یہ بدعت و ضلالت کو دور کرے گا اور سنت مطہرہ کا احیاء کرے گا۔ (ان شاء اللہ) بعد ازاں حضرت شاہ کمال نے فرط محبت سے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں رکھ دی تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے شاہ صاحب کی زبان مبارک کو خوب چوسا اور اپنے منہ میں دبائے رکھا، آخر حضرت شاہ کمال فرمانے لگے کہ

بابا بس کرو اتنا ہی کافی ہے کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی چھوڑ دو، تم نے تو ہماری ساری نسبت ہی کھینچ لی۔ (روضۃ القیومیہ جلد اول)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جب ہمیں خاندان قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادری جیسا بزرگ نظر نہیں آتا“۔ حضرت شاہ سکندر کیتھلی، مخدوم شیخ عبدالاحد سرہندی، حضرت ملا طاہر بندگی لاہوری اور متعدد علماء و مشائخ نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”سالک مثل میت ہے اور یہ غسال کی مرضی پر منحصر



ہے کہ وہ ٹھنڈے پانی سے غسل دے یا گرم سے، میت کو کوئی حق نہیں کہ وہ غسل کے سامنے لب کشائی کرے۔“

آپ نے ۹۸۱ھ ضلع کرناٹ (مشرقی پنجاب بھارت) کی تحصیل کیتھل شریف میں وفات پائی۔ دوران غسل غسل سے دریافت فرمایا کہ ہمارے مرنے کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ہے؟ غسل نے جواباً عرض کیا کہ جی ایسا ہی ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا ”اچھا ہم جاتے ہیں۔“

آپ کا مزار پر انوار کیتھل شریف میں مرجع خاص و عام ہے۔

۲۸ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ نسبت فردیت مجھے اپنے والد گرامی سے حاصل ہوئی تھی۔ لیکن یہ فقیر اپنی بصیرت کی کمزوری اور نسبت کے ظہور کی کمی کی وجہ سے سلوک کی منزلیں تفصیلی طور پر طے کرنے سے پہلے اس نسبت کو اپنے آپ میں نہ پاتا تھا اور اب جبکہ سیر تفصیلی حاصل ہوئی ہے تو حقیقت واضح ہو گئی ہے۔



بزرگوار اور ایسے سعادت از شیخ خود کہ در سلسلہ  
اس کے والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ سے  
چشتیہ بودہ اند حاصل شدہ بود۔ وایضا این درویش  
جو سلسلہ چشتیہ سے تھے حاصل ہوئی تھی۔ ۲۹ اور نیز اس درویش  
را علوم لدنی از روحانیت حضرت خضر علی نبینا وعلیہ  
کو علوم لدنی ۳۰ حضرت خضر علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ  
الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ حاصل شدہ بود  
والسلام والتحیۃ ۳۱ کی روحانیت سے حاصل ہوئے تھے۔

۲۹ حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ نسبت فردیت مجھے حاصل تھی  
لیکن مجھے علم نہ تھا تو میرے والد گرامی مجھے نوافل کی تاکید کیا کرتے تھے کہ جس مقام  
میں تو ہے، وہاں نوافل زیادہ پڑھنے چاہئیں۔ نسبت فردیت میں فرائض کے ساتھ  
نوافل کی ادائیگی کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور انہی سے مقام فردیت میں رسوخ  
حاصل ہوتا ہے اور میرے والد گرامی کو عبادات نافلہ پر استقامت اپنے شیخ سے حاصل  
ہوئی، جو کہ سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔

## علم لدنی

۳۰ یہ علم اہل قرب کو تعلیم الہی سے معلوم اور تفہیم ربانی سے مفہوم ہوتا ہے جو دلائل  
عقلیہ اور شواہد نقلیہ کا محتاج نہیں۔ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق ارشاد باری  
تعالیٰ ہے۔ وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکہف: ۱۸: ۶۵) اور ہم نے اسے علمی لدنی



عطا فرمایا۔ مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم ارشاد فرماتے ہیں کہ وقوف عددی اس علم کا پہلا مرتبہ ہے

### حضرت سیدنا خضر علیہ السلام

۳۱۔ آپ کا اسم گرامی بلیا بن مکان ہے اور آپ خضر کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جہاں جلوہ افروز ہوتے وہ جگہ سرسبز ہو جاتی۔ علمائے محققین کے نزدیک آپ نبی ہیں اور بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ بعض نے آپ کے ولی ہونے کا بھی قول کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو اپنی بارگاہ قدس سے رحمت اور علم لدنی عطا فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ اَتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکہف: ۱۸: ۶۵) سے واضح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جلیل القدر مفسر قرآن حضرت امام ابن جریر اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں ”وَكَانَ رَجُلًا يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ“ (جامع البیان ۱۸: ۶۶) یعنی حضرت خضر علیہ السلام ایسے شخص ہیں جو علم غیب جانتے ہیں۔

اولیائے عظام کو علوم لدنی آپ کی روحانیت ہی سے نصیب ہوتے ہیں۔ آپ کی حیات اور وفات کے متعلق علماء کے دو گروہ ہیں۔ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اس اشکال کا حل حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے کلام کے بغیر ناممکن ہے۔ جب حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا گیا کہ آیا وہ زندہ ہیں یا وفات پا گئے ہیں تو آپ بارگاہ الہی میں حقیقت حال کے انکشاف کے لئے متوجہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں

اتفاقاً آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علی نبینا وعلیہما



الصلوات والتسليمات روحانیوں کی صورت میں تشریف فرما ہیں اور روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ ہم عالم اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام سرانجام دیتے ہیں جو عالم اجسام سے وقوع میں آتے ہیں۔ یعنی حرکات و سکنات جسمانی اور طاعات و عباداتِ بدنی ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔ اسی اثنا میں ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں تو انہوں نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہم احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے اہم کاموں کو ہمارے ساتھ مربوط کیا گیا ہے اور قطب مدار حضرت امام شافعی کے مذہب پر ہے، اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے شافعی مذہب کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۸۲)



لیکن تا زمانے کہ از مقام اقطاب نگذشتہ بود۔ اما بعد لیکن یہ اس وقت تک تھے جب تک مقام اقطاب سے نہ گذرا تھا از عبور از آن مقام و حصول ترقیات در مقاماتِ عالیہ اخذ مگر اس مقام سے عبور اور مقاماتِ عالیہ میں ترقیات کے حصول کے بعد علوم از حقیقتِ خودست - و در خود، بخود، از خود اخذ علوم اپنی حقیقت سے ہوتا ہے اور اپنی ذات میں اپنی ذات کے ساتھ می یابد، غیرے را مجال نماندہ است تا در میان در آید خود سے پانے لگا کسی غیر کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ در میان میں آئے۔

## علم لدنی کا حصول

۳۲ دوران سلوک جب سالک کو مقام اقطاب سے عبور و عروج نصیب ہوتا ہے تو علوم لدنی کے حصول میں وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا بلکہ انشراح صدر کی بدولت اس کے سینے میں علوم و معارف کے چشمے ابلتے اور حقائق و دقائق کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ بقول اقبال مرحوم

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی

کھلتے ہیں غلاموں پہ اسرار شہنشاہی

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں ”علوم لدنی کی فیض رسانی میں حضرت خضر علی نبینا وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت درمیان میں واسطہ ہے“۔ ظاہری طور پر یہ بات ابتداء اور توسط کے حال کے مناسب



معلوم ہوتی ہے لیکن منتہی کا معاملہ جدا ہے جیسا کہ کشف صریح سے مشاہدہ ہوتا ہے اور اس خصوصیت کی تائید اس کلام سے بھی ہوتی ہے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے منقول ہے کہ ایک روز آپ برسر منبر علوم و معارف بیان فرما رہے تھے اسی اثناء میں حضرت خضر کا وہاں سے گذر ہوا تو شیخ نے کہا ”اے اسرائیلی بیا کلام محمدی بشنو“ اے اسرائیلی ادھر آؤ اور کلام محمدی سنو!۔ شیخ کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر محمدیوں میں سے نہیں ہیں بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۵۵)

## حضرت امام ربانی کے علوم و معارف کی اقسام اربعہ

وہ علوم لدنیہ جو بارگاہ الہیہ سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو عطا ہوئے ان کے متعلق کاشف حقائق حضرت علامہ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ نہایت جامع اور پر مغز ہے۔ ملاحظہ ہو

واضح ہو کہ مبداء فیاض سے باطن شریف آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرارِ مخصوصہ وارد ہوتے تھے، ان کی چند قسمیں ہیں

ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قدس سرہ کبھی ان کو زبان فیض ترجمان پر نہ لائے اور رمز و اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا۔ مثلاً تاویل مقطعات و تشابہات قرآنی کہ آنجناب پر منکشف ہوتے تھے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ ان کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا اور نہ ہی وہ معرض تحریر میں لائے گئے۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں، جن کو آپ نے اپنے ان مریدوں سے جو محرمانِ راز و کالمین اصحاب تھے، بیان کیا اور ان کے اظہار کے وقت خلوت خاص ہوتی تھی اور



دروازے بند کر لیے جاتے تھے اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آ جاتا تو سکوت اختیار فرماتے اور روئے سخن بدل دیتے اور بقیہ اسرار اور کسی وقت بیان فرماتے تھے۔ یہ معارف حتی الامکان تحریر نہیں کئے جاتے تھے مگر جب کوئی محرم راز التماس کرتا تو بہ لحاظ اجابت سوال ایسے طریقے سے تحریر فرماتے کہ ہر کوئی شخص اس کا ادراک نہ کر سکے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس سائل یا بہ نیت افادۂ طالبان عموماً و شمولاً تحریر کئے گئے۔ رسائل و مکاتیب دفاتر ثلاثہ و افر البرکات ان ہی اسرار قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور معرفت دل کے بیماروں کے لئے شفا اور مہجوروں کے لئے وصال ہیں۔ ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:

نیز آپ کے رسائل مثل ”مبدأ و معاد“ اور ”معارف لدنیہ“ کہ آپ کے احوال و مقامات خاصہ کو متضمن ہیں..... اور رسالہ ”مکاشفات غیبیہ“ رسالہ ”اثبات النبوت“ رسالہ ”آداب المریدین“ ”شرح رباعیات حضرت خواجہ“ ”تعلیقات عوارف“ اور ”رسالہ در رد شیعہ“ وغیرہا بھی اسرار قسم چہارم میں سے ہیں۔

اس کے بعد قسم چہارم کی پر معارف تصانیف، جن میں مکاتیب قدسیہ بھی شامل ہیں، کے علوشان اور ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کیا ہے

”بہ لحاظ مطالب کی باریکیوں اور عبارتوں کے دقائق اور اسرار کی تحقیق اور حالات و اشارات کی تدقیق کے، آں جناب قدس سرہ کے علوشان اور رفعت مکان و بلندی مراتب پر کرامت ساطعہ اور آئیہ قاطعہ ہیں۔ کشف حقائق الہی میں جو کچھ باریکیاں اور نازک بیاباں آں جناب قدس سرہ نے کی ہیں اکابر علماء و مشائخ اس کے شیفہ ہیں اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات خمس اور توحید و جودی و شہودی اور مشاہدہ و مکاشفہ اور ایقان و ایمان، غیب و بیان، اطوار سبعہ و ظہور انوار مختلفہ و تجلیات متکلیفہ وغیرہ متکلیفہ و جمع بین التشبیہہ و التزیہہ، و تزیہہ صرفہ اور خفا باقی اطلاق و محال تعینات و تجلی



برقی و دوائی و معاملہ و راء تجلی، سکر و صحو و علوم و راشت و غیر و راشت اور ولایت کی قسموں کی تحقیق یعنی صغریٰ و کبریٰ و علیا و مقام نبوت و رسالت و صدیقیت و قربت و تدلی و تدنی و محبت و خلعت اور درجات سب سے، متابعت و حد صباحت و ملاحت و جمع درمیان ہر دو اور سیر آفاقی و انفسی اور سیر ماوراء آفاق و انفس میں آنجناب نے بیان فرمائے ہیں وہ عقل مندوں پر ظاہر و ہویدا ہیں۔ صرف یہی علوم و معارف جو تحریر فرمائے گئے، وہ علوم مقال، فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے مرتبہ اعجاز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ابنائے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں..... اور جب خلوت میں زبان الہام ترجمان سے بیان کرتے تھے تو اور ہی حال وارد ہوتا تھا گویا مرقومات ”قال“ ہیں اور ملفوظات ”حال“ و بیان معرفت ہیں اور یہ القاء نسبت و اعطاء نعمت ہیں۔



وایضاً آن درویش را در وقت نزول کہ عبارت از سیر اور نیز اس درویش کو بوقت نزول ۳۳ جو سیر عن اللہ باللہ ۳۳ سے عبارت عن اللہ باللہ است ، بمقاماتِ مشائخ سلاسلِ دیگر ہم ہے دیگر مشائخ سلاسل کے مقامات پر بھی عبور واقع ہوا۔ اور عبورے واقع شد۔ وازہر مقام نصیبے وافر فرا گرفت ہر مقام سے کافی حصہ لیا اور اس مقام کے مشائخ اس کے کام و مشائخ آن مقام ممد و معاون کار او شدند میں مددگار اور معاون ہوئے۔

## نزول

۳۳ خالق سے خلق کی طرف توجہ کرنے کو نزول کہتے ہیں، اس کو سیر عن اللہ باللہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ سالک کا عروج کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے تکمیل و ارشاد کے لئے مخلوق کی طرف متوجہ ہونا نزول کہلاتا ہے۔ اس مرتبے میں سالک کو مخلوق کے ساتھ گرفتاری نہیں ہوتی بلکہ اس کو واپس مقام قلب پر لا کر حکم دیا جاتا ہے کہ جس رستے سے تم خود آئے ہو، اسی رستے سے دوسرے بندوں کو بھی میری طرف لاؤ، یہ مقام دعوت و ارشاد ہے اس قسم کے سالکین کو راجعین کہا جاتا ہے۔

## سیر عن اللہ باللہ

۳۳ سیر فی اللہ کے تمام کرنے پر سالکین کے دو گروہ ہو جاتے ہیں پہلا گروہ مستہلکین کا ہوتا ہے یعنی وہ لوگ جو ذات باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو گئے اور جمال الہی کے



مشاہدے میں ہی رہ گئے ہیں۔

دوسرا گروہ راجعین الی الدعوة کہلاتا ہے۔ ان کو واپس مقام قلب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو اسی راستہ سے جس سے تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھو تمہارا مشاہدہ اب بندہ ہوگا۔ پہلے سیر عاشق کی معشوق کی طرف تھی اور آیت کریمہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ (ال عمران ۳: ۳۱) عمل تھا۔ سالک عاشق اور حضرت حق سبحانہ معشوق، اب سیر معشوق کی عاشق کی طرف ہے اور آیت مذکورہ کے دوسرے جزِ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ سے مشرف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سالک تعلیم و تلقین اور ترغیب سے مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اس تعلیم میں اللہ تعالیٰ اپنا مشاہدہ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس حالت میں سالک ہادی کا ہر فعل باعث مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے صاحب دولت کو جب دنیا کی طرف لانا چاہیں اور مخلوق کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو صوفیوں کی اصطلاح میں ”سیر عن اللہ باللہ“ کے طریقے پر جہان کی طرف لے آتے ہیں اور اس کی تمام تر توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے لیکن اس کو مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری نہیں ہوتی اگرچہ ظاہر میں وہ مبتدی کا شریک حال ہے لیکن گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے اور خلق کی طرف توجہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیاری ہے جس میں وہ اپنی رغبت کچھ بھی نہیں رکھتا بلکہ اس توجہ میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ برخلاف مبتدی کے کہ اس میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضامندی ہے پس اس سیر میں سالک علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل تر کی طرف رجوع کرتا ہے حتیٰ کہ واپس ممکنات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (الہینات شرح مکتوبات جلد اول: ۲۷۹)



واز خلاصہ ہائے نسبتِ خویش نصیبے ارزانی داشتند

اور اپنی نسبت کے ماحصل کا ایک حصہ عطا فرمایا۔ ۳۵

اول بمقام اکابرِ چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم عبورے

اولاً اکابرِ چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ۳۶ کے مقام سے عبور حاصل

واقع شد۔ وازان مقامِ حظے وافر نصیب او گشت

ہوا اور اس مقام سے اس کو حظ وافر نصیب ہوا۔

۳۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مراتب نزول میں اس فقیر نے دیگر سلاسل کے مشائخ کے مقامات کو ملاحظہ کیا (اس کی مزید وضاحت مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۱ میں ملاحظہ فرمائیں) تو ہر مقام میں سے بہت سا حصہ حاصل کیا اور تمام مشائخ اس فقیر پر مہربان ہو کر میرے مدد و معاون بن گئے اور اپنی نسبتوں کے منتخب فیوض و برکات مجھے عطا فرمائے اس طرح ہر نسبت کا خلاصہ مجھے حاصل ہو گیا۔

### اکابرینِ چشتیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

۳۶ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مراتب نزول جسے سیر

عن اللہ باللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان مراتب میں سب سے پہلے اکابرینِ چشتیہ کے

مقامات پر عبور حاصل ہوا، اور ان مقامات سے اس درویش کو وافر حصہ ملا۔

برصغیر پاک و ہند میں اکابرینِ سلسلہ چشتیہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

○ ..... امام السالکین حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ



وازان مشائخ عظام روحانیت حضرت خواجہ قطب اور ان مشائخ عظام میں سے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی الدین بیش از دیگران امداد فرمود۔ والحق ایشان دران روحانیت نے دوسروں سے زیادہ امداد فرمائی اور حق یہ ہے کہ وہ اس مقام مقام شان عظیم دارند و رئیس آن مقام اند میں عظیم شان رکھتے ہیں اور اس مقام کے رئیس ہیں۔ ۳۸

- ..... قدوة الواصلين حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
- ..... زبدة العارفين حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ
- ..... شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
- ..... سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ
- ..... شیخ المشائخ حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ
- ..... قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
- ..... امام الطرق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

زبدة العارفين حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ

۳۷ آپ شب دوشنبہ ۵۳۷ھ قصبہ اوش، فرغانہ میں متولد ہوئے۔ اوش ماوراء النہر کے قرب و جوار میں واقع ہے۔ تحصیل علم کے بعد خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بغداد شریف میں بیعت ہوئے۔ بیعت سے قبل آپ کی زبان پر یہ اشعار جاری تھے



جان فدائے تو کہ ہم جانی وہم جانانی ہر کہ شد خاک درت رُست ز سرگردانی  
آفاق ہاگردیدہ ام مہربتاں ورزیدہ ام بسیارخوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری  
حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت و اجازت سے نوازتے ہوئے

ارشاد فرمایا، صوفیائے کرام کی چار علامات ہیں

۱..... فقیری و محتاجی کے وقت اپنے آپ کو امیر دکھلانا

۲..... بھوک کے وقت آسودہ حال دکھلانا

۳..... غم کے وقت خوشی کا اظہار کرنا

۴..... دشمنوں سے دوستی کرنا

بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نہ کردند تنگ  
ترا کہ میسر شود این مقام کہ با دوستانت خلاف است و جنگ  
مرشد کامل کی ہدایت کے مطابق دہلی کو اپنا مستقر بنایا جو اس وقت اسلامی  
دارالحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ علماء، فضلاء، ادباء، شعراء اور صوفیائے کرام کا مرکز  
تھا۔ عامۃ المسلمین کے علاوہ امرائے سلطنت بھی آپ کے دلدادہ تھے۔ ایک روز  
سلطان شمس الدین التمش آپ کے پاؤں پکڑ کر عرض گزار ہوا کہ کل قیامت کے روز  
جب حساب و کتاب ہو مجھے اپنی رفاقت کا شرف بخشا جائے، بادشاہ کے اصرار پر آپ  
نے اس سے محشر میں شرف معیت کا وعدہ فرمایا۔

معاشی ابتری کی بنا پر اکثر پڑوسی بقال سے قرض حسنہ لیا کرتے تھے لیکن ایک روز  
بقال کی اہلیہ نے آپ کی زوجہ محترمہ کو طعنہ دیا جس پر آپ نے قرض لینے کی ممانعت  
فرمادی اور ارشاد فرمایا آپ کو میرے مصلے کے نیچے سے حسب منشا ”کاک“ (روٹیاں)  
مل جایا کریں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بدیں وجہ آپ ”کاک“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔



ایک مرتبہ محفل سماع میں قوال نے حضرت شیخ احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگر است

شعر سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ جب قوال پہلا مصرع پڑھتے تو آپ

جاں بحق ہو جاتے اور جب دوسرا مصرع پڑھتے تو آپ وجد کرنے لگ جاتے۔ بالآخر

پہلے مصرع پر ہی آپ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ بھمر پچاس برس واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون

سلطان التمش کو نماز جنازہ پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کا مزار پرانوار

پرانی دہلی میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

۳۸ حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مراتب نزول میں اکابرین

چشتیہ میں سے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت نے دوسروں سے

زیادہ امداد فرمائی کیونکہ آپ اس مقام میں بڑی شان رکھتے ہیں اور اس مقام نزول

کے رئیس ہیں۔

## حضرت خواجہ کا فیضان

بجملہ تعالیٰ ۱۹۸۰ء میں مجھے (حضرت شارح علیہ الرحمہ) حضرت خواجہ قطب

الدین بختیار کا کی قدس سرہ کے مزار اقدس کی حاضری کا شرف ملا۔ میرے ہمراہ دو

دوست اور بھی تھے، وہ حاضری میری زندگی کی عظیم یادگار ہے اور واقعی حضرت خواجہ

قدس سرہ نے اتنا فیض عطا فرمایا کہ آج تک کسی صاحب قبر نے اتنا فیض عطا نہیں

فرمایا۔

دہلی کے ایک ہوٹل میں کمرہ کرایہ پر لے کر نماز ظہر کے بعد پروگرام طے پایا



کہ اولاً حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضری دی جائے کیونکہ آپ کا مزار اقدس اندورن شہر دہلی قلعہ فیروز شاہ میں واقع ہے۔ بعد ازیں حضرت خواجہ بختیار کاکی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، و دیگر اولیاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت کی جائے کیونکہ یہ شہر سے ذرا دور ہیں۔ پروگرام طے کرنے کے بعد کچھ دیر ستانے کیلئے جب لیٹا تو مجھے آواز آئی۔

سب سے پہلے حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار پر حاضری دینی ہے۔ بیدار ہونے کے بعد میں نے دوستوں سے کہا کہ پروگرام بدل گیا ہے پہلے حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کے مزار پر حاضری کا حکم ہوا ہے۔ دوستوں نے اصرار کیا نہیں ہم تو پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی بارگاہ میں جائیں گے کیونکہ ہماری نسبت طریقت بھی انہی سے ہے اور تقاضائے ادب بھی یہی ہے۔ میں نے کہا اس بات سے انکار نہیں مگر حکم یہ ہے کہ خواجہ قطب کی بارگاہ میں پہلے حاضری دی جائے۔ دوستوں نے کہا کہ آپ حکم پر عمل کریں ہم تو خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی بارگاہ میں جائیں گے میں نے کہا چلو ٹھیک ہے آپ کی بات مان لیتا ہوں۔ ٹیکسی کی تلاش میں تقریباً ایک گھنٹہ لگ گیا، کوئی ٹیکسی والا نہ مانا کوئی طول سفر کی بات کرتا اور کوئی زیادہ معاوضہ کی۔

المختصر نماز مغرب سے پون گھنٹہ قبل ایک مسلمان ٹیکسی ڈرائیور ملا، اس نے کہا کہ آپ پاکستانی اور مسلمان دکھائی دیتے ہیں اس لئے میں آپ کو دیکھ کر خود کھڑا ہوا ہوں ہم تو سمجھ گئے کہ ”یہ خود کھڑا نہیں ہوا، اسے کسی نے بھیجا ہے“ اس ٹیکسی والے نے پوچھا آپ کا پروگرام کیا ہے دوست کہنے لگے کہ اولاً حضرت باقی باللہ قدس سرہ کے مزار پر پھر خواجہ قطب و دیگر اولیاء کے مزارات پر جانا ہے۔ ڈرائیور کہنے لگا میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ حضرت خواجہ قطب کے مزار پر پہلے حاضری دیں، دونوں دوست اس پر برس پڑے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں تم وہی کرو۔



وہ کہنے لگا جناب بات یہ ہے کہ باقی تمام مزارات ساری رات کھلے رہتے ہیں جبکہ حضرت خواجہ قطب کا مزار مغرب کی اذان کے ساتھ ہی بند ہو جاتا ہے اور ساری رات بند رہتا ہے اور اگلی صبح نو بجے کھلتا ہے۔ ادھر ہمارا آئندہ دن کا پروگرام علی الصبح اجمیر شریف جانے کا تھا۔ ہم نے دوستوں سے کہا اب سناؤ کہنے لگے ٹھیک ہے۔ ڈرائیور نے انتہائی برق رفتاری سے شہر کے رش کے باوجود ہمیں خواجہ قطب کے مزار پر پہنچایا تو اذان مغرب میں صرف تین منٹ رہتے تھے۔ ہم دوڑے دوڑے مزار اقدس کے دروازے پر پہنچے۔ (آپ کی قبر انور بالکل کچی ہے۔ تربت کی مٹی کچی ہے کیونکہ حضرت بابا فرید قدس سرہ مٹی کی ٹوکری اپنے سر پر رکھ کر اپنے مرشد کی قبر انور پر مٹی ڈالتے تھے اسلئے ان کی نشانی کو برقرار رکھا گیا ہے)۔ مسجد میں اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور تالا لگانے والے کے ہاتھ میں تالا ہے اور وہ مزار کی طرف بڑھ رہا ہے ہم دروازے پر پہنچ گئے ہم نے کہا خدا کے لئے ایک منٹ۔ کہنے لگا نہیں ہم نے کہا اختتام اذان سے قبل واپس آ جائیں گے اس کے دل میں رحم آیا، دروازے سے ہی ہم نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھنا، شروع کر دیا، کیونکہ قبر انور پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنے سے دیر ہو جائے گی لہذا چلتے چلتے فاتحہ شروع کر دی۔ ابھی اِيَّاكَ نَعْبُدُ تک ہی پہنچے تھے کہ اتنی زبردست توجہ آئی کہ ہم تینوں کی چیخیں نکل گئیں..... پون گھنٹہ تک رقت طاری رہی اور مدہوش رہے..... ہمیں پتہ نہ چلا کہ کب اذان مکمل ہوئی..... کس نے ہمیں مزار اقدس سے باہر نکالا، کب جماعت ہوئی، کچھ پتہ نہ چلا، پون گھنٹے کے بعد ہم نے نماز مغرب ادا کی۔

حضرت خواجہ نے اتنی جلدی اور اتنا فیض عطا فرمایا کہ قبر میں ہڈیاں بھی مزہ لیتی رہیں گی۔ وہ تصور جب بھی آتا ہے ہم آج بھی مست ہو جاتے ہیں یوں لگتا تھا کہ ساری نسبت چشتیہ پلا دی ہے، اتنے فیاض اور نخی ہیں حضرت خواجہ قطب قدس سرہ۔



حضرت خواجہ کی نسبت آگ لگا دینے والی تھی ایسی نسبت اور اتنا جلدی فیضان کہیں نہیں دیکھا، یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ عطاءِ نسبت کے لئے پہلے ہی تیار تھے۔

یہ تمام گفتگو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ارشاد گرامی کے ضمن میں کی گئی ہے جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ قطب قدس سرہ بڑی شان والے اور مقام نزول کے رئیس ہیں اور آپ کی روحانیت نے میری بڑی مدد فرمائی۔

وطن واپسی پر ہم نے اس حاضری کی کیفیات خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ (وارث مسند آلو مہار شریف) کو بتائیں تو آپ فرمانے لگے کہ مجھے یاد ہے میرے والد گرامی حضرت پیر سید محمد حسین شاہ علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان کے تکوینی امور پر حضرت خواجہ قطب کی ڈیوٹی ہے۔ مزید فرمایا اصول یہ ہے کہ پہلے شہر کے حاکم کے پاس جانا چاہئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح راہنمائی ملی۔ حضرت خطیب الاسلام قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ ہندوستان کے تکوینی امور حضرات چشتیہ کے پاس ہیں جبکہ تشریحی امور (یعنی قطبیت ارشاد) حضرات نقشبندیہ کے پاس ہیں یعنی حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ قطب مدار ہیں اور حضرت خواجہ باقی باللہ قطب ارشاد ہیں۔



بعد ازاں بمقام اکابر کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم گذرے واقع  
 اس کے بعد اکابر کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ۳۹ کے مقام پر گذر واقع ہوا  
 شد۔ اس پر دو مقام باعتبار عروج برابر آند۔ لیکن اس مقام، در  
 یہ دونوں مقام عروج کے اعتبار سے برابر ہیں۔ لیکن یہ مقام فوق سے  
 وقت نزول از فوق در جانبِ یمن آن شاہراہ است و مقام  
 بوقت نزول اس شاہراہ کے دائیں جانب میں ہے اور پہلا مقام (چشتیہ)  
 اول بجانبِ یسار آن صراطِ مستقیم۔ و اس شاہراہ راہی  
 اس صراطِ مستقیم کے بائیں جانب ہے ۴۰ یہ شاہراہ ایسا رستہ ہے  
 ست کہ بعضے از اکابر اقطابِ ارشاد ازاں راہ بمقامِ فردیت  
 کہ بعض اکابر اقطابِ ارشاد اس راہ مقامِ فردیت میں جاتے ہیں اور  
 می روند و بنہایت النہایۃ می رسند۔  
 نہایت النہایت تک پہنچتے ہیں۔

اکابرین کبرویہ رحمۃ اللہ علیہم

۳۹ سلطان الطریقہ برہان الحقیقہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ طریقہ  
 کبرویہ کے سرخیل ہیں جن سے یہ طریقہ مشہور ہوا۔ چنانچہ حضرت شیخ مجد الدین  
 بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالکارم رکن الدین حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ ،  
 حضرت شیخ امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ، محدث کبیر حضرت مولانا شیخ محمد یعقوب  
 کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور امام الطرق حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ



علیہ سلسلہ کبرویہ کے اکابرین میں سے ہیں۔

۳۰۔ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس کے بعد اکابرین سلسلہ کبرویہ کے مقام پر گزر واقع ہوا۔ اکابر چشتیہ اور اکابر کبرویہ دونوں مقام عروج کے اعتبار سے برابر ہیں لیکن اکابرین کبرویہ کا مقام شاہراہ نزول (صراط مستقیم) کے دائیں جانب واقع ہے (شاہراہ نزول وہ ہے جس پر چل کر سالک نزول کرتا ہے) اور اکابرین چشتیہ کا مقام اس صراط مستقیم کے بائیں جانب واقع ہے۔ یوں سمجھیں کہ حضرات چشتیہ و کبرویہ کے مقامات برابر ہیں، فرق صرف یمین و یسار کا ہے۔ اس شاہراہ نزول کے دائیں جانب کبرویہ مقیم ہیں اور بائیں طرف چشتیہ کا مقام ہے۔ اتنا واضح کشف و اظہار اور مقامات اولیاء کو اتنی وضاحت کے ساتھ آج تک کسی نے بیان نہیں فرمایا یہ فقط حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کا خاصہ ہے۔



افراد تنہا راہ راہ دیگر است - برے قطبیت ازیں راہ نمی توان  
 محض افراد کی راہ اور ہے بغیر قطبیت کے اس راہ سے نہیں گذر سکتے۔ ۴۱  
 گذشت۔ ایسے مقام درمیان مقام صفات و این شاہراہ واقع  
 یہ مقام، مقام صفات اور اس شاہراہ کے درمیان واقع ہوا ہے گویا وہ  
 شدہ است کائنہ برزخ است میان این دو مقام ازہر  
 ان مقامات کے درمیان برزخ ہے اور ان دو جہتوں سے بہرہ ور ہے  
 دو جہت بہرہ و راست و مقام اول در جانب دیگر ازاں  
 اور مقام اول اس شاہراہ کی دوسری جانب واقع ہے  
 شاہراہ واقع شدہ است کہ بصفات مناسبت کم دارد۔  
 جو صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے ۴۲  
 بعد ازاں بمقام اکابر سہروردیہ  
 اس کے بعد اکابر سہروردیہ ۴۳ کے مقام سے۔

۴۱ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ بیان فرما رہے ہیں کہ یہ شاہراہ جس کا قبل  
 ازیں تذکرہ ہوا ایسی راہ ہے کہ بعض اکابر قطب ارشاد اس سے مقام فردیت تک  
 رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اس شاہراہ کے دائیں اور بائیں حضرات کبرویہ و چشتیہ  
 موجود ہیں اور اس راہ کے سالکین کو اگر مدد اور راہنمائی کی ضرورت ہو تو یہ مہیا کرتے  
 ہیں اور اسی راہ سے قطب ارشاد مقام فردیت سے گذر کر نہایت نہایت یعنی قرب  
 کے آخری مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قطب الارشاد جب  
 ترقی کرتا ہے تو مقام فردیت پر فائز ہو جاتا ہے۔ قطب الارشاد اور فرد کے مناصب



میں فرق ہے۔ قطب ارشاد تصرفات کرتا ہے جبکہ فرد تصرفات چھوڑ دیتا ہے۔ قطب ارشاد پر تجلی صفات نازل ہوتی ہے جبکہ فرد تجلی ذات سے شاد کام ہوتا ہے۔ جو محض فرد ہیں ان کا راستہ دوسرا ہے وہ بغیر درجہ قطبیت اس راہ سے نہیں گزر سکتے، یہ رستہ قطبیت ارشاد بمعہ فردیت کے جامع حضرات کیلئے مخصوص ہے۔

۴۲ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس شاہراہ اور مقام صفات کے درمیان قطبیت ارشاد اور فردیت کا مقام ہے یعنی اس شاہراہ کے آگے مقام صفات ہے جہاں تجلیات صفاتیہ پر تو ڈالتی رہتی ہیں گویا یہ مقام (قطبیت ارشاد بمعہ فردیت) اس شاہراہ اور صفات کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اس درمیانی حجاب کو کہتے ہیں جس کا تعلق دونوں طرف ہو۔ گویا مقام قطبیت ارشاد بمعہ فردیت شاہراہ اور مقام صفات کے درمیان برزخ کا کام دیتا ہے اور پہلا مقام جو کہ فردیت محض ہے، اس شاہراہ کے دوسری جانب واقع ہے اور فردیت کا یہ مقام صفات سے کم مناسبت رکھتا ہے یوں سمجھیں کہ مقام قطبیت صفات سے تعلق رکھتا ہے اور تجلیات صفاتیہ سے حصہ پاتا ہے اور مقام فردیت کا تعلق ذات سے ہے اور وہ تجلیات ذاتیہ سے حصہ پاتا ہے۔

اکابرین سہروردیہ رحمۃ اللہ علیہم

۴۳ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت طریقہ سہروردیہ کو عالم اسلام میں شیوع و فروغ ملا۔ چنانچہ غوث العالمین حضرت شیخ بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، قطب عالم ابوالفتح حضرت شیخ رکن الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم جہانیاں جہاں گشت حضرت سید جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ، زبدۃ العارفین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الطرائق حضرت امام ربانی سیدنا



کہ شیخ شہاب الدین رئیس این طریق اند قدس اللہ  
 کہ اس طریقہ کے رئیس شیخ شہاب الدین <sup>۴۳</sup> قدس اللہ  
 تعالیٰ اسرارہم عبور واقع شد۔ آن مقام متحلی بنور اتباع  
 تعالیٰ اسرارہم ہیں عبور واقع ہوا۔ وہ مقام اتباع سنت  
 سنت است علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ و متزین  
 کے نور سے آراستہ ہے۔ علی مصدرہا الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ اور  
 ست بنور انیت مشاہدہ فوق الفوق و توفیق عبادات  
 فوق الفوق کے مشاہدہ کی نورانیت سے پیراستہ ہے اور توفیق عبادات  
 رفیق آن مقام ست  
 اس مقام کی رفیق ہے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر سہروردیہ میں سے ہیں۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

<sup>۴۴</sup> آپ کا اسم گرامی عمر بن محمد البکری سہروردی ہے۔ کنیت ابو حفص اور لقب شہاب  
 الدین ہے۔ آپ کی ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی۔ آپ خلیفۃ الرسول حضرت  
 سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں۔ آپ اپنے عم محترم حضرت  
 شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر  
 جیلانی قدس سرہ العزیز کے علاوہ بہت سے مشائخ سے آپ کی صحبت و ملاقات رہی۔

حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز نے آپ سے فرمایا:



أَنْتَ أَحْرُ الْمَشْهُورِينَ بِالْعِرَاقِ (تم عراق کے آخری مشہور بزرگوں میں سے ہو گے)

عوارف المعارف، تصوف میں آپ کی مشہور زمانہ تصنیف ہے جو آپ نے مکہ معظمہ میں تالیف فرمائی۔ آپ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ اہل طریقت دور و نزدیک بلاد سے آپ سے مسائل دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کو لکھا کہ اے محترم من! اگر میں ترک عمل کرتا ہوں تو میرے اندر بطالت و سفاہت پیدا ہوتی ہے اور اگر عمل کرتا ہوں تو میرے اندر غرور پیدا ہوتا ہے۔ بتائیے میں کیا کروں؟ آپ نے جواباً تحریر فرمایا عمل کرو اور تکبر و غرور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔ آپ شریعت مطہرہ کے زیور سے آراستہ اور اتباع سنت کے نور سے منور تھے حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنا پر آپ کو مطلع الانوار اور منبع الاسرار جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔

آپ کے مرید خاص، دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی ایک نصیحت کو یوں منظوم فرمایا ہے

مرا پیر دانائے مرشد شہاب  
 دو اندر ز فرمود بر روئے آب  
 یکے آنکہ بر خویش خود میں مباش  
 دوم آنکہ بر غیر بد میں مباش

آپ کی وفات ۶۳۲ھ میں ہوئی۔



بعضے از سالکان نارسیدہ کہ بعباداتِ نافلہ مشغول اند و بآن بعض سالکین ۴۵ جو ابھی اس مقام تک نہیں پہنچے جو عباداتِ نافلہ میں مشغول آرام دارند، نصیبے ازاں مقام بواسطہٴ مناسبت بآن مقام یافتہ ہیں اور اس سے آرام پاتے ہیں اس مقام سے کچھ حصہ اس مقام کی مناسبت کے اند بالا صالتِ عباداتِ نافلہ مناسبت آن مقام است واسطے سے پاتے ہیں اصلاً عباداتِ نافلہ اس مقام کے مناسب ہیں دیگران را از مبتدیان و منتہیان بواسطہٴ مناسبت بآن مقام دوسروں کو خواہ وہ مبتدی ہوں یا منتہی اس مقام کی مناسبت کے واسطہ است و آن مقام بس شگرف ست آن نورانیت کہ دریں سے (میسر) ہے اور بس وہ مقام عجیب و بزرگ ہے وہ نورانیت جو اس مقام میں مقام مشہود می شود در مقامات دیگر کم است۔

مشہود ہوتی ہے دوسرے مقامات میں کم ہے۔

### حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا مشاہدہ

۴۵ دوران سلوک حضرت امام ربانی قدس سرہ عروجی منازل اور نزولی مدارج میں پیش آنے والے مشاہدات و مکاشفات کا کس قدر حدت بصر سے ادراک و ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ، کون بزرگ کس مقام پر متمکن اور کس سمت جلوہ افروز ہیں اور کون سے اذکار و عبادات کے ذریعے وہاں تک رسائی نصیب ہوتی ہے نیز ان اوراد و طاعات کے انوار و تجلیات کیسے ہیں۔ (والحمد لله على ذلك)

نیز حضرت امام ربانی قدس سرہ طریقت کے تمام سلاسل کے حقائق اور مقامات کو انتہائی



ومشائخ ایں مقام بواسطہ کمالِ اتباعِ عظیم الشان اور اس مقام کے مشائخ کمالِ اتباع کے واسطہ سے عظیم الشان ورفیع القدر اند درابنائے جنس خود امتیازِ تمام دارند۔ اور رفیع القدر ہیں۔ اپنے ہم جنسوں میں خاص امتیاز رکھتے ہیں آنچہ ایشان را دریں مقام میسر شده است در مقامات وہ جو ان کو اس مقام میں میسر ہوا ہے وہ دوسرے دیگر اگرچہ باعتبارِ عروج فوق اند، میسر نیست۔ مقامات میں، اگرچہ وہ عروج کے اعتبار سے بلند ہیں میسر نہیں ہے۔ بعد ازاں بمقام جذبہ فرود آوردند۔ وایں مقام جامع مقاماتِ اس کے بعد مقام جذبہ میں اتار لائے اور یہ مقام بے شمار جذبات بے اندازہ است۔ ازاں جانیز فرود آوردند مقاماتِ جذبات کا جامع ہے ۴۶ اس مقام سے بھی نیچے لائے نہایت مراتب نزول تا مقام قلب است مراتب نزول کی انتہاء مقام قلب ۴۷ تک ہے۔

محبت و عقیدت سے بیان فرما رہے ہیں کیونکہ اہل اللہ میں سلاسل کا تعصب نہیں ہوتا تعصب کم ظرف اور بدنصیب لوگوں کا حصہ ہے خواہ علماء ہوں صوفیاء۔

۴۶ یہاں حضرت امام ربانی فرما رہے ہیں کہ سارے مقامات طے کرنے کے بعد مجھے مقام جذبہ تک نیچے لے آئے اور یہ مقام تمام جذبات کا جامع مقام ہے۔ یہ بات



: ذہن نشین رہے کہ حضرات سہروردیہ عبادات نافلہ میں منفرد ہیں اور حضرات نقشبندیہ مقام جذبات میں ممتاز ہیں۔

۲۷۔ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنی نزولی منازل کو بیان فرما رہے کہ نزول کا آخری مرتبہ جو کہ مقام قلب ہے مجھے وہاں تک نزول ہوا یاد رہے کہ عروج کا پہلا مرتبہ قلب ہے اور نزول کا آخری مرتبہ بھی قلب ہے۔ جب سالک واپس مقام قلب میں آجاتا ہے تو اس کا نزول مکمل ہو جاتا ہے یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ کسی سالک کا نزول لطائف میں صرف لطیفہ اخفی تک ہوتا ہے کسی کا مقام سر تک، کسی کا مقام خفی تک، کسی کا مقام روح تک اور جس سالک کا نزول اتم ہو وہ مقام قلب تک آتا ہے۔ تو حضرت امام ربانی قدس سرہ کا نزول مقام قلب تک ہوا جو کامل نزول ہے۔ مقام قلب عروج کی سیڑھی بھی ہے اور نزول کی آخری سیڑھی بھی۔ اس سے قبل کوئی عروج نہیں اور اس کے بعد کوئی نزول نہیں مقام قلب کی مزید وضاحت درج ذیل ہے۔

## مقام قلب

مقام قلب سے مراد شہود عالم اور مقام فرق بعد الجمع ہے۔ اہل طریقت نے مقام قلب کے دو مفہوم بیان فرمائے ہیں۔

### پہلا مفہوم

مقام قلب کا پہلا مفہوم یہ ہے کہ سالک مبتدی کو ابھی مقلب قلب (حق تعالیٰ) کی طرف عروج حاصل نہ ہوا ہو، اس مقام قلب کو دست چپ کہا جاتا ہے۔

### دوسرا مفہوم

مقام قلب کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ سالک منتہی فوق سے نزول کے بعد مقام قلب میں نیچے آجائے۔ یہ مقام چپ و راست کے درمیان برزخ (واسطہ) ہے۔ اس مقام



کہ حقیقت جامعہ است و ارشاد و تکمیل بفرود  
 جو حقیقت جامعہ ۴۸ ہے اور ارشاد و تکمیل اس مقام میں نزول  
 آوردن بایں مقام تعلق دارد۔ دریں مقام فرود آوردند۔  
 کرنے سے تعلق رکھتا ہے اس مقام میں نیچے لائے  
 پیش ازاں کہ دریں مقام تمکینے پیدا شود  
 قبل اس کے، کہ اس مقام میں تمکین پیدا ہو ۴۹

قلب سے مراد وہ مقام قلب نہیں جس کو دست چپ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(الہیات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۵۱)

## حقیقت جامعہ

۴۸ اہل طریقت کے نزدیک حقیقت جامعہ قلب کو کہا جاتا ہے کیونکہ جس طرح  
 انسان جملہ موجودات کا خلاصہ ہے ایسے ہی جو کچھ تمام انسان میں پایا جاتا ہے وہ سب  
 کچھ تنہا قلب میں موجود ہے۔ قلب کی دو قسمیں ہیں۔ قلب نوری اور قلب صنوبری۔  
 چونکہ قلب صنوبری (مضغہ گوشت) ، قلب نوری کا ظرف ہے فلہذا عالم قدس کا وہ فیض  
 بواسطہ ظرفیت و مظروفیت قلب نوری سے قلب صنوبری کو پہنچتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بے چون  
 ہے۔ اس لئے اس نے اہل اللہ کے قلوب بھی بے چون بنائے ہیں ورنہ عالم چون میں  
 بے چون کے سامنے کی مطلق گنجائش نہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: لَا يَسْعُنِي  
 أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَ لَكِنْ يَسْعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ یعنی زمین و آسمان  
 میری وسعت نہیں رکھتے لیکن میری گنجائش میرے بندہ مومن کا قلب رکھتا ہے۔ بقول



شاعر

دو جہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پاسکیں اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے  
 اسی کو قلب نوری کہا جاتا ہے کیونکہ یہی قلب غبار سے پاک اور اغیار کی گرفتاری  
 سے کلیۃً آزاد ہوتا ہے اور یہی قلب حق تعالیٰ کا عرش ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے  
 قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) یہی قلب ذات  
 احد کا مظہر ہے جو اعتبارات سے مجرد ہے جبکہ عرش صفات کا مظہر ہے، نیز صوفیائے  
 کرام کے نزدیک قلب کو عرش پر جزوی فضیلت حاصل ہے کیونکہ قلب کو عالم قدس  
 کے ساتھ عشقی و جُبی تعلق حاصل ہے اور عرش عشق و محبت کی نعمت سے محروم ہے اسی لئے  
 فرمایا گیا

عرش و غزنین ہر دو یک طبق است  
 بلکہ غزنین شریف تر طبق است

یعنی عرش و غزنی دونوں مرتبے میں برابر ہیں بلکہ غزنی کا شرف عرش سے زیادہ  
 ہے کیونکہ غزنی کے اولیاء کے قلوب میں جو عشق الہی ہے عرش اس عشق سے بے خبر  
 ہے۔ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۴)

۴۹ حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام ارشاد و تکمیل مرتبہ  
 نزول میں اسی مقام قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ جو سالک مقام قلب میں نزول کرے۔  
 وہ مسند ارشاد کا وارث بن جاتا ہے، اسی کو قطب ارشاد کہتے ہیں۔ کیونکہ قطبیت ارشاد  
 کا حصول تو عروجی منازل میں ہو چکا تھا مگر اس کا تحقق نزولی مراتب میں مقام قلب  
 میں ہوتا ہے۔



باز عروجے واقع شد۔ اس زمانہ اصل رانیز در رنگ ظل  
 پھر عروج ۵۰ واقع ہوا اس وقت اصل کو بھی ظل کی طرح  
 واگداشت۔ ازیں عروج کہ در مقامات قلب واقع شد  
 پیچھے چھوڑ دیا اس عروج سے جو مقام قلب میں واقع ہوا

بتمکین پیوست والسلام

استقرار حاصل ہوا ۵۱ والسلام

۵۰ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقام قلب تک نزول  
 کے باوجود پھر عروج واقع ہوا۔

## عروج

عرف صوفیاء میں انقطاع عن الخلق اور وصول بلا کیف کو عروج کہا جاتا ہے  
 کیونکہ اللہ تعالیٰ جہات سے مبرا ہے۔ گویا خلق سے خالق کی طرف توجہ کا نام عروج  
 ہے۔ اس مرتبے میں سیر کرنے والوں کو مستہلکین کہا جاتا ہے۔

۵۱ آپ فرماتے ہیں کہ جب مقام قلب میں نزول کے بعد دوبارہ عروج ہوا تو اس  
 وقت یہ فقیر عروج کی ان بلندیوں تک پہنچا کہ مقام اصل بھی میرے لئے ظل بن گیا۔  
 یعنی اس عروج سے قبل عروجی مراتب میں، میں جس کو اصل الاصل سمجھتا تھا اب وہ مقام  
 مجھے ظل نظر آیا اور اس وقت میں نے اصل کو ظل کے رنگ میں پیچھے چھوڑ دیا۔ اس عروج  
 میں مجھ پر منکشف ہوا کہ پہلے مقام اصل نہ تھا بلکہ ظل تھا اصل اس سے بھی آگے ہے پھر  
 اس اصل تک پہنچا کر دوبارہ مجھے مقام قلب میں لائے اور مقام قلب میں مجھے تمکین  
 حاصل ہو گئی۔ (والحمد لله على ذلك)



## مِنْهَا ۲

قطبِ ارشاد کہ جامع کمالاتِ فردیت نیز باشد بسیار عزیز  
 قطبِ ارشاد جو فردیت کے کمالات کا بھی جامع ہوتا ہے نہایت قلیل الوجود  
 الوجود است و بعد از قرون بسیار و ازمینہ بے شمار این قسم  
 ہے بہت صدیوں اور بے شمار زمانوں کے بعد اس قسم کا کوئی گوہر ظاہر ہوتا  
 گوہرے بظہور می آید و عالمِ ظلمانی از نورِ ظہورِ او نورانی  
 ہے اور تاریک جہاں اس کے ظہور کے نور سے نورانی ہو جاتا ہے  
 می گردد و نورِ ارشاد و ہدایتِ او شاملِ تمام عالم ست -  
 اور اس کے ارشاد و ہدایت کا نور تمام عالم کو شامل ہے

### قطبِ ارشاد

۱۔ اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ یہ ارشاد فرما رہے ہیں محض قطب  
 الارشاد ہر دور میں ہوتا ہے لیکن مقامِ فردیت کا حامل قطب الارشاد صدیوں بعد ظہور  
 فرماتا ہے۔ اس منصب کے حضرات امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں چند ہی ہوئے  
 ہیں۔ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز قطب الارشاد  
 اور جامع کمالاتِ فردیت ہیں۔ جیسا کہ منہا: 1 میں بیان ہوا کہ جب حضرت امام ربانی  
 قدس سرہ کو مقامِ فردیت تک رسائی حاصل ہوئی تو نسبتِ فردیت کے حصول میں  
 حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا روحانی تصرف شامل حال رہا۔



نیز یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز قطب الارشاد اور جامع کمالات فردیت ہیں۔ جیسے مجدد مائتہ ہر سو سال کے بعد ہوتا ہے، جبکہ مجدد الف صدیوں یعنی ہزار سال کے بعد تشریف لاتا ہے جیسا کہ سابقہ اُمم میں نبی تو ہر دور میں آتے رہے مگر اولوالعزم رسول صدیوں بعد مبعوث ہوئے۔ بقول اقبال مرحوم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بعض صوفیاء کے نزدیک قطب عالم، قطب ارشاد اور قطب مدار یہ تین علیحدہ

علیحدہ مناصب ہیں اور بعض کے نزدیک قطب اکبر، قطب کبیر، قطب وجود، قطب مدار

اور قطب ارشاد ایک ہی مرتبہ کے مختلف نام ہیں۔ دراصل صوفیاء کی دو قسمیں ہیں

۱..... متصوفین

۲..... محققین

بعض اہل اللہ صرف صوفی ہوتے ہیں جبکہ بعض صوفیاء محقق ہوتے ہیں۔

صوفیائے محققین یہ فرماتے ہیں کہ قطب مدار اور قطب ارشاد دو علیحدہ منصب ہیں۔

ہمارے لئے وہی بات وقع اور قابل یقین ہوگی جس کی وضاحت حضرت مجدد الف

ثانی قدس سرہ نے مکتوبات شریفہ یا اپنی دیگر تصانیف لطیفہ میں بیان فرمائی ہے۔ اس کی

وجہ یہ ہے کہ تمام سلاسل طریقت میں بڑے اکابر اولیاء گذرے ہیں، مگر انہوں نے

کشف و شہود کو علمی طور پر اتنی واضح تحقیق کے ساتھ بیان نہیں فرمایا، جس طرح حضرت

مجدد پاک قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے، آپ امہات کتب تصوف کتاب اللمع ہو یا

رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف ہو یا قوت القلوب، فصوص الحکم ہو یا فتوحات مکیہ، ابریز

ہو یا نواد الفوائد پڑھ لیں، ان بزرگوں نے اپنی کتب میں بعض حقائق پر روشنی ڈالی ہے

مگر بالتفصیل گفتگو نہیں فرمائی۔ اگر آپ کائنات کشف و شہود کے ہر گوشہ تک پہنچنا

چاہتے ہیں تو وہ آپ کو سوائے حضرت مجدد پاک قدس سرہ کی تعلیمات کے اور کہیں نہ



طیس گی۔ مثلاً حضرت ابن عربی قدس سرہ نے علوم تصوف پر بے شمار کتب لکھی ہیں مگر زیادہ مشہور فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ ہیں لیکن وہ اتنی اجمالی و مبہم گفتگو کرتے ہیں کہ ان کے ایک ہی کلمے کو ایک طبقہ عین توحید کہتا ہے جبکہ دوسرا عین شرک، اسی وجہ سے حضرت ابن عربی قدس سرہ پر کفر کے فتوے لگے کیونکہ انہوں نے اجمالی تصوف بیان فرمایا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ توحید میں ابن عربی کی اکثر تحقیقات مبنی بر صواب ہیں اور بعض صواب سے دور ہیں اور خطا پر مبنی ہیں لیکن ان کی یہ خطا، خطائے کشفی ہے اور خطائے کشفی، خطائے اجتہادی کی مانند ہوتی ہے لہذا انہیں مطعون نہیں کرنا چاہئے۔



از محیطِ عرش تا مرکزِ فرش ہر کسے را کہ رُشد و ہدایت  
 دائرہ عرش سے مرکزِ فرش تک جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان  
 و ایمان و معرفت حاصل می شود از راہ او می آید و ازو  
 و معرفت حاصل ہوتی ہے اس کی راہ (ویلی) سے آتی ہے اور اسی سے استفادہ  
 مستفاد می گردد بے توسطِ او ہیچ کس بایں دولت نمی رسد  
 کرتا ہے اس کی وساطت کے بغیر کسی کو یہ دولت نہیں پہنچتی ۲  
 مثلاً نور ہدایت او در رنگ دریائے محیط تمام عالم را فرا  
 مثلاً اس کا نور ہدایت بحر بیکراں کی صورت میں تمام عالم کو گھیرے

۲ آپ فرماتے ہیں کہ ایسی عزیز الوجود اور نایاب شخصیت جو اس منصب پر فائز  
 المرام ہو، اس کے ظہور کے نور سے کائنات کے اندھیرے (کفر، شرک، فساد وغیرہا)  
 چھٹ جاتے ہیں اور اس کی ہدایت کا نور ساری کائنات میں پھیل کر جہان کو نورانی اور  
 جنت نظیر بنا دیتا ہے اور اس کی ہدایت اور ارشاد کا نور محیط کائنات ہو جاتا ہے۔ دائرہ  
 عرش سے لے کر مرکزِ فرش تک چودہ طبق کی کائنات میں ایمان و معرفت اور رشد  
 و ہدایت کے درجہ تک کوئی شخص اس بزرگ کی وساطت کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ قطب  
 ارشاد مع الفردیت اس دریا کی طرح ہے جو نمند اور ٹھہرا ہوا ہو اس میں اصلاً حرکت نہیں  
 یعنی وہ ہستی تو اجد، ذکر بالجہر اور رقص و سماع سے دور رہتی ہے اس پر سکوت و اخفاء اور  
 دوام و حضور کا غلبہ ہوتا ہے۔



گرفتہ است و آن دریا گویا منجمد است کہ اصلاً حرکت ہوتا ہے اور وہ دریا گویا منجمد (بستہ) ہے جو بالکل حرکت نہیں کرتا ایسا شخص جو اس ندارد شخصے کہ متوجہ آن بزرگ است و باو اخلاص دارد بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے۔<sup>۳</sup> یا آنکہ آن بزرگ متوجہ حال طالبے شدہ در وقت یا یہ کہ وہ بزرگ کسی طالب کے حال پر متوجہ ہو تو توجہ کے وقت گویا طالب کے توجہ گویا روزنہ در دل طالب کشادہ می شود و ازاں دل میں ایک سوراخ کھل جاتا ہے اور اس راہ سے بقدر توجہ راہ بقدر توجہ و اخلاص ازاں دریا سیراب می گردد۔ اور اخلاص اس دریا سے سیراب ہوتا ہے۔

<sup>۳</sup> قطب ارشاد مع الفردیت کے ساتھ تعلق اور عدم تعلق کی بنا پر لوگوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

۱..... مخلصین      ۲..... معتقدین      ۳..... منکرین

مخلصین

جو سالکین اس برگزیدہ شخصیت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کے ساتھ احترام و اخلاص اور ادب و نیاز کے جذبات رکھتے ہیں، اگرچہ اس کے دست حق پرست پر بیعت نہیں ہوتے، پھر بھی اس کے فیوض و برکات سے بقدر اخلاص و استعداد فیض یاب اور سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ اگر وہ عزیز الوجود ہستی کسی سالک و طالب کی طرف



وہمچنین شخصے کہ متوجہ ذکر الہی ست جلّ شانہ اور اسی طرح ایسا شخص ذکر الہی جلّ شانہ کی طرف متوجہ ہے لیکن اس عزیز (قطب) و بآن عزیز اصلاً متوجہ نیست، نہ از انکار، بلکہ اورا الارشاد) کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہے بوجہ انکار نہیں بلکہ اس نمی شناسد ہمیں قسم افادہ آن جاہم حاصل می شود (قطب الارشاد) کو پہچانتا نہیں اسی قسم کا اس (قطب الارشاد) سے افادہ بھی حاصل ہوتا ہے

متوجہ ہو، تو اس کی ایک ہی توجہ سے قلبی حجابات اٹھ جاتے ہیں اور اس کا حظیرة القدس اور عالم غیب کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے۔

### معتقدین

۳ اگر کوئی شخص اس عزیز الوجود شخصیت کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کی عدم توجہ بر بنائے انکار نہ ہو بلکہ عدم شناخت اور لاعلمی کی وجہ سے ہو اور وہ صرف ذکر حق کی طرف ہی مشغول اور متوجہ رہے، اسے بھی محض خوش اعتقادی کی بدولت اس کے فیضان سے حظ وافر نصیب ہوتا رہتا ہے، جس طرح آفتاب سے کائنات از خود فیضیاب ہوتی رہتی ہے، تاہم مخلصین ان کی نسبت زیادہ فیضیاب ہوتے ہیں۔



لیکن در صورتِ اولیٰ بیشتر از صورتِ ثانیہ است۔ اما  
لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کے زیادہ (فائدہ) ہے  
شخصے کہ منکر آن بزرگ ست یا آن بزرگ ازو در، بار  
لیکن ایسا شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہے۔  
ست، ہر چند بذکر الہی تعالیٰ و تقدس مشغول ست  
کتنا ہی ذکر الہی تعالیٰ و تقدس میں مشغول ہے۔ لیکن رشد  
اما از حقیقتِ رشد و ہدایت محروم ست۔ ہماں انکار  
و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہے اس کا وہی انکار اس کے فیض  
اوسدِ راہِ فیض اوسی گردد بے آنکہ آن عزیز متوجہ عدم  
میں سد راہ ہو جاتا ہے بغیر اس کے کہ وہ عزیز (قطب الارشاد) اس کے

## منکرین

۵ جو لوگ قساوتِ قلبی اور شقاوتِ ازلی کی بنا پر اس ہستی کے ساتھ کدورت و  
عداوت رکھتے ہیں یا بالکل اس کے منصب کے منکر ہوتے ہیں اگرچہ وہ صاحبِ ذکر اور  
صوم و صلوة کے پابند ہی کیوں نہ ہوں، رشد و ہدایت اور ایمان کی حقیقت سے محروم رہتے  
ہیں۔ وہ اعمالِ صالحہ کی صورت تو رکھتے ہیں لیکن حقیقت نہیں۔ وہ صورتِ نماز کے حامل تو  
ہیں لیکن حقیقت نماز سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔ ان کی نماز محض دکھلاوا اور ریا کاری ہی  
ہو سکتی ہے جو آیت کریمہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ (الماعون ۱۰۷:۴) کے مصداق باعث  
ہلاکت ہے۔



افادہ او شود و قصدِ ضرر او نماید - حقیقتِ ہدایت از وے  
 عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو یا اسے نقصان پہچانے کا قصد کرے حقیقتِ ہدایت  
 مفقود ست صورتِ رشد ست و صورتِ بے معنی قلیل  
 اس سے مفقود ہے۔ اسے صورتِ ہدایت (حاصل) ہے اور صورتِ بے معنی قلیل النفع  
 النفع است و جماعہ کہ اخلاص و محبت بآں عزیز دارند  
 ہے اور وہ جماعت جو اس عزیز (قطب الارشاد) سے اخلاص اور محبت رکھتی ہے

## معتز ضین حضرت امام ربانی کے خرابی احوال

۶ وہ ہستی افاضہ یا عدم افاضہ کا قصد نہ بھی فرمائے تو اس کے منکرین و معتز ضین  
 بر بنائے انکار و اعتراض اس کے فیوض و برکات سے قدرتی طور پر محروم رہتے ہیں۔  
 جیسا کہ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی قدس سرہ العزیز کے وصال  
 کے بعد جب بعض معتز ضین نے حضرت امام ربانی قدس سرہ پر از راہ رقابت و  
 ناواقفیت، زبان طعن و اعتراض دراز کی جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو سخت  
 رنج و ملال ہوا، نتیجتاً بمطابق حدیث قدسی مَنْ عَادَى لِيُ وَلِيًّا فَقَدْ اذْنَتْهُ  
 بِالْحَرْبِ (بخاری: ۹۶۳/۲) آپ کے معتز ضین کے احوال خراب اور باطن تیرہ و تار  
 ہو گئے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے برادر طریقت حضرت مرزا احسام الدین احمد  
 رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لئے عذر خواہی کی درخواست پیش کی تو حضرت امام ربانی قد  
 س سرہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر ان کی نسبتیں سلب کرنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا  
 بلکہ وہ خود بخود سلب ہو گئی ہیں اور یہ لوگ جو اپنے دلوں کے اندر سے ذکر کی آوازیں  
 سنتے ہیں، یہ اور چیز ہے اور نسبتوں کا مقام کچھ اور ہے، وہ تاہنوز سلب ہیں، یہاں تک



کہ وہ اعتراض کی بے ادبی سے تائب اور نادم ہو جائیں، کیونکہ حدیث پاک کے مطابق ندامت توبہ ہی کا نام ہے۔ (ماخوذ از البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۲)

## اہل اللہ کے منکرین محروم ہی رہتے ہیں

جو شخص اہل اللہ کے اعزازی اور روحانی مناصب (قطب، غوث، اوتاد وغیرہا) کا منکر ہو، وہ ان کے فیوض و برکات سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ ہدایت و ایمان اور حقیقت اسلام سے بھی بے بہرہ رہتا ہے۔ اس کے پاس ہدایت، ایمان اور اسلام کی محض صورت ہوتی ہے مگر حقیقت نہیں۔ جیسا کہ اسلام کے مدعی بعض فرق ضالہ کا موقف ہے ضَلُّوا فَاصَلُّوا رشد و ہدایت، ایمان اور اسلام کی حقیقت محض انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اہل اللہ کے حقیقی نیاز مند، محبت اور مخلص ہوں اور ان کی خدمت و صحبت اور ملازمت پر یقین رکھتے ہوں۔ انہیں انشراح صدر کی بدولت ہدایت و ایمان اور اسلام کی حقیقت میسر ہوتی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دین اسلام تین چیزوں کا نام ہے علم، عمل اور اخلاص۔ علم اور عمل علمائے اہلسنت سے ملتا ہے اور اخلاص مشائخ اہلسنت سے میسر ہوتا ہے۔ جب کسی سعادت مند کو یہ تینوں چیزیں میسر ہو جائیں، تو اس کا دین کامل اور ایمان مکمل ہو جاتا ہے، جو حق تعالیٰ کی رضا کا باعث اور دارین کی سعادتوں میں سب سے بڑی سعادت ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ (التوبہ: ۷۲) سے ثابت ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا



ہر چند از توجہ مذکور و ذکر الہی تعالیٰ شانہ خالی  
خواہ کتنا ہی توجہ مذکور اور ذکر الہی تعالیٰ شانہ سے خالی ہوں  
باشند نیز ایشان را بواسطہ مجرد محبت نور رشد  
انہیں بھی محض محبت کی وساطت سے رشد و ہدایت کا نور  
و ہدایت سی رسد۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی  
پہنچتا رہتا ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اتَّبَعَ الْهُدٰی

### قطب الارشاد سے عقیدت کے ثمرات

بے جو لوگ قطب الارشاد کے ساتھ محض عقیدت و ارادت رکھتے ہیں خواہ انہیں  
شرف ملاقات حاصل نہ بھی ہو اور وہ ذکر و فکر سے غافل ہی کیوں نہ ہوں، پھر بھی  
بربنائے ارادت و موذت اس کے فیوضات و برکات و عنایات و حسنات سے بہرہ  
اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ جو مخلصین و محبین کے لئے دارین میں کامیابی کی کلید اور  
بخشش کی نوید ہے۔ (والحمد لله على ذلك) جیسا کہ آیات کریمہ میں ہے  
الْاِخْلَآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ (الزخرف ۴۳: ۶۷)  
گہرے دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہونگے بجز ان کے جو متقی ہیں۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل ۱۷: ۷۱) وہ دن جب ہم  
بلائیں گے، تمام انسانوں کو ان کے اماموں کے ساتھ۔

حدیث میں ہے کہ جب ایک آدمی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں  
حاضر ہو کر عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟  
جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے وَلَمْ يُلْحَقْ بِهِمْ لِيَكُنْ اِنْ تَكْ پھنچ نہیں سکتا؟ فرمایا



الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۷۰۳) آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے۔

غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اپنے ارادت مندوں کو اپنی حمایت کا مژدہ سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

مُرِيدِي تَمَسُّكَ بِي وَكُنْ بِي وَائْتِقًا  
لَا حُمِيكَ فِي الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ

ترجمہ: اے میرے مرید! میرے دامن کو مضبوطی سے تھام لے اور میرا پختہ ارادت مند ہو جا، تاکہ میں دنیا اور روز قیامت تیری حمایت کروں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے متوسلین کو نجات کی نوید جاں فزایوں سنائی۔

غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ إِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ أَوْ بِغَيْرِ وَاسِطَةٍ  
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (مبدأ و معاد منہا: ۵)

میں نے تجھے بخش دیا اور قیامت تک پیدا ہونے والے ان تمام لوگوں کو بھی بخش دیا جو تجھے میری بارگاہ کا وسیلہ بنائیں گے خواہ یہ وسیلہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔



## مِنْهَا ۳

درمے کہ اول بایں درویش کشادند ذوق یافت بود نہ یافت  
وہ دروازہ جو اس درویش کیلئے سب سے پہلے کھولا گیا وہ ذوق یافت تھا، نہ کہ یافت

### سلوک کے مراتبِ ثلاثہ

۱۔ زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز دوران سلوک سالک کو پیش  
آنے والے تین قسم کے مراتب کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔

۱..... ذوق یافت      ۲..... یافت      ۳..... فقہ یافت

ان کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

### ذوق یافت

لغت میں ذوق کا معنی ”چکھنا“ اور یافت کا معنی ”پانا“ کے آتے ہیں۔

جب سالک کے قلب میں اخلاص کے ساتھ حق تعالیٰ کا قرب و حضور پانے اور

بارگاہ قدس جل سلطانہ تک رسائی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو جائے تو اسے ذوق

یافت کہتے ہیں، اگر کسی سالک کو کیفیت ذوق مل جائے تو سمجھے کہ وہ راہ سلوک کا مسافر

ہے اور انشاء اللہ منزل تک پہنچے گا۔ ذوق یافت کے حاملین کو ابرار کہا جاتا ہے۔ لفظ

ابرار۔ بڑ سے مشتق ہے جس کا معنی صالحین ہے اور صالحین (ابرار) ہی جنت نعیم کے

حقدار ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ (المطففين ۸۳: ۲۲) سے



ظاہر ہے۔ مختصر یہ کہ محض ذوق ہی جنت کا باعث ہے ذوق ایسی لذت ہے جس کا بغیر چکھے اندازہ و ادراک نہیں ہو سکتا جیسا کہ عربی مقولہ ہے: مَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ

..... بزبان فارسی

ع ایں ذوق مئے نہ شناسی بہ خدا تا نہ چشی

پنجابی زبان میں کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

چچھ اوہناں نوں جنہاں پتی اے

فیر اوہناں نال کیہہ پتی اے

یاد رہے کہ آہ و فغاں، درد و سوز اور وجد و گداز ذوق ہی کے ثمرات و اثرات اور فیوضات و برکات ہیں۔ یہ ولایت عامہ کا ابتدائی مرتبہ ہے جو ہر صحیح العقیدہ، باذوق اور صالح مومن کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ ذوق کا پایا جانا استعداد ولایت کی علامت ہے۔ اور بحمدہ تعالیٰ اہلسنت دولت ذوق سے مشرف ہیں۔ اسی لئے خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (وارث مسند آلوہار شریف ضلع سیالکوٹ) نے ارشاد فرمایا کہ ہر سنی مسلمان آدھا ولی ہوتا ہے اور اگر وہ اعمال صالحہ صحیح طور پر بجالائے تو مکمل ولی بن جاتا ہے کیونکہ ایمان اور تقویٰ ہی ولایت کی اساس ہیں جیسا کہ آیت کریمہ الَّذِينَ آمَنُوا وَ كَانُوا يَتَّقُونَ (یونس: ۶۳) سے عیاں ہے۔ یاد رہے کہ ذوق یافت کا مرتبہ محض جذبہ کی جہت سے کمال کا مرتبہ ہے جس میں سالک کے اندر حق تعالیٰ کے قرب و حضور کی طلب اور وصل یار کی آرزو کا سمندر موجزن رہتا ہے۔



وثنائاً یافت میسر شد و ذوق یافت مفقود گشت -  
اور ثنائاً یافت ۲ میسر ہوئی اور ذوق یافت مفقود ہو گئی

## یافت

۲ جب سالک کو حق تعالیٰ کا قرب اور حضوری نصیب ہو جائے اور حریم قدس جل سلطانہ تک اس کی رسائی ہو جائے تو اسے یافت کہتے ہیں، یہ مقربین کا مرتبہ ہے۔ قرآن کریم میں مقربین کی شان یوں بیان فرمائی گئی ہے۔

السَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (الواقعہ ۵۶: ۱۰، ۱۱)

یعنی ہر کار خیر میں آگے رہنے والے اس روز بھی آگے ہونگے وہی مقرب بارگاہ

ہیں۔

اس مقام قرب کو حضرت خواجہ خاقتانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقتانی

کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

عارف کھڑی حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

جے محبوب پیارا اک دن وتے نال اساڈے

جانا میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

اس مرتبہ میں ذوق و شوق، وجد و حال اور کیف و اضطراب ختم ہو جاتا ہے اور

صوفی کو وصل و قرار میسر ہو جاتا ہے اس مرتبہ کو ولایت خاصہ کہا جاتا ہے۔



و ثَالِثًا يَافِت نِيز دَررَنَگ ذوق يَافِت مَفقود شد - فَالْحَالَةُ  
 اور ثَالِثًا ذوق يَافِت كِي مَانَد يَافِت بَهِ مَفقود ۳ هُوَ كِي - پَس دوسرِي حَالَت  
 الثَّانِيَّةُ حَالَةُ الْكَمَالِ وَالْوُصُولِ إِلَى دَرَجَةِ الْوَلَايَةِ الْخَاصَّةِ وَالْمَقَامِ  
 (يَافِت) كَمَالِ اور وِلَايَتِ خَاصَّةِ كِي دَرَجَةِ تَك وَصُولِ كِي حَالَت هِي اور تيسرَا مَقَامِ (يَافِت) كَا  
 الثَّالِثُ مَقَامُ التَّكْمِيلِ وَالرُّجُوعِ إِلَى الْخَلْقِ لِلدَّعْوَةِ . وَالْحَالَةُ السَّابِقَةُ  
 (مَفقود هُونَا) تَكْمِيلِ اور دَعْوَتِ (اِرشَادِ) كِي لِي مَخْلُوقِ كِي طَرَفِ رُجُوعِ كَا مَقَامِ هِي - حَالَتِ سَابِقَةُ  
 كَمَالٍ فِي جِهَةِ الْجَذْبَةِ فَقَطْ . فَإِذَا انْضَمَّ إِلَيْهَا السُّلُوكُ وَتَمَّ حَصَلَتِ  
 (ذوق يَافِت) سَرَفِ جِهَتِ جَذْبَةٍ مِثْلِ كَمَالِ هِي - جَبِ اس (جَذْبَةٍ) كِي سَاتِهُ سَلُوكِ  
 الْحَالَةُ الثَّانِيَّةُ ثُمَّ الثَّالِثَةُ .

شَامِلِ هُوَ جَائِءِ اور كَمَلِ هُوَ جَائِءِ تُو دوسرِي حَالَتِ حَاصِلِ هُوَ جَائِءِ هِي پَهِر تيسرِي حَالَتِ -

## فَقْدِ يَافِت

۳ جَبِ طَالِبِ صَادِقِ بَارِگَاهِ قَدَسِ جَلِ سُلْطَانَةِ تَكِ پَهِنِجِ جَاتَا هِي تُو وصالِ كِي بَعْدِ  
 فِرَاقِ، عَرُوجِ كِي بَعْدِ نَزُولِ كَا مَرْتَبَةِ آتَا هِي، اس دَرَجَةِ مِثْلِ يَافِتِ گَمِ هُوَ جَائِءِ هِي اس  
 لِي سِي فَقْدِ يَافِتِ كِي جَاتَا هِي -

يِه رِشْدِ و هِدَايَتِ اور تَبْلِيغِ و دَعْوَتِ كَا مَرْتَبَةُ هِي جِسِي مَقَامِ تَكْمِيلِ بَهِ كِي جَاتَا هِي - اس  
 نَزُولِ مَرْتَبَةِ مِثْلِ صَوْفِي كُو اس لِي نِيچِي بِيحَا جَاتَا هِي كِي جِس رِستِي سِي وِه وَاصلِ بَحْتِ هُوَا  
 هِي اِسي رِستِي سِي دوسرِي لُوگوں كُو بَهِ حَرِيمِ يَار تَكِ پَهِنِجَائِي - اس قِسمِ كَا صَوْفِي بَظَاهِرِ  
 بَاهِمِ هُوَتَا هِي مَگرِ بَاطنِ بِي هِمِه هُوَتَا هِي ..... بَظَاهِرِ لُوگوں كِي سَاتِهُ هُوَتَا هِي مَگرِ بَاطنِ  
 بَاخْدَا هُوَتَا هِي ..... بَظَاهِرِ جَلُوتِ مِثْلِ هُوَتَا هِي مَگرِ بَاطنِ خَلُوتِ مِثْلِ هُوَتَا هِي ..... مَشَاخِ



وَلَيْسَ لِلْمَجْدُوبِ الْمُجَرَّدِ عَنِ السُّلُوكِ مِنَ الْحَالَةِ الثَّانِيَةِ وَالثَّلَاثَةِ  
 اور اس مجذوب کیلئے جو سلوک سے خالی ہو دوسری اور تیسری حالت  
 نَصِيبٌ أَصْلًا - فَالْكَامِلُ الْمُكْمَلُ هُوَ الْمَجْدُوبُ السَّالِكُ  
 میں سے ہرگز کوئی حصہ نہیں ہے پس کامل مکمل مجذوب سالک ہی ہے

نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک اسی مقام کو خلوت در انجمن کہتے ہیں۔ خواجہ خواجگان  
 حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی قدس سرہ نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش

اس چینی زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اس قسم کے صوفی کا کلام دوا، توجہ اکسیر اور نظر کیمیا ہوتی ہے۔ شمس الہند حضرت

سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور قدس سرہ العزیز (تاجدار آلو مہار شریف ضلع

سیالکوٹ) کے متعلق منقول ہے کہ آپ اپنے حجرہ مبارکہ میں اکثر مراقب رہتے اور

ادراکِ بسیط کی منزلوں میں گم رہتے، جب نماز کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو

جس پر پہلی نظر پڑ جاتی اس کے لطائف میں ذکر جاری ہو جاتا۔ (وللہ الحمد)

اس مرتبے میں صوفی اور سالک رجوع کے بعد خلق خدا کی تعلیم و تربیت اور

رشد و ہدایت کے فرائض کی انجام دہی پر مامور ہوتا ہے اور قافلوں کے قافلے حریم

یارتک پہنچاتا ہے۔ سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی

مشائخ نقشبندیہ کے اس مرتبے کو بیان کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں۔

نقشبنداں عجب قافلہ سالارا نند

کہ بحر می روند پہاں قافلہ را

جب ذوق یافت والے سالک کو کوئی شیخ کامل مکمل میسر آ جائے جو اسے راہ



ثُمَّ السَّالِكُ الْمَجْدُوبُ وَمَا سِوَاهُمَا فَلَيْسَ بِكَامِلٍ وَلَا مُكْمَلٍ أَصْلًا

پھر سالک مجذوب ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ ہرگز نہ

فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ الْبَشَرِ

کامل ہے نہ مکمل۔ لہذا تو کم ہمت نہ بننا۔ صلوٰۃ و سلام ہو خیر البشر

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْأَطْهَرِ .

ہمارے آقا حضرت محمد اور آپ کی آل اطہر پر

سلوک پر گامزن کر دے اور عروجی منازل میں اسے برابر رہنمائی ملتی رہے تو اس کا جذبہ سلوک کے ساتھ مل جاتا ہے لہذا اب وہ مجذوب سالک کہلائے گا۔

## سالک اور مجذوب کے مختلف درجات

۴ ایسا سالک جسے جہت جذبہ تو میسر ہو مگر وہ سلوک سے محروم ہو اسے نہ تو ولایت خاصہ کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور نہ ہی اسے مقام تکمیل حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے وہ تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت کے منصب کا اہل نہیں ہوتا۔

① ایسا صوفی جسے وصال یار کے بعد لوگوں کی تربیت و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کے لئے واپس عالم خلق کی طرف لوٹا دیا جائے اسے کامل مکمل سالک کہا جاتا ہے اسی کو مجذوب سالک بھی کہتے ہیں اور یہی افضل مرتبہ ہے جسے نبوت و رسالت کی نیابت و خلافت حاصل ہوتی ہے۔

② ایسا صوفی جس کے جذبہ پر اس کا سلوک مقدم ہو اسے سالک مجذوب کہا جاتا ہے، گویہ بھی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتا ہے مگر اس کی توجہات مجذوب سالکین اور محبوبین کے لئے کافی نہیں ہوتیں۔ (واللہ اعلم)



○..... جو سالک محض مجذوب ہو یا فقط سالک ہو وہ خود کامل نہیں ہوتا، فلہذا دوسروں کی تکمیل بھی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود ناقص ہے۔

○..... حق تعالیٰ جس پر کرم کرتے ہوئے ذوق یافت (جذبہ) عطا فرمائے تو اسے شیخ کامل مکمل کی نگرانی میں حق تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ لینی چاہئے۔ بقول شاعر

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے  
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے



## مِنهَا ۴

ایس درویش دراوا خر ماہ ربیع الآخر، بخدمتِ عزیزے  
 یہ درویش ۱ ماہ ربیع الثانی کے آخر میں ایک عزیز کی خدمت میں  
 کہ از خلفائے این خانوادہ بزرگ بودند، مشرف گشت  
 جو اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے تھے مشرف ہوا۔  
 وطریقہ ایس بزرگواران را اخذ نموده در منتصف شهر  
 اور ان بزرگوں کے طریقہ کو اخذ کیا۔  
 رجب ہماں سال بحضور نقشبندیہ کہ دران موطن  
 ماہ رجب کے وسط میں اسی سال حضور نقشبندیہ سے جو اس مقام میں  
 اندراج نہایۃ در بدایۃ ست مستبعد گشت۔  
 اندراج نہایت در بدایت ہے سعادت مند ہوا

۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ عارف باللہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے  
 دست حق پرست پر ۱۰۰۸ھ ماہ ربیع الثانی کے آخری ایام میں بیعت سے مشرف ہوئے  
 اور حضرت خواجہ قدس سرہ کی زیر نگرانی سلوک نقشبندیہ طے کرنا شروع فرمایا تو ماہ  
 رجب کے وسط تک اڑھائی ماہ میں آپ کو حضور نقشبندیہ حاصل ہو گیا۔ والحمد للہ

علی ذالک



وَأَنْ عَزِيزٌ فَرَسُودٌ كَمَا نَسَبَتْ نَقْشَبَنْدِيَّةٌ عِبَارَتِ أَزِيں  
 اور ان عزیز نے فرمایا کہ نسبت نقشبندیہ ۲ اسی حضور سے عبارت  
 حضور است۔ و بعد از دہ سال کامل و چند ماہ در نصف  
 ہے پورے دس سال اور چند ماہ کے بعد ماہ ذی قعدہ کے نصف

### نسبت نقشبندیہ

۲ نسبت نقشبندیہ، دوام حضور مع اللہ بلا غیبوبہ سے عبارت ہے یعنی  
 عارف کو ذات حق کے ساتھ ایسی حضوری و آگہی حاصل ہو جو دائمی ہو اور کبھی غیبت و  
 پوشیدگی قبول نہ کرے، اسی مقام کو تجلی ذاتی دائمی سے تعبیر کرتے ہیں۔ خواجہ جہاں  
 حضرت خواجہ عبدالخالق عجد وانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ”یادداشت“ کا نام دیا ہے۔

نسبت نقشبندیہ کی بلندی و فوقیت کا راز اندراج النہایت فی البدایت میں پنہاں  
 ہے یعنی جو جذبہ دوسرے سلاسل طریقت میں انتہاء میں عطا فرمایا جاتا ہے، وہ اس  
 سلسلہ عالیہ کے سالکوں کو ابتداء میں ہی دے دیا جاتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک  
 جذبہ دو قسم پر ہے۔

جذبہ بدایت اور جذبہ نہایت

اس سلسلہ عالیہ میں جذبہ بدایت سالک کو ابتداء میں اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ  
 طالب جذبہ کی لذت چکھے بغیر مرنہ جائے، یہ خواجہ بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری  
 قدس سرہ کی طرف سے اپنے مریدوں کے لئے خیرات اور سوغات ہے۔

نسبت، علاقہ بین الطرفين کو کہا جاتا ہے یعنی خدا اور بندہ مومن کے درمیان جو  
 تعلق طریقت کے اعتبار سے ہوا سے نسبت کہتے ہیں۔ ہر سلسلہ طریقت کا خدا کے  
 ساتھ تعلق مختلف ہوتا ہے۔ کسی کا تعلق، ہجر ہے تو کسی کا تعلق، وصل..... کسی کا تعلق، درد



اول ماہ ذی القعدہ، آن نہایتے کہ در بدایۃ از پس  
 اول میں وہ نہایت جو بدایت ۳ میں ابتدائی اور درمیانی  
 چندیس پردہ ہائے بدایات و اوساط جلوہ گر شدہ بود  
 بیشمار پردوں کے پیچھے سے جلوہ گر ہوئی تھی نقاب چاک  
 خرق روپوش نمودہ متجلی گشت و بیقین پیوست کہ  
 کر کے عیاناً جلوہ گر ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ بدایت میں  
 در بدایۃ صورتے بود ازیں اسم، و شبحے بود ازیں پیکر  
 ایک صورت تھی اسی اسم کی اور مثال تھی اسی پیکر کی اور ایک اسم تھا  
 و اسمے بود ازیں مسمی، شَتَان مَابَيْنَهُمَا - حقیقت کارا این  
 اسی مسمی کا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ حقیقت حال اس جگہ منکشف

ہے تو کسی کا تعلق محبت..... کسی کا تعلق عشق ہے تو کسی کا تعلق اضطراب..... کسی کا تعلق  
 وجد ہے تو کسی کا تعلق سکون..... جبکہ طریقت نقشبندیہ کا تعلق حضور کا ہے۔ والحمد  
 لله على ذلك

جب اس حضور میں دوام و قرار ہو، سالک ہمہ وقت خدا کی بارگاہ میں حاضر باش  
 رہے اور ایک لمحہ کیلئے انقطاع اور تعطل نہ ہو اسی کو حضور مع اللہ بلا غیبوبہ کہا جاتا ہے۔

### جذبہ بدایت

۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ابتدائے سلوک میں جذبہ بدایت حاصل ہوا تھا  
 لیکن تفصیلی سلوک دس سال اور چند ماہ میں طے کرنے کے بعد ابتدائی حجابوں اور



جامنکشف شد و سر معاملہ این جا آشکارا گشت . مَنْ لَمْ يَذُقْ  
 ہوگئی اور معاملہ کا راز اس جگہ آشکار ہو گیا۔ جس نے نہیں چکھا وہ اسے نہیں سمجھ سکتا۔  
 لَمْ يَذُرُوا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ عَلَى سَيِّدِ الْأَنَامِ وَالِإِلَهِ الْكِرَامِ وَأَصْحَابِهِ الْعِظَامِ  
 اور درود و سلام ہو سید الانام، آل کرام اور صحابہ عظام پر

درمیانی واسطوں کے جملہ نقاب الٹ کر جذبہٴ نہایت اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں اور کرم  
 گتیریوں کے ساتھ تشریف فرما ہو گیا۔ واللہ الحمد  
 جب آپ کو جذبہٴ نہایت حاصل ہوا، حقیقتِ کار کھل کر سامنے آئی اور علم الیقین  
 سے حق الیقین تک رسائی نصیب ہوگئی تو آپ کو اس بات کا علم ہو گیا کہ اسم اور مسمیٰ ،  
 مثال اور جسم، صورت اور حقیقت میں بہت فرق ہے کَمَا لَا يَخْفَى عَلَىٰ أَرْبَابِ  
 الْبَصِيرَةِ لیکن اس جذبہٴ نہایت کی لذت و حلاوت بغیر چکھے معلوم نہیں ہو سکتی۔ و بد  
 ونه خرط القتاد

ذوق این مے نہ شناسی بہ خدا تا نہ چشی  
 اللَّهُمَّ اسْقِنَا وَاغْنِنَا بِفَضْلِكَ وَمِنْكَ بِرَحْمَتِكَ  
 یا ارحم الراحمین



## مِنهَا - ۵

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اِس درویش روزے در حلقہ یاران اور اپنے رب (کریم) کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کیجئے۔ یہ درویش ایک روز خود نشستہ بود، و نظر بر خرابیہائے خود داشت و این نظر اپنے دوستوں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اور اپنی خرابیوں پر غور کر رہا تھا غالب آمدہ بود بحدیکہ خود را بے مناسبت تام باین اور یہ دید اس حد تک غالب آگئی کہ خود کو اس وضع (درویشی) کے بالکل بے مناسب

### تحدیثِ نعمت

۱۔ جب حق تعالیٰ کسی بندہٴ مومن پر انعامات و عنایات اور احسانات فرماتا ہے تو بعض اوقات اس کے اظہار و بیان کی اجازت دی جاتی ہے جس میں بعض حکمتیں اور مصلحتیں پنہاں ہوتی ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحدیثِ نعمت کے اظہار کا حکم فرمایا وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ: ۱۱) یعنی اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کیا کرو۔

### تحدیثِ نعمت سے ممانعت کی وجوہات

جس سالک کو اظہارِ نعمت کی اجازت نہ ہو تو اس کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔



- ..... جاہلوں کے سامنے بیان کرنے سے فتنہ برپا ہو سکتا ہے۔
  - ..... حاسدین بر بنائے حسد سازشیں کر سکتے ہیں۔
  - ..... حاضرین کے سامنے کھلے بندوں اظہارِ اسرار اگر ان کے علم و عقل سے وراء ہو تو یہ مفید مطلب نہیں ہوتا۔
  - ..... سامعین میں فہم اسرار کی استعداد مفقود ہو سکتی ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے جب حروف مقطعات میں سے حرف ”ق“ کے اسرار بند کمرے میں بیان فرمائے تو حضرت سامع برداشت نہ کر سکے اور بیہوش ہو گئے۔
- (حضرات القدس حصہ دوم مترجم: ۷۰)

○ ..... دوران بیان، سالک ریاکاری اور نمائش کا شکار بن سکتا ہے۔

○ ..... سُمعہ بھی وجہ ہو سکتی ہے۔

○ ..... رعونت اور تکبر بھی باعث ہو سکتا ہے۔

○ ..... تعلیٰ اور دعویٰ کی بُو پیدا ہو سکتی ہے۔

## تحدیثِ نعمت کے اظہار کی وجوہات

جن اکابرین طریقت نے واقعات و بشارات اور مکاشفات و منامات بیان فرمائے ہیں، وہ تزکیہ نفس کی نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال تھے اس لئے جب انہیں تحدیثِ نعمت کی اجازت ملی تو اس کی درج ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

○ ..... مریدین و متوسلین کو اپنے سلسلہ طریقت کی صداقت اور حقانیت بتانا مقصود ہو سکتا

ہے۔ جیسا کہ خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی امت کو جنت کی بشارت سناتے

ہوئے ارشاد فرمایا کُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى (صحیح البخاری، رقم

الحدیث: ۶۷۳۷) سوائے میرے منکر کے میری ساری امت جنت میں جائے گی۔



- ..... گمراہ لوگوں کو راہ ہدایت پر لانا۔
- ..... مخالفین اور معاندین کو خائب و خاسر کرنا۔
- ..... دین اسلام کی سچائی اور حقانیت غیر مسلموں پر واضح کرنا۔
- ..... ملحدوں کو ناکام و نامراد کرنا۔
- ..... فلسفہ زدہ، ملاحدہ اور مادہ پرست طبقہ کو اہل اللہ کی عظمت منوانا۔

## ایک روحانی مرض اور اس کا علاج

سائلین طریقت کو اذکار و عبادات، اور ادو وظائف اور اعمال صالحہ کے بجالانے کے بعد بسا اوقات عجب و نحوت پیدا ہو جاتی ہے جو سالک کیلئے زہر قاتل اور مہلک مرض ہے اور اعمال صالحہ کو یوں خاکستر کر دیتی ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر رکھ کر دیتی ہے یہ عجب و نحوت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب سالک اعمال صالحہ کو خوب سے خوب تر جانتا ہے۔ اس لئے اہل طریقت نے اس کا علاج اس کی ضد بتایا ہے یعنی ہر وقت دیدِ قصور سالک پر غالب رہے اور وہ ہمہ وقت اپنے اعمال اور نیت کو تہمت زدہ جانے اور انہیں ناقابل قبول اور لائق رد سمجھے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے رَبِّ قَارِيٍّ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ (روح المعانی جزء ۱۶: ۳۹۵) اور كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَا وَالْجُوعُ (سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۲۷۷۶) یعنی بہت سے قرآن کے قاری ایسے ہیں کہ جن پر قرآن لعنت کرتا ہے اور بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کو سوائے پیاس اور بھوک کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

(مزید تفصیلات کیلئے مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۵۳ ملاحظہ ہو)



وضع می یافت۔ دریں اثنا بحکم ” مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ “

پا رہا تھا اسی اثنا میں من تواضع لله رفعه الله کے مصداق ۳ اس

ایس دور افتادہ را از خاکِ مذلت برداشتند۔ وایں ندا

دور افتادہ کو ذلت کی خاک سے اٹھایا اور یہ ندا اس کے باطن میں دی۔

درسراو در دادند۔ کہ ” غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ إِلَيَّ

میں نے تجھے بخشا اور اسے (بھی) جس شخص نے تجھے میری طرف

بِوَسِيَّةٍ أَوْ بغيرِ وَسِيَّةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ “

وسیلہ بنایا کسی واسطہ سے یا بغیر واسطہ کے روز قیامت تک

۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دیدِ قصور، اعمالِ صالحہ اور

نیوؤں کے متہم جاننے کی کیفیت مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ میں اپنے اندر اہل اللہ کی

نسبت بھی محسوس نہیں کرتا تھا۔ درج ذیل اشعار آپ کی اس کیفیت کے غماز معلوم ہوتے

ہیں۔

گر طاعت خود نقشِ کُرم بر نانے و آن نانِ نہم پیشِ سگے نادانے

و آن سگ سالِ گرسنہ در کھدانی از ننگِ بر آن نانِ نہدِ دندانے

## تواضع

۳ تواضع عاجزی و انکساری و کم مائیگی اور فروتنی کو کہا جاتا ہے۔

اہل اللہ نے تواضع کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

تواضع مذمومہ اور تواضع محمودہ



## تواضع مذموم

دنیا دار، اہل ثروت اور جاہ طلب امراء کے سامنے سر نیاز خم کرنا یا شریعت مطہرہ نے جہاں اکڑ کر چلنے کا حکم دیا ہے، وہاں عاجزی اختیار کرنا تواضع مذموم ہے۔ جیسے کہ دوران طواف حاجی کو رمل کا حکم ہے تاکہ اغیار کے دلوں پر مسلمانوں کی سطوت و ہیبت طاری ہو جائے۔ سالکین کا ذاتی اغراض و مقاصد کیلئے دنیا داروں کے ہاں جانا اہل طریقت کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے دنیا داروں کے ساتھ میل ملاپ اور تعلقات بڑھانے بلکہ انہیں دیکھنے سے بھی منع فرمایا ہے اور مقولہ بِئْسَ الْفَقِيرُ عَلَىٰ بَابِ الْأَمِيرِ انہی لوگوں پر چسپاں ہوتا ہے۔

## تواضع محمود

اہل اللہ کا نیاز مند، امراء اور فیاض طبع اغنیاء کے ساتھ اخلاق و مروت سے پیش آنا اور ان کی اصلاح احوال، دعوت و تبلیغ اور حاجت مندوں کی حاجت برآری کیلئے ان کے پاس تشریف لے جانا تواضع محمود کہلاتا ہے جیسا کہ قدوۃ الابرار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز شاہان وقت کے پاس حقداروں کی دادرسی کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بھی جہانگیر کے ساتھ رہ کر اس سے ترویج شریعت اور تخریب بدعت کا کام لیا۔ یونہی آپ کے صاحبزادگان و نبیرگان علیہم الرحمۃ والرضوان نے شاہ جہاں اور بالخصوص محی السنہ والاسلام اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ سے احیائے اسلام کے کام لئے۔ (مزید تفصیلات کے لئے مقامات معصومی از محقق دوراں پروفیسر محمد اقبال مجددی ملاحظہ فرمائیں)



وبتکرار باین معنی نواختند بحدیکہ گنجائش ریب نماںد  
حد تک کہ شک کی گنجائش نہ رہی ۴ اور بار بار اس معنی کے ساتھ نوازتے رہے۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ سُبْحَانَهُ عَلٰی ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا  
اس ( نعمت ) پر اللہ سبحانہ کی بے شمار حمد ہے ایسی حمد جو کثیر، طیب،

مُبَارَكًا فِيْهِ مُبَارَكًا عَلَيِّهِ وَكَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى  
جس میں برکت ہو، جس پر برکت ہو اور جیسی ہمارا پروردگار چاہتا اور پسند فرماتا ہے

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ كَمَا يَحْرٰى  
اور درود و سلام ہو اس کے رسول ہمارے آقا حضرت محمد اور آپ کی آل پر لا تعداد

## حضرت امام ربانی اور تواضع

۴ جب انتہائے عجز اور کمال تواضع کی بنا پر حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اپنی  
مغفرت کی فکر دامنگیر ہوئی اور خیال آیا کہ نجانے ہمارے ساتھ خدائے بے نیاز کیا  
معاملہ فرمائے گا تو آپ کو خاک مذلت سے اٹھا کر انتہائی بلندیوں پر لے جایا گیا اور  
ہاتھ غیب سے ندائی غَفَرْتُ لَكَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِكَ اِلَيَّ بِوَاسِطَةٍ اَوْ  
بِغَيْرِ وَاِسِطَةٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ یعنی اے مجدد الف ثانی! میں نے تجھے بخشا اور  
قیامت تک آنے والے تیرے متوسلین کو بھی بخشا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ  
فرماتے ہیں کہ اس مژدہ مغفرت کا بار بار الہام ہوا کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی  
گنجائش نہ رہی۔ والحمد لله على ذلك

## وارثانِ جنت اور اذنِ شفاعت

اہل اللہ حق تعالیٰ کی عطا و اذن سے جنت کے مالک اور وارث ہوتے ہیں جیسا



کہ قرآن کریم میں ہے:

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم: ۶۳)

یعنی جنت کو ہم نے اپنے پرہیزگار بندوں کی وراثت میں دے دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر التابعمین حضرت خواجہ اولیس قرنی رضی اللہ عنہ

کے متعلق ارشاد فرمایا۔

”از قرن اویس نام کہ او را بقیامت ہم چند گوسفندان

ربیعہ ومضر شفاعت خواہد بود اندر امت من“ یعنی قرن میں اولیس

نامی ایک شخص ہے وہ میری امت کیلئے قیامت کے روز قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑ بکریوں

کی تعداد کے برابر لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ (کشف المحجوب فارسی: ۸۸)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے متعلق بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بیان فرمایا: يَكُونُ رَجُلٌ فِي أُمَّتِي يُقَالُ لَهُ صَلَةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَكَذَا (طبقات کبریٰ جلد ہفتم، کنز العمال جلد: ۷)

ترجمہ: میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جس کو ”صلہ“ کہا جائے گا اور اس کی

شفاعت سے میری امت کے لاتعداد لوگ جنت میں جائیں گے۔

چونکہ اس نعمت و بشارت کے افشاء و اعلان کا حکم دے دیا گیا ہے اس لئے اس

کے اظہار میں کوئی نفسانی آمیزش نہیں کیونکہ میں مامور من اللہ ہوں۔

جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اور اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری سنائی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبعیت

و نیابت میں اکابر مشائخ طریقت نے اپنے اپنے مریدین و متوسلین سے بخشش کا وعدہ

فرمایا ہے۔

چنانچہ غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:



مُرِيدِي لَا تَخَفُ اللَّهُ رَبِّي عَطَانِي رِفْعَةً نِلْتُ الْمَنَالِي

یعنی اے میرے مرید! نہ ڈر، اللہ میرا رب ہے، اس نے مجھے رفعت عطا فرمائی ہے، میں نے اسے پالیا ہے۔ (قصیدہ غوثیہ)

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ الصمد اپنے مریدین کو ارشاد فرماتے ہیں۔ ”جس نے ہمارا جو تا بھی سیدھا کیا ہم اس کی بھی شفاعت کریں گے“

یہ بھی آپ کا ہی ارشاد ہے

مکینہ یاران من تا پنجاہ قدم شفاعت می کند  
یعنی جہاں میرے ادنیٰ مرید کی قبر بنے گی وہ اپنے ارد گرد پچاس قدم تک اہل قبور کی شفاعت کرے گا۔

### مسئلہ شفاعت

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں مسئلہ شفاعت بیان کر دیا جائے تاکہ فہم منہا میں آسانی رہے۔

شفاعت شَفْع سے مشتق ہے جس کا معنی ”ملنا“ ہے اس کا مقابل ”وتر“ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (الفجر ۸۹: ۳)..... قسم ہے جنت اور طاق کی

شفاعت کرنے کا حق صرف انہی حضرات کو حاصل ہوگا جنہیں حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے اذن شفاعت دیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت کریمہ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (البقرہ ۲۵۵: ۲) سے عیاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر فرمانا اس کا فضل ہے۔ جیسا کہ



آیات کریمہ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ (آل عمران ۳: ۷۳) اور وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ (الشورى ۴۲: ۲۵) اور ارشاد نبوی وَلَوْ رَحِمَهُمْ لَكَانَتْ رَحْمَتُهُ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْ اَعْمَالِهِمْ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۷۴) سے عیاں ہے۔ جبکہ حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کے معاصی اور گناہوں پر گرفت فرمانا اس کا عدل ہے۔

جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الحشر ۵۹: ۷) اور ارشاد نبوی لَوْ اَنَّ اللّٰهَ عَذَّبَ اَهْلَ سَمَاوَاتِهِ وَاَهْلَ اَرْضِهِ عَذَّبَهُمْ وَهُوَ غَيْرُ ظَالِمٍ لَّهُمْ (ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۷۴) سے واضح ہے۔

مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو بالعموم اور حضور رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود، لوائے مدود اور حوض مورود میں بالخصوص اپنے گناہ گار بندوں کی شفاعت کا حق عطا فرمایا ہے۔

جیسا کہ فقہ اکبر میں ہے شَفَاعَةُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَقٌّ وَ شَفَاعَةُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ وَسَلَّمَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْمُدْنِيْنَ وِلَا اَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْهُمْ الْمُسْتَوْجِبِيْنَ لِلْعِقَابِ حَقٌّ ثَابِتٌ يعنى انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت حق ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے مرتکبین جو عتاب کے سزاوار ہونگے ان کے لئے حق اور ثابت ہے۔

جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات اُعْطِيَتْ الشَّفَاعَةُ (المصنف ابن ابی شیبہ جزء ۱۳: ۱۶۷) (مجھے مرتبہ شفاعت عطا فرمایا گیا ہے) سے ثابت ہے۔

عقائد نسفی میں عقیدہ شفاعت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَالشَّفَاعَةُ ثَابِتَةٌ لِلرُّسُلِ وَالْاٰخِيَارِ فِيْ حَقِّ اَهْلِ الْكِبَائِرِ يعنى



رسل عظام اور صالحین کی شفاعت کبار کے مرتکبین کے حق میں ثابت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۳۵۹)

میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے۔

ایک مقام پر یوں ارشاد فرمایا:

يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةٌ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۳۰۴)

یعنی قیامت کے روز تین قسم کے لوگوں کی شفاعت قبول کی جائے گی انبیاء کی

پھر علماء کی پھر شہداء کی۔

ان کے علاوہ ملائکہ، فقراء، صلحاء، اتقیاء، اطفال مومنین، قرآن مجید، ماہ رمضان

کے روزے اور کعبہ مقدسہ وغیرہا کی شفاعت بھی آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی

صاحبہا الصلوات سے ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے اقسام شفاعت کے

متعلق متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں بعض نے ۸ اور ۹ قسم کی شفاعت کا قول کیا ہے اور

بعض نے شفاعت کی تیرہ اقسام بیان فرمائی ہیں۔

شفاعت کی دو معروف قسمیں ہیں

شفاعت کبریٰ اور شفاعت صغریٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ بھی فرمائیں گے اور شفاعت صغریٰ بھی

شیخ الاسلام حضرت شیخ شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

لِكُلِّ هَوَالٍ مِنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ



## شافع اول

روز قیامت مرتبہ شفاعت کبریٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مخلوقات اور جمیع امم یہاں تک کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰات بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیاز مند ہوں گے۔ روز قیامت اولین و آخرین، موافقین و مخالفین اور مومنین و کافرین سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں رطب اللسان ہوں گے۔ اسی مفہوم کو دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا

شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر

امام الہدیٰ صدر دیوانِ حشر

اس کا بزبان پنجابی حضرت میاں محمد بخش عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمہ کیا

صدر نشین دیوان حشر و افسر وچ اماں

کل نبی محتاج اوسیدے نفراں وانگ غلاماں

آپ کی بارگاہ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰات میں عرض کریں گے ”اِشْفَعْ لَنَا

اِلٰی رَبِّكَ“ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے چنانچہ آپ عرش کے نیچے خدا

تعالیٰ کے حضور سر بسجود ہو کر اس کی حمد و ثناء بیان کریں گے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا

جائے گا يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاسَكَ سَلْ تُعْطَهُ وَاَشْفَعُ تُشَفِّعُ (صحیح البخاری،

رقم الحدیث: ۴۳۴۳) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک اٹھاؤ اور سوال کرو آپ

کو دیا جائے گا، شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔

شفاعت کبریٰ کے اس منصب کو ایک اور مقام پر بھی یوں بیان فرمایا گیا ہے اَنَا

اَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفِّعٍ (الاوائل للطبرانی، رقم الحدیث: ۶) یعنی میں ہی سب سے

پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اس کے بعد دیگر



انبیاء اور محبوبان خدا کو اذن شفاعت ہوگا۔

یاد رہے کہ کاشف الغمۃ، نبی الرحمة حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شفاعت بالوجاہت، شفاعت بالمحبۃ اور شفاعت بالاذن ہر قسم کی شفاعت متحقق ہے، فلہذا جو بھی آپ کی شفاعت کا منکر اور مکذب ہے، وہ شفاعت سے محروم رہے گا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ مَنْ كَذَّبَ بِهَا لَمْ يَنْلُهَا (تفسیر حقی جزء ۱: ۱۵۳) یعنی میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کیلئے ہے جس نے اسے (شفاعت کو) جھٹلایا وہ اس سے محروم رہے گا۔



بعد ازاں بافشائے ایس واقعہ مامور ساختند۔

اس کے بعد اس واقعہ کے ظاہر کرنے کا حکم دیا گیا۔ ۵

اگر پادشہ بردر پیر زن - بیاید تو امے خواجہ سبلیت مکن

اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے تو امے خواجہ اس کی عیب جوئی نہ کرے

إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ

یقیناً تیرا پروردگار وسیع مغفرت والا ہے۔

۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ مجھے اللہ کی طرف سے حکم ملا کہ یہ نعمت جو میں نے تمہیں اور تمہارے سلسلہ کو عطا فرمائی ہے اس کو لوگوں پر ظاہر کرو۔ اس واقعہ کے اظہار میں میری کوئی نفسانی خواہش شامل نہیں بلکہ میں اس کے انشاء و اظہار پر مامور ہوں۔

۶ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ایک انتہائی خوبصورت اور پر مغز شعر سے اپنے موقف کو موکد فرمایا ہے اس کا مفہوم یوں ہے

اگر بادشاہ وقت کسی بوڑھی عورت کے دروازے پر خود چل کر آ جائے تو امے خواجہ آپ اس بڑھیا پر اعتراض نہ کریں کیونکہ اس میں بڑھیا کا کوئی کمال نہیں وہ تو بے چاری عاجز و ناتواں ہے یہ بادشاہ کی مہربانی اور کرم ہے کہ شاہی محل چھوڑ کر اس بڑھیا کی جھونپڑی میں آ گیا۔



## مِنْهَا - ۶

سیر الی اللہ عبارت از سیر تا اسمے است از اسمائے الہی جلّ  
سیر الی اللہ عبارت ہے اسماء الہی جلّ شانہ میں سے اس اسم تک سیر سے  
شانہ کہ مبدأ تعین سالک است . و سیر فی اللہ عبارت از سیر  
جو سالک کا مبدأ تعین ہے اور سیر فی اللہ اس اسم (اللہ) میں سیر سے عبارت ہے  
دراں اسم است۔ اِلٰی اَنْ يَنْتَهِيَ اِلٰی حَضْرَةِ الذَّاتِ الْاَحَدِيَّةِ  
یہاں تک کہ وہ ذات احدیت تک منتہی ہو جو  
الْمُجَرَّدَةِ عَنْ اِعْتِبَارِ الْاَسْمَاءِ وَالصِّفَاتِ وَالشُّيُونِ وَالْاِعْتِبَارَاتِ  
اسماء ، صفات ، شیونات ، اور اعتبارات کے ہر اعتبار سے مجرد ہے

سیر

۱۔ سالک کا ایک حال سے دوسرے حال، ایک تجلی سے دوسری تجلی، ایک مقام  
سے دوسرے مقام میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ اہل طریقت کے نزدیک سیر حرکت علمی  
کا نام ہے یہ سیر نہ ایسی ہوتی ہے، نہ مکانی اور نہ ہی جسمی ہوتی ہے بلکہ یہ سیر باطنی اور  
روحانی ہوتی ہے جس کا تعلق مقولہء کیف سے ہے۔

سیر علمی سے مراد سالک کا باطنی معلومات کے ساتھ علمی طور پر سیر کرنا ہے جیسے  
کوئی شخص دوران سفر دیکھے ہوئے مناظر اور منازل کا تصور کرتا ہے تو وہ تمام نقوش اور



مناظر اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم جاتے ہیں۔ یہ سیر پستیوں کی طرف نہیں بلکہ بلند یوں کی طرف ہوتی ہے یعنی زمین سے آسمانوں..... آسمانوں سے عرش..... عرش سے فوق العرش (عالم و جوب)..... اسمائے باری تعالیٰ سے صفات باری تعالیٰ..... صفات سے شیونات..... شیونات سے اعتبارات اور ذات بحت کی طرف سیر ہوتی ہے۔ جب سالکین کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی سیوراربعہ طے کرتے ہیں تو ان میں سے کسی کو تفصیلی سیر کروائی جاتی ہے اور کسی کو اجمالی۔ جن سالکین کو سیر اجمالی طے کرائی جائے وہ مراد کہلاتے ہیں اور جنہیں تفصیلی سیر طے کرائی جائے انہیں مرید کہا جاتا ہے۔

## سیر الی اللہ

۲ جب سالک علم اسفل یعنی ظلال اسماء و صفات الہی سے علم اعلیٰ یعنی اسماء و صفات الہی کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے اپنی اصل کو پہنچ کر اپنے آپ کو اس میں فانی پاتا ہے، حتیٰ کہ اپنا کوئی اثر اور اپنی کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پس اس دائرہ ظلال کی سیر کو اصطلاح صوفیاء میں سیر الی اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرہ ولایت صغریٰ (اولیاء کی ولایت کا دائرہ) ہوتا ہے۔ اس دائرہ ولایت میں تفصیلی سیر ابد الابد تک ختم نہیں ہو سکتی۔ (مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۷)

## مبدأ تعین

۳ ہر سالک کو اللہ تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم سے فیض پہنچتا ہے اور وہی اسم اس سالک کا مبدأ فیض یا مبدأ تعین یا اسم مربی کہلاتا ہے۔ جس صوفی کو بذریعہ کشف و شہود اپنا مبدأ فیض معلوم ہو جائے تو اسے عارف کہتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کی کوئی



حد نہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہر اسم کائنات کو تجلیات کے ذریعے فیض دیتا ہے، اس لئے اس کی تجلیات کی بھی کوئی حد نہیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے معروف ننانوے اسمائے گرامی بندوں کو اس کے اسماء سے متعارف کروانے کے لئے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے اسماء کا حصار و شمار ممکن نہیں۔

## سیر فی اللہ

۴ سیر الی اللہ کے بعد جب سالک اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات، شیونات و اعتبارات میں سیر کرتا ہے تو وجوب کے ان مرتبوں یعنی اسماء و صفات، شیونات و اعتبارات میں جو حرکت علمیہ (سیر علمی) واقع ہوتی ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور یہ سیر ولایت کبریٰ میں واقع ہوتی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ولایت ہے۔ یہ سیر اس مرتبے تک پہنچتی ہے کہ جس کو کسی عبارت، اشارے یا نام سے بیان نہیں کیا جاسکتا، اہل طریقت نے اس سیر کا نام بقار کھا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں سالک کو نفس مطمئنہ، شرح صدر اور حقیقت اسلام کی دولت نصیب ہوتی ہے۔

۵ اسماء و صفات، شیونات و اعتبارات اور ذات احدیت کی تعریفات اور تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔



واین تفسیر بر تقدیرے راست آید کہ مراد از اسم مبارک  
یہ وضاحت اس صورت میں درست ہوتی جب اسم مبارک "اللہ" سے  
"اللہ" مرتبہ وجوب داشته شود، کہ مستجمع اسماء  
مراد مرتبہ وجوب لیا جائے جو اسماء و صفات کا جامع ہے لیکن اگر اس اسم مبارک  
وصفات است۔ اما اگر مراد از اسم مبارک "اللہ" ذات  
"اللہ" سے مراد "ذات بخت" لی جائے تو اس مذکورہ  
بخت بودہ باشد پس سیر فی اللہ بمعنی مذکور داخل سیر  
معنی کے اعتبار سے تو سیر فی اللہ ذکر کردہ معنی میں سیر الی اللہ ہی میں داخل ہوگی  
إِلَى اللَّهِ بَاشَد وَسِيرَ فِي اللَّهِ أَصْلَابِرِي تَقْدِيرَ مَتَحَقِّقَ نَشُودِ  
اور سیر فی اللہ ہرگز اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ ۱  
چہ این سیر کہ در ذات بخت است در نقطۂ نہایۃ النہایت  
کیونکہ یہ سیر جو ذات محض میں ہے نہایت النہایت کے نقطہ میں متصور  
متصور نیست و بعد از رسیدن بآن نقطہ برے توقف رجوع  
نہیں ہے۔ اس نقطے تک رسائی کے بعد بلا توقف عالم کی طرف رجوع  
بعالم است کہ معبر بسیر عن اللہ باللہ است۔ این  
ہے جو سیر عن اللہ باللہ سے عبارت ہے۔ یہ ایسی معرفت ہے

۱ دوران سلوک جب سالک سیر فی اللہ سے مشرف ہوتا ہے تو اس سیر میں اس کی  
ابتداء اسم "اللہ" سے ہوتی ہے۔ بعد ازاں بالترتیب اسماء و صفات اور شیونات



واعتبارات کے مرتبوں میں سیر کی انتہا بالآخر ذات احدیت تک ہو جاتی ہے جو مذکورہ مرتبوں سے مجرد ہے مگر دوران سلوک سالک اسم اللہ سے مراد محض اسم نہ سمجھے بلکہ اسے یہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرتبہ و جوب میں سیر کر رہا ہوں اور یہ مرتبہ و جوب جامع اسماء و صفات ہے اور وہ اسماء و صفات میں بھی سیر سے مشرف ہو رہا ہے تاکہ ورود تجلیات کے دوران اسے تجلیات کی شناخت میں سہولت رہے کہ یہ افعال کی تجلیات ہیں، یہ اسماء کی تجلیات ہیں، یہ صفات کی تجلیات ہیں۔

اگر کوئی سالک غلطی کی بنا پر سیر فی اللہ کی ابتداء میں اسم اللہ سے محض ”ذات بحت“ مراد لے تو اس کی یہ سیر..... سیر فی اللہ نہیں بلکہ سیر الی اللہ ہی ہوگی، اسے سیر فی اللہ بالکل حاصل نہیں ہوتی کیونکہ مرتبہ نہایت نہایت میں سیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس مرتبہ تک رسائی کے بعد سالک کو بغیر کسی توقف کے عالم دنیا کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے اسی رجوع کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں یعنی تکمیل عروج کے بعد نزولی مراتب شروع ہو جاتے ہیں۔



معرفتی است کہ مخصوص بواصلان نہایۃ النہایۃ است۔  
 جو نہایت النہایت کے واصلین کے ساتھ مخصوص ہے اولیاء  
 غیر این درویش از اولیاء اللہ ہیچ کس باین معرفت تکلم  
 اللہ میں سے سوائے اس درویش کے کسی نے اس معرفت کے متعلق کوئی کلام نہیں کیا  
 نہ کردہ است۔ اَللّٰهُ یَجْتَبِیْ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَاءُ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ  
 اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہتا ہے تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار  
 وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ اَجْمَعِیْنَ۔  
 ہے اور درود و سلام ہو مرسلین کے سردار حضرت محمد ﷺ اور آپ کی تمام آل (اطہار) پر

## حضرت امام ربانی کا امتیاز

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز راہ سلوک کے ان حقائق و دقائق اور اسرار  
 و رموز کو کس قدر باریک بینی اور دقت نظر سے کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں جہاں  
 سالکین غلط فہمی کا شکار ہو کر خود کو واصل باللہ سمجھ لیتے ہیں، حق تو یہ ہے کہ اس قسم کے علوم  
 و معارف کا بیان کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے جن کے متعلق اولیائے متقدمین نے بھی لب  
 کشائی نہیں فرمائی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ



## منہا۔۔

در سیر کمالات ولایت اقدام متفاوت اند۔ جمعے باشند کمالات ولایت کی سیر میں قدم مختلف ہیں ایک جماعت ہے کہ استعداد حصول یک درجہ از درجات ولایت دارند۔ جو درجات ولایت سے ایک درجہ کے حصول کی استعداد وبعضے دیگر استعداد دو درجہ دارند وطائفہ را استعداد سه رکھتی ہے بعض دیگر دو درجہ کی استعداد رکھتے ہیں اور ایک طائفہ کو تین درجہ است۔ وگروہی را قابلیت چہار درجہ۔ واحادے درجہ کی استعداد ہے اور ایک گروہ کو چار درجہ کی قابلیت (ہے) اور کوئی کوئی باشند کہ مستعد پنج درجہ باشند۔ ہیں جو پانچ درجہ لے کی استعداد رکھتے ہیں۔

### کمالات ولایت کے درجات خمسہ

۱۔ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کمالات ولایت کے پانچ درجات بیان فرما رہے ہیں۔ جب سالکین کو دوران سلوک کمالات ولایت میں سیر نصیب ہوتی ہے تو وہ اپنی باطنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان درجات میں سے کسی درجہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔



وہم الاقلون۔ حصول درجہ اولیٰ ازین درجات پنجگانہ وابستہ اور وہ بہت ہی قلیل ہیں ان پانچ درجات میں سے پہلے درجہ کا حصول بتجلی افعال است ودرجہ ثانی منوط بتجلی صفات۔ ودرجات تجلی افعال سے وابستہ ہے اور دوسرا درجہ تجلی صفات سے متعلق ہے<sup>۲</sup> اور آخری تین ثلثہ اخیرہ، مربوط بتجلیات ذاتیہ علی تفاوت درجاتہا درجات تجلیات ذاتیہ کے ساتھ بہ تفاوت درجات مربوط ہیں

ان میں سے پہلا درجہ تجلی افعال کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ دوسرا درجہ تجلی صفات کے ساتھ اور آخری تینوں درجے بہ تفاوت مراتب تجلیات ذاتیہ کے ساتھ مربوط ہیں۔

## تجلی کا معنی و مفہوم

۲ تجلی کا معنی چمکنا..... منکشف ہونا..... ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا کے آتے ہیں..... اصطلاح صوفیاء میں کسی شے کا دوسرے مرتبے میں ظاہر ہونا تجلی کہلاتا ہے جیسے زید کی صورت کا آئینے میں ظاہر ہونا۔ صوفیائے کرام کے نزدیک تجلی کا تصور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اسماء و افعال کا کسی شان یا رنگ، کیفیت یا حالت میں اظہار، تجلی کہلاتا ہے، اسے ظہور، سریان یا مظہر سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت سید شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تجلی کی تعریف کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

التَّجَلِّيُّ مَا يَنْكَشِفُ لِلْقُلُوبِ مِنْ أَنْوَارِ الْغُيُوبِ یعنی غیبی انوار

کے دلوں پر منکشف ہونے کا نام تجلی ہے۔ (کتاب التعریفات: ۱۱۷)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تجلی کا مفہوم واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے



ہیں کہ کسی شئی کے دوسرے، تیسرے یا چوتھے مرتبے میں (جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے) ظاہر ہونے کو تجلی کہتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۲۱)

تجلی کو لباس تعین سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔

تجلی کے لئے ایک حکم خاص ہے جسے شان کہتے ہیں کُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن ۲۹:۵۵) میں یہی اشارہ ہے۔

حق تعالیٰ جب بندے پر تجلی فرماتے ہیں تو اس تجلی کا نام حق کے اعتبار سے شان الہی رکھا جاتا ہے اور بندے کے اعتبار سے اسے حال کہا جاتا ہے اور وہ ہر آن ایک نئی تجلی میں ہوتا ہے۔

ہر لحظہ جمال خود نوع دگر آرائی

شور دگر انگیزی شوق دگر افزائی (جامی)

(الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۱)

## حق تعالیٰ کا تجلی فرمانا

حق تعالیٰ مختلف درجات اور مختلف ظہورات میں تجلی فرماتا ہے جب وہ افعال کے ذریعے تجلی فرماتا ہے تو اسے تجلی فعلی کہا جاتا ہے۔

◎..... جب وہ اسماء و صفات کے ذریعے متجلی ہو تو اسے اسمائی یا صفاتی تجلی کہا جاتا ہے۔

◎..... جب وہ اپنی ذات کا ظہور فرمائے تو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔

◎..... جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنْسِي كَمَا مَطَالِبُهُ كَمَا تَوَالِدُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تجلی فرمائی: فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكَّاوَا خَرَّ مُوسَى صَعِقًا

(الاعراف: ۷: ۱۴۳)

یعنی پھر جب تجلی فرمائی موسیٰ (علیہ السلام) کے رب نے پہاڑ پر تو وہ پہاڑ ریزہ



ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو کر زمین پر آ رہے۔

## ورودِ تجلیات

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں بے انتہاء ہیں لہذا تجلیات بھی لاتعداد ہیں۔ ہر شخص پر اس کی استعداد کے مطابق جداگانہ تجلیات کا نزول ہوتا ہے جو تجلی ایک شخص پر ایک مرتبہ آتی ہے، وہ پھر دوبارہ اس پر یا کسی اور پر کبھی نہیں آتی، کیونکہ تجلیات میں تکرار نہیں ہر دم، ہر لحظہ اور ہر آن وہ نئی نئی شان میں تجلی فرماتا رہتا ہے۔ کُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ جس طرح اس کی ذات لامتناہی ہے، اسی طرح اس کی تجلیات بھی حد و حصر سے باہر ہیں۔

اے ترا بر طور دل ہر دم تجلئے دگر

طالب دیدار تو ہر لحظہ موسائے دگر

اس لئے اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی بیان فرمودہ اقسام تجلیات کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

## تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربوبیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ متجلی پاتا ہے۔ اس مشاہدے میں سالک سے حول و قوت اور فعل و ارادہ سلب ہو جاتا ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو جاری و متصرف دیکھتا ہے۔ جب صوفی پر اس تجلی کا فیضان ہوتا ہے تو بمطابق حدیث اس کی حالت و کیفیت یہ ہوتی ہے:

وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّىٰ أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحَبَبْتُهُ  
كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي



يُبْطِشُ بِهَا وَرِجْلُهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (صحیح البخاری، الرقم: ۶۰۲۱)

یعنی میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ پس جب میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ (جب قرب نوافل کا یہ عالم ہے تو قرب فرائض کا کیا مرتبہ ہوگا جو اس سے بھی بڑھ کر ہے)۔

## تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے۔ امہات صفات

آٹھ ہیں، ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں

۱..... تکوین ۲..... حیات ۳..... علم ۴..... قدرت

۵..... ارادہ ۶..... سمع ۷..... بصر ۸..... کلام

## تجلی ذاتی

اس تجلی میں سالک فنائے مطلق کے بعد اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق

ہو جاتا ہے اور محبت ذاتی سے مشرف ہو جاتا ہے اس کے تمام لطائف ماسوی اللہ کو

فراموش کر کے مقام کمال تک پہنچ جاتے ہیں۔ پس عبد، فانی ہو جاتا ہے اور حق، باقی

رہتا ہے اور اس پر حقیقتِ اخلاص ظاہر ہو جاتی ہے تو اس وقت تجلی ذاتی کا نزول ہوتا

ہے۔ اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا

ہے اور کمال توحید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اسی کو وصل عریانی کہا جاتا ہے یعنی اسماء و

صفات کے اعتبارات اور ستر ہزار حجابات (نورانی و ظلمانی) اس مقام میں سالک و



عارف کے سامنے حائل نہیں رہتے۔

## تجلی ذاتی کی قسمیں

مشائخ طریقت نے تجلی ذاتی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱..... تجلی ذاتی برقی  
۲..... تجلی ذاتی دائمی

## تجلی ذاتی برقی

اکثر مشائخ طریقت کے نزدیک تجلی ذاتی، برقی ہوتی ہے۔ یعنی آسمانی بجلی کی طرح تھوڑی دیر کے لئے سالکین کے سامنے سے اسماء و صفات کے حجابات دور ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد دوبارہ حائل ہو جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان پر حضور ذاتی کا اثر کم اور غیبت کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔

## تجلی ذاتی دائمی

اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک تجلی ذاتی، دائمی ہوتی ہے یعنی جب تجلی آتی ہے تو پھر جاتی نہیں ہمیشہ رہتی ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ میں اس کو نسبت حضور و آگہی، حضور ذاتی دائمی، دوام حضور مع اللہ بلاغیہ اور یادداشت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۱، ۱۲)

واضح رہے کہ تجلی ذاتی دائمی حضرات نقشبندیہ کا خاصہ ہے تاہم دیگر سلاسل طریقت کے اکابر مشائخ بھی اس تجلی سے شاد کام ہوتے ہیں۔

تجلی ذاتی برقی میں ولولہ اور جوش ہوتا ہے حضرات چشتیہ پر جب یہ تجلی ظاہر ہوتی ہے تو ان کی آتش عشق شعلہ زن ہوتی ہے جس کا اظہار وجد و رقص، شور و غوغا اور چیخ و پکار کی صورت میں ہوتا ہے۔



یاد رہے کہ بعض نقشبندی حضرات وجد و رقص، شور و پکار اور ذکر جہر شروع کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ نسبت نقشبندیہ کا دیگر نسبتوں کے ساتھ اختلاط اور التباس ہوتا ہے۔ وہ نقشبندی ہونے کے ساتھ ساتھ قادری اور چشتی نسبتوں کے بھی حامل ہوتے ہیں اسی لئے ان پر کبھی نسبت چشتیہ کا غلبہ ہو جاتا ہے اور کبھی نسبت قادریہ کا، بنا بریں ان کے رنگ اور ڈھنگ بدلتے رہتے ہیں۔

جبکہ خالص نسبت نقشبندیہ میں مکمل طور پر سکون و قرار اور سکوت و انخفاء ہے اس لئے ان کی آتش عشق شعلہ فشاں نہیں ہوتی بلکہ خاکستر کے نیچے چنگاری کی طرح سلگتی رہتی ہے، بجھتی نہیں۔ یہی طریقت نقشبندیہ کا انخفاء اور پوشیدگی ہے۔ بقول شاعر

وہی آبلے ہیں وہی جلن کوئی درد دل میں کمی نہیں  
جو لگا کے آگ چلے گئے وہ لگی ہوئی ہے بجھی نہیں



اکثرے ازیارانِ این درویش مناسبت بدرجہ ثالثہ دارند از اس درویش کے اکثر احباب درجات مذکورہ میں سے تیسرے درجہ کے ساتھ مناسبت درجات مذکورہ - وقلیلان مناسبت بدرجہ رابعہ، واقلان رکھتے ہیں - اور قلیل چوتھے درجہ کے ساتھ مناسبت اور بہت ہی قلیل مناسبت بدرجہ خامسہ کہ نہایت درجات ولایت است پانچویں درجہ سے مناسبت رکھتے ہیں جو درجات ولایت کی نہایت ہے ۳ وکمالیکہ نزد این درویش معتبر است ماورائے این درجات اور وہ کمال جو اس دوریش کے نزدیک معتبر ہے ان درجات سے وراء

۳ سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے زیر تربیت سالکین کے باطنی مقامات کا تجزیہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی تجلیات افعال و صفات میں مشغول نہیں بلکہ سب تجلیات ذاتیہ سے شاد کام ہیں جو کہ ولایت کے درجات خمسہ میں سے آخری تین درجات پر مشتمل ہے۔ ممکن ہے کہ تجلیات ذاتیہ سے مراد شیونات و اعتبارات اور ذات بحت کی تجلیات ہوں اور درجہ سوم کا تعلق تجلیات شیونات سے ہو، درجہ چہارم کا تعلق اعتبارات کی تجلیات سے ہو اور درجہ پنجم ذات بحت کی تجلیات سے مربوط ہو۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)



است۔ بعد از زمان اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم  
 ہے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد اس کمال نے  
 اجمعین میں کمال ظہور نیافتہ است کہ فوق کمال جذبہ  
 ظہور نہیں فرمایا جو جذبہ و سلوک کے کمال سے بلند ہے  
 وسلوک است۔ فردا انشاء اللہ تعالیٰ میں کمال در حضرت  
 کل ان شاء اللہ تعالیٰ یہ کمال حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ کمالات ولایت کے پانچ درجات سے اعلیٰ  
 ایک اور مرتبے کا ذکر فرما رہے ہیں جو کمالات ولایت اور کمالات جذبہ و سلوک سے فوق  
 تر ہے، صحابہ کرام اس مرتبہ کے حامل تھے اور وہ کمالات نبوت کا درجہ ہے۔

واضح رہے کہ کمالات نبوت و رسالت سے مراد منصب نبوت و رسالت ہرگز نہیں  
 بلکہ تبعیت اور وراثت کے طور پر ان کے کمالات اور فیضان کا پرتو مراد ہے۔ کمالات  
 نبوت کی فوقیت و فضیلت کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

ارباب ولایت کی ان کمالات نبوت تک دسترس نہیں۔ کمالات نبوت کے  
 درجات کی بلندی کے باعث اہل کشف کا کشف راہ ہی میں رہ جاتا ہے۔ کمالات  
 ولایت، کمالات نبوت کے مقابلے میں کَالْمَطْرُوحِ فِي الطَّرِيقِ (راستے  
 میں پھینکے ہوئے) کی مانند ہیں۔ کمالات ولایت، کمالات نبوت کے عروج تک پہنچنے  
 کے لئے زینہ (سیڑھی) ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۵۱)

کل قرب قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ان کمالات کا مکمل طور پر  
 ظہور ہوگا اور آپ اس نسبت کی تکمیل و تممیم فرمائیں گے۔



مہدی ظہور خواہد یافت و الصلوٰۃ والسلام علی خیر البریۃ  
میں ظہور پائے گا خیر البریۃ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود و سلام ہو

۵ ان سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ کمالات نبوت کا  
درجہ جذبہ و سلوک سے بلند تر ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد اس فقیر پر ظہور پذیر  
ہوا ہے۔

وارث کمالات محمدیہ حضرت الامام المہدی الموعود رضی اللہ عنہ

آپ خاتونِ جنت سیدۃ العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ذریت  
طیبہ میں سے نجیب الطرفین، کریم الابوین سادات سے ہونگے۔ آپ کا اسم گرامی محمد  
ہوگا..... بعض نے احمد نام کا بھی قول کیا ہے..... آپ کے والد بزرگوار کا نام نامی  
عبداللہ ہوگا..... مدینہ منورہ آپ کی جائے ولادت ہوگا..... آپ کا چہرہ انور روشن  
ستارے کی مانند تاباں ہوگا..... ناک مبارک ستواں اور دائیں رخسار پر سیاہ تل ہوگا۔

طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگا، ہر طرف وحشت و بربریت، فتنہ و فساد اور کفر  
والحادیہ ڈیرے ڈالے ہونگے۔ امت مسلمہ ظلم و ستم کی چکی میں پس رہی ہوگی۔ کوئی بھی  
ان کا پرسان حال اور دادرسی کرنے والا نہ ہوگا۔ کسمپرسی کے اس عالم میں حضرت امام  
مہدی رضی اللہ عنہ سر پہ عمامہ سجائے، دو بھاری قبائیں زیب تن فرمائے مصروف طواف  
ہونگے کہ اچانک ہاتف غیب سے ندا آئے گی۔

هَذَا الْمَهْدِيُّ (خَلِيفَةُ اللَّهِ) فَاتَّبِعُوهُ (مسند الشاميين للطرابي، رقم

الحدیث: ۹۱۱) یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت مہدی ہیں انکی اتباع کرو۔ حاضرین آپ کے  
دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کریں گے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
میں آپ کے ظہور کی علامات میں سے ایک علامت یہ ظاہر ہوگی کہ ماہ رمضان کی پہلی



تاریخ کو چاند گرہن اور پندرہ تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔ حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل (علیہما السلام) دائیں بائیں آپ کے ہم رکاب ہونگے، اس لئے آپ کا مد مقابل خائب و خاسر ہوگا۔ آپ احکام شرعیہ کی تنفیذ، سنن نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰات) کی ترویج، عسا کر اسلامیہ کی تجہیز اور بدعات نامرضیہ کی تخریب پر مامور ہونگے۔ آپ کے ہاتھوں دین اسلام کو فتح و نصرت اور مسلمانوں کو عظمت و شوکت نصیب ہوگی۔ کفارنا ہنجار اور یہود و ہنود پر غلبہ اور بالادستی حاصل ہوگی۔ ارشادات نبویہ اور آثار صحابہ میں آپ کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ اس لئے آپ کے ظہور پر ایمان لانا واجب اور آپ کی تکذیب کرنا کفر ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَنْ كَذَّبَ بِالْمَهْدِيِّ فَقَدْ كَفَرَ (الحاوی للفتاویٰ: ۲/۸۳) یعنی

جس نے امام مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔

آپ کے آخری ایام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد میں بروز جمعہ المبارک نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا فرمائیں گے۔

آپ کے دور خلافت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے سات برس کا قول کیا ہے اور بعض نے آٹھ یا نو برس بتایا ہے۔ هَكَذَا يُسْتَفَادُ عَنِ الْأَخْبَارِ وَالْأَثَارِ وَالْعِلْمِ عِنْدَ اللَّهِ سُبْحَانَهُ (مزید تفصیلات کے لئے البینات شرح مکتوبات مکتوب: ۶۷ جلد دوم ملاحظہ فرمائیں)



## مِنْهَا - ۸

واصلانِ نہایۃ النہایۃ را در وقتِ رجوعِ قہقری نزولِ باسفلِ نہایتِ نہایت کے واصلین کو رجوعِ قہقری (اٹے پاؤں واپس لوٹنا) کے غایاتِ ست - و مصداقِ وصولِ نہایۃ النہایۃ ہمیں نزولِ غایۃ وقتِ سب سے نچلے درجہ میں نزول (ہوتا ہے) اور نہایتِ نہایت کے وصول کا مصداقِ الغایۃ است - وچوں نزولِ باینِ خصوصیتِ واقعِ می شود یہی غایتِ الغایت کا نزول ہے اور جب اس خصوصیت کے ساتھ نزول واقع ہوتا صاحبِ رجوعِ بکلیۃ خود متوجہ عالمِ اسبابِ می گردد - ہے تو صاحبِ رجوعِ اپنی کلیت کے ساتھ عالمِ اسباب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے -

### سالک کا نزول

۱۔ جن سالکین کو دورانِ سلوک کمالات و ولایت کے آخری درجہ تک جس قدر رسائی میسر ہوتی ہے رجوع کے وقت اسی قدر نزول نصیب ہوتا ہے۔ عروج کے انتہائی درجہ کو نہایتِ نہایت اور نزول کے انتہائی درجہ کو غایتِ الغایت کہا جاتا ہے جو سالک عروج میں جتنا کامل ہوگا نزول میں بھی اتنا ہی کامل ہوگا یعنی جس عارف کا عروج کامل ہوتا ہے اس کا نزول بھی کامل ہوتا ہے اور جس صوفی کا عروج ناقص اور ناقص ہوتا ہے اس کا نزول بھی ناقص اور ناقص ہوتا ہے، وہ نہ عروج میں درجہ کمال تک رسائی



نہ آنکہ بعض او متوجہ جناب حق ست سبحانہ و  
 اس طرح نہیں کہ اس کا بعض حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہے اور  
 بعض دیگر متوجہ خلق، کہ اس علامت عدم وصول  
 بعض دوسرا مخلوق کی طرف متوجہ ہے جو نہایت نہایت تک عدم وصول  
 است بنہایۃ النہایۃ، وعدم نزول ست بغایۃ الغایۃ  
 کی علامت ہے اور غایت الغایت تک عدم نزول ہے۔  
 غایۃ ما فی البَاب، در وقت ادائے نماز کہ معراج مومن  
 اصل بات اس بارے میں یہ ہے کہ ادائے نماز کے دوران جو مومن کی معراج ہے  
 ست، لطائف صاحب رجوع را توجہ خاص بجناب قدس  
 صاحب رجوع کے لطائف کی خاص توجہ بارگاہ قدس جل سلطانہ کی طرف ہو جاتی ہے۔  
 حاصل کر پاتا ہے اور نہ ہی نزول میں اسے کمال نصیب ہوتا ہے۔

### توجہ الی الطرفین

۲ جن عارفوں کو بارگاہ قدس جل سلطانہ تک پورا پورا وصل نصیب ہو جاتا ہے  
 رجوع کے وقت واپسی پر عالم اسباب کی طرف وہ کلیۃً متوجہ ہوتے ہیں اور جو سالک  
 عالم خلق کی طرف مکمل طور پر متوجہ نہ ہوں بلکہ ان کی کچھ توجہ عالم بالا کی طرف ہو اور کچھ  
 توجہ عالم اسباب کی طرف ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اسے عروجی منازل میں نہ تو  
 نہایت نہایت تک وصال میسر ہوا ہے اور نہ ہی نزولی مراتب میں غایت الغایت تک  
 نزول نصیب ہوا ہے جو اس کے ناقص اور واصل نہ ہونے کی علامت ہے۔



جل سلطانہ سی افتد، و تا ادائے نماز سی ایستد، بعد از فراغ جب تک ادائے نماز میں کھڑا رہتا ہے نماز سے فراغت کے بعد پھر نماز باز بکلیۃ متوجہ خلق سی گردد۔ لیکن در وقت ادائے کلیۃ مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن فرائض اور سنتوں کی ادائیگی کے فرائض و سنن لطائف ستہ متوجہ جناب قدس سی گردند وقت چھ لطائف ۳ بارگاہ قدس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

### لطائف ستہ

۳ جب سالک واصل کامل، فرائض اور سنتیں ادا کرتا ہے تو اس کے چھ کے چھ لطائف حریم قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور خفی) اور لطیفہ قلبیہ ہیں جنہیں لطائف ستہ کہا جاتا ہے۔

ادائے نوافل کے دوران سارے لطائف حق تعالیٰ کی طرف متوجہ نہیں ہوتے بلکہ لطائف ستہ میں سے جو لطیف ترین لطیفہ ہے وہ حریم قدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے، بقیہ لطائف ادھر ہی رہتے ہیں۔ اولیائے کرام کی باطنی استعداد اور روحانی قابلیت کی بنا پر ان کے لطائف کی لطافت متفاوت اور مختلف ہوتی ہے۔ کمالا یخفی علی ارباب البصیرہ

سابقہ کلام کا ما حاصل یہ ہے کہ وہ عارف جس کا عروج و نزول کامل ہو اس کے لطائف کو حالت نماز میں حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ ایک خاص قسم کی توجہ حاصل ہوتی ہے اور ادائے نماز کے بعد وہ کلیۃ مخلوق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے یہی واصل نہایت اور نازل غایت کی علامت ہے۔



و در وقتِ ادائے نوافل، الطف این لطائف متوجہ اند فقط اور نوافل ادا کرتے وقت لطائف میں سب سے الطف ہی فقط متوجہ ہوتا ہے حدیث لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتُ تَوَانِدٍ بُوْد كِه اِشَارَتِ بَايِنِ وَقْتِ حَدِيْثِ (اللّٰهُ تَعَالٰى كِه سَاتِه مِيْرَا اِيْكَ خَاصِّ وَقْتِ هُوْتَا هَي) مِيْنِ هُو سَكْتَا هَي كِه خَاصِّ بَاشِدْ، كِه مَخْصُوْصٌ بِه نَمَازِ اسْتِ، وَقَرِيْنَه بَرْتَعِيْنِ اسْ خَاصِّ وَقْتِ كِي طَرَفِ اِشَارَه هُوْكَ جُو نَمَازِ كِه سَاتِه مَخْصُوْصٌ هَي۔ اور اس اشارہ کے ایس اشارت حدیث قُرَّةٌ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ تَوَانِدٍ بُوْد تَعِيْنِ پَر قَرِيْنَه حَدِيْثِ (مِيْرِيْ اَنْكُهَوْنِ كِي مُنْثَكِ نَمَازِ مِيْنِ هَي) هُو سَكْتَا هَي۔

## تطبيق

۴ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ”مقولہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث من اللہ ہونے کی بنا پر مخلوق کی طرف کلیتہ متوجہ رہتے ہیں“ اور حدیث لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتُ لَا يَسْعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ (تفسیر روح المعانی جزء ۲/۱۳۵) کے درمیان تحقیقی و کشفی والہامی تطبیق بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ حدیث لِيْ مَعَ اللّٰهِ مِيْنِ حَضُوْرِ اَنْوَرِ صَلِي اللّٰهُ عَلَيْهِ سَلَمٌ كَامْتُوْجِبُ بِالْخَالِقِ هُوْنَا دُوْرَانِ نَمَازِ هَي اُوْرِيْهٖ اِيْكَ وَقْتِ خَاصِّ الصَّلَاةِ مِعْرَاجِ الْعَارِفِيْنَ (الکبیرا/۲۷۵) ہے جو نماز کے ساتھ مخصوص ہے۔ وقت خاص میں متوجہ الی الحق ہونا نماز کے ساتھ مخصوص ہونے پر دلیل ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوات قُرَّةٌ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ ہے نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اَرْحُنِي يَا بِلَالُ (دفتر اول حصہ دوم مکتوب: ۲۲۹) فرما کر اذان دلوانے سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ متوجہ الی الحق کے خصوصی لمحات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران نماز ہی میسر ہوتے تھے۔



وعلاوة ایس قرینہ ، کشف صحیح است والہام صریح  
 اس قرینہ کے علاوہ کشف صحیح اور الہام صریح ہے یہ معرفت  
 ایس معرفت از معارف مخصوصہ ایس درویش است  
 اس درویش کے مخصوص معارف میں سے ہے۔ مشائخ اس کمال کو جمع بین التوجہین  
 مشائخ ایس کمال را در جمع بین التوجہین دانستہ اند  
 میں جانتے ہیں کہ معاملہ اللہ سبحانہ کے سپرد ہے اور سلامتی ہو اس  
 وَالْأَمْرُ إِلَى اللَّهِ سُبْحَانَهُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ  
 پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور متابعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا التزام  
 الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ أَتَمَّهَا وَآكَمَلَهَا  
 کرے آپ پر اور آپ کی آل پر اتم اور اکمل صلوات و تسلیمات ہوں۔

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بطور تحدیث نعمت کے ارشاد فرماتے ہیں کہ  
 یہ تطبیق محض علمی و تحقیقی ہی نہیں بلکہ کشف صحیح اور الہام صریح بھی اس کے مؤید ہیں۔  
 واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا کشف والہام عین شریعت  
 مطہرہ کے مطابق ہے اگر کسی صوفی کا کشف خلاف شرع ہو تو ایسے کشف کو رد کر دینا  
 چاہئے البتہ اس صوفی کا ادب و احترام ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ واللہ الموفق  
 آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے درمیان  
 تطبیق دے کر انہیں الہام صریح اور کشف صحیح سے مؤید کرنا حضرت امام ربانی قدس سرہ  
 العزیز کے خصوصی معارف میں سے ہے۔

۶ دیگر مشائخ عظام جمع بین التوجہین کو کمال سمجھتے ہیں یعنی ان کے نزدیک بظاہر



مخلوق کی طرف متوجہ ہونا اور بباطن خالق کی طرف متوجہ ہونا کمال ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک جو عارف واصل اور کامل ہوں وہ صرف حالت نماز میں ہی متوجہ الی الحق ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ مخلوق کی رشد و ہدایت کے لئے کلی طور پر مخلوق کی طرف ہی متوجہ رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)



## مِنهَا ۹

مشائخ فرمودہ اند کہ مشاہدہ اہل اللہ بعد از وصول  
مشائخ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کا مشاہدہ ۱ مرتبہ ولایت تک وصول کے  
بمرتبہ ولایت درانفس ست - مشاہدہ آفاقی کہ در  
بعد اپنے اندر ہے آفاقی مشاہدہ جو سیر الی اللہ میں اثنائے راہ  
سیر الی اللہ در اثنائے راہ میسر شدہ بود معتبر نیست  
میسر ہوا تھا معتبر نہیں ہے اور وہ جو کہ اس  
و آنچه برای درویش منکشف گردانیدہ اند  
درویش پر منکشف ہوا ہے۔

۱ اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مشاہدہ آفاق و انفس کا بیان  
فرما رہے ہیں۔ تصوف و طریقت کی یہ اصطلاحات آیت قرآنی سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا  
فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ (فصلت ۴۱: ۵۳) (یعنی ہم انہیں آفاق و انفس  
میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے) سے ثابت ہے۔

یہاں مشاہدہ، مشاہدہ آفاق اور مشاہدہ انفس کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

مشاہدہ

کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی



ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے جیسا کہ غیبی الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ حَتَّى كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۴۹۳۷)

ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب جہنم و جنت کا ذکر سنتے تو یوں معلوم ہوتا گویا ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

و جو ب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کبھی صفات بدون تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات و مقدورات بعنوان جزئی نظر آتی ہیں۔

## قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو مشہود صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں، اس مرتبے میں صفات مجردہ مشہود ہوتی ہیں، ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

## قسم دوم

دوسری قسم کو مشہود صفات جزئیہ کہا جاتا ہے۔ اس مرتبے میں صفات کا ممکنات کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم فلاں معلوم کے ساتھ اور صفت قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے علیٰ هذا القیاس تمام صفات، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں، سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم (مشہود صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۴)

## مشاہدہ نفس

مشائخ طریقت کے نزدیک سیر نفسی کے دوران ولایت صغریٰ (ولایت ظلیہ)



تک رسائی کے حصول کے بعد سالک کا اپنے اندر انوار و تجلیات دیکھنا مشاہدہٴ انفس کہلاتا ہے لہذا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے۔ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

یہ کیسے پردے پڑ گئے ہیں چشمِ خلق پر  
چاروں طرف تلاش ہے اور یار گھر میں ہے

لطائف میں ذکر کرنا مطلوب حقیقی کو اپنے اندر ہی ڈھونڈنا ہے، اس مشاہدہ کو انفس کی سیر کہا جاتا ہے۔

## مشاہدہٴ آفاق

سیرالی اللہ کے دوران عروجی منازل میں سالک کا اشیائے کائنات کی شکلوں اور صورتوں میں حق تعالیٰ کی قدرت کے آثار اور انوار و تجلیات دیکھنا مشاہدہٴ آفاق کہلاتا ہے۔

جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا شجر میں انوار دیکھنا مشاہدہٴ آفاق کی مثال ہے۔ ایسے ہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا سورج، چاند اور ستاروں میں تجلیات دیکھنا مشاہدہٴ آفاق ہے۔

اس مقام پر صوفی عشق مجازی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور توحید و جود کی عود کرتی ہے۔ یہاں شیخ کامل مکمل کی باطنی رہنمائی کی شدید ضرورت ہوتی ہے جو سالک کو توجہات و تصرفات کے ذریعے توحید و جود کے تنگ کوچہ سے نکال کر توحید شہودی کی شاہراہ پر گامزن کر دے ورنہ اس مقام پر کئی سالکوں کے سفینے یوں ڈوب جاتے ہیں کہ ان کا کوئی سراغ بھی نہیں ملتا۔ العیاذ باللہ سبحانہ

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار

کہ پیدا نہ شد تیرے کنار



آنست کہ مشاہدہ درانفس نیز در رنگ مشاہدہ در آفاق معتبر  
یہ ہے کہ مشاہدہ انفس بھی مشاہدہ آفاق کی طرح معتبر نہیں ہے۔  
نیست۔ آن مشاہدہ نہ مشاہدہ حقیقت حق است سبحانہ  
وہ مشاہدہ حقیقت حق سبحانہ کا مشاہدہ نہیں ہے۔ ۲

## مطلوب ماورائے آفاق و انفس ہے

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک نہ  
مشاہدہ آفاق معتبر ہے اور نہ ہی مشاہدہ انفسی قابل اعتبار ہے۔ لہذا جس وقت عارف  
کمالات ولایت نبوت سے مشرف ہوتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ شہود انفسی بھی  
ظلال مطلوب میں سے ایک ظل ہے اور مطلوب حقیقی ابھی ماوراء ہے۔

یہی معرفت، حقیقت اور شریعت کے عین مطابق ہے کیونکہ شہود آفاق و انفس  
ظلال کے ساتھ مربوط ہے اور آفاق و انفس اصل کے درک و وصل کی لیاقت نہیں  
رکھتے۔ پس لامحالہ وہ سیر جو سالک کو آفاق و انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے اس سیر کا  
تعلق ظلال کی بجائے اصل کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کو سیر اقربیت کہا جاتا ہے، جس کا  
مدلول آیت قرآنی ”وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ“ (ق ۵۰: ۱۶) ہے۔  
جہاں مطلوب حقیقی لباس اور وہم و خیال سے منزہ مشہود ہوتا ہے یہ مرتبہ وصل عریانی سے

تعبیر کیا جاتا ہے۔ عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے

من شوم عریاں ز تن او از خیال

تا خرامم در نہایات الوصال

اسی معرفت کو عارف کھڑی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے



جے محبوب پیارا اک دن وسے نال اساڈے

جانا میں ہما پکھیرو پھاتا جال اساڈے

اسی معرفت کو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا ہے

جو کچھ آفاق و انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے ظلیت کے داغ سے

داغدار ہے پس لازماً نفی کے لائق ہے، تاکہ اصل کا اثبات واضح ہو جائے اور جب

معاملہ آفاق و انفس سے گذر جائے تو ظلیت کی قید سے رہائی ہو جاتی ہے..... دائرہ ظل

کے منتہی حضرات کو تجلی برقی جو مرتبہ اصل سے پیدا ہوتی ہے، حاصل ہے جو انہیں ایک

ساعت کے لئے آفاق و انفس کی قید سے آزاد کر دیتی ہے اور وہ حضرات (نقشبندیہ) جو

دائرہ آفاق و انفس سے گذر کر ظل سے اصل تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں، یہ تجلی برقی

ان کے لئے دائمی ہو جاتی ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۳)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ونزد حضرت ایشان ماقدسنا اللہ سبحانہ بسرہ یافت

مطلوب بیرون آفاق و انفس است او تعالیٰ را چنانچہ در مرایائے

آفاق گنجائش نیست در مرآت انفس نیز گنجائش نہ“۔

(مکتوبات معصومیہ دفتر سوم مکتوب: ۷۴)

ترجمہ: ہمارے حضرت ایشان (امام ربانی قدس سرہ) کے نزدیک مطلوب کی یافت

آفاق و انفس سے باہر ہے۔ ذات حق تعالیٰ کیلئے جس طرح آفاق کے آئینوں میں

گنجائش نہیں اسی طرح انفس کے آئینوں میں بھی گنجائش نہیں ہے۔



او تعالیٰ بے چون و برے چگونہ است۔ در آئینہ چوں گنجائش  
(کیونکہ) وہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے آئینہ چوں میں گنجائش  
ندارد، چہ آئینہ آفاق و چہ آئینہ انفس۔ اوسبحانہ نہ داخل  
نہیں رکھتا کیا آئینہ آفاق اور کیا آئینہ انفس۔ وہ سبحانہ نہ عالم میں داخل

عالم است نہ خارج

ہے اور نہ خارج

بے چون و بے چگون

۳ بے چون کا معنی ”بے مثل“ اور بے چگون کا معنی ”بے کیف“ ہے۔ بے چون اور  
بے چگون اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ میں سے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ اس  
کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بالکل یگانہ ہے۔ اس کی ذات و صفات  
مخلوقات کی ذات و صفات سے قطعاً مختلف ہیں اور کسی طرح بھی ان سے کوئی مناسبت  
نہیں رکھتیں۔ لہذا حق سبحانہ (مثل) یعنی مماثل مواقع سے بھی منزہ ہے اور (ند) یعنی  
مماثل مخالف سے بھی (معارف لدنیہ معرفت: ۱۶) (مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات  
شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۷۷)

اہلسنت کا موقف

چونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے کیف ہے اس لئے وہ مماثلت اور کیفیت کے  
آئینوں سے وراء ہے۔ لہذا وہ نہ عالم (کائنات) میں داخل ہے اور نہ عالم سے خارج  
ہے یعنی اشیائے کائنات کی صورتوں اور شکلوں کے اندر اور باہر ہونے سے پاک ہے



اور یہی اہلسنت وجماعت کا موقف ہے۔

## ایک سکر یہ قول پر نقد و نظر

بعض صوفیاء نے جو اس کے برعکس قول کیا ہے اسے غلبہء حال اور سکر وقت پر محمول کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت پیر بلھے شاہ قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کافی ہے۔

جے میں تینوں اندر آ کھاں فیر مقید جانا

جے میں تینوں باہر آ کھاں میرے اندر کون سمانا

میں وی توں تے توں وی توں بلھا کون نماانا

باہر وی توں اندر وی توں میں اس تھیں ودھ پچھانا

مصرع ثانی میں حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آفاق میں نہیں انفس میں ہے۔ مصرع ثالث ”میں وی توں“ میں اپنا اثبات بھی کر دیا اور ”توں وی توں“ میں اپنی نفی بھی کر دی۔ حالانکہ انہیں ”میں وی توں“ کی بجائے ”میں نہیں توں“ کہنا چاہئے تھا تا کہ لا الہ کے مطابق عقیدہ توحید بالکل واضح ہو جاتا۔ لیکن چونکہ یہ ان کا عقیدہ نہیں بلکہ غلبہء سکر کی وجہ سے ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے، اس لئے السکاری کالمجانین کے مصداق انہیں معذور سمجھنا چاہئے۔

## حضرت امام ربانی کا موقف

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے عقیدہ توحید کو مزید کھول کر بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ اشیائے کائنات کے ساتھ اشتراک و اشتباہ، صیورت و اتحاد اور انفصال و اتصال سے ورا ہے: تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا



نہ متصل است بعالم ، ونہ منفصل از عالم ، شہود و  
 نہ عالم سے متصل ہے نہ عالم سے جدا اس تعالیٰ کی رویت اور شہود  
 رؤیہ او تعالیٰ نیز نہ در عالم ست ونہ در خارج عالم  
 بھی نہ عالم میں ہے نہ عالم کے خارج میں  
 نہ اتصال بعالم دارد ونہ انفصال از عالم ، لہذا رویت اخروی  
 نہ عالم سے اتصال رکھتا ہے نہ عالم سے انفصال لہذا اخروی رویت کو  
 رابلا کیف گفته اند - از حیطہ عقل و وہم خارج است -  
 بلا کیف کہتے ہیں (جو) عقل اور وہم کے دائرہ سے خارج ہے ۔

### مسئلہ رویت باری تعالیٰ

۳ چونکہ حق تعالیٰ کائنات کے اندر اور باہر ہونے سے پاک ہے اس لئے وہ  
 مشاہدے اور رویت میں اشیائے کائنات کا محتاج نہیں۔ رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ علم  
 کلام کے معرکہ آراء مسائل میں سے ہے اس مسئلہ میں علمائے متکلمین اہل سنت اور  
 معتزلہ کا اختلاف ہے۔ معتزلہ رویت باری تعالیٰ کے انکار و امتناع کے قائل ہیں جبکہ  
 متکلمین اہل سنت رویت باری تعالیٰ کے اثبات کے قائل ہیں۔

### رویت باری تعالیٰ اور علمائے اہل سنت

سراج الامہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ رویت باری تعالیٰ کے متعلق یوں

ارقام پذیر ہیں

وَاللّٰهُ تَعَالٰی يُرٰى فِى الْاٰخِرَةِ وَيَرٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَهُمْ فِى



الْجَنَّةِ بِأَعْيُنِ رُؤُوسِهِمْ بِلَا تَشْبِيهِ وَلَا كَيْفِيَّةٍ وَلَا كَمِيَّةٍ وَلَا يَكُونُ  
بَيْنَهُ، وَبَيْنَ خَلْقِهِ مُسَافَةً (الفقه الاكبر) یعنی اللہ تعالیٰ کا آخرت میں دیدار ہوگا  
اور مومن جنت میں پچشم سر بلا تشبیہہ و کیفیت اور کمیت اس کا یوں دیدار کریں گے کہ اللہ تعالیٰ  
اور مخلوق کے درمیان کوئی مسافت نہیں ہوگی۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ ابوالحسن علی بن عثمان محمد الدوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ  
بدء الامالی میں رقمطراز ہیں:

يَرَاهُ الْمُؤْمِنُونَ بِغَيْرِ كَيْفٍ  
وَإِدْرَاكِ وَضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ  
فَيَنْسَوْنَ النَّعِيمَ إِذَا رَأَوْهُ  
فِيَا خُسْرَانَ أَهْلَ الْإِعْتِرَالِ

ترجمہ: یعنی اہل ایمان بلا کیف و ادراک اور بغیر کسی مثال کے اس (حق تعالیٰ سبحانہ)  
کا دیدار کریں گے، جب اس کا دیدار کریں گے تو باقی سب نعمتوں کو بھول جائیں گے  
ہائے افسوس! معتزلہ کے خسارہ پر۔ بقول شاعر

مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال

بے کیف و بے جہت بے شبہ و بے مثال

امام العقائد ابو حفص عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عقیدہ کو یوں بیان فرمایا

فِيْرَى لَا فِيْ مَكَانٍ وَلَا عَلٰى جِهَةٍ مِنْ مُّقَابَلَةٍ اَوْ اِتِّصَالِ  
شُعَاعٍ اَوْ ثُبُوْتٍ مُّسَافَةٍ بَيْنَ الْمَرْتَبِيْ وَبَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى

یعنی حق تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر مکان، جہتِ مقابلہ، اتصال شعاع اور رائی  
اور مرئی (اللہ تعالیٰ) کے درمیان ثبوتِ مسافت کے بغیر۔

حضرت علامہ محمد فخر الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عقیدہ کی مزید وضاحت یوں



فرمائی:

نخواہد شد میان حق تعالیٰ و خلق مسافت یعنی نہ در غایت از قرب ونہ در نہایت از بُعد ونہ بوصف اتصال ونہ بنعت انفصال ونہ بحلول ش در آمدن در چیزے م واتحاد ش يك شدن م یعنی رویت کے وقت حق تعالیٰ اور خلق کے درمیان فاصلہ نہ ہوگا۔ نہ غایت درجہ قرب کی صورت میں اور نہ نہایت بُعد کی صورت میں۔ نہ اتصال کی صورت میں اور نہ انفصال کی صورت میں۔ اور نہ ہی حلول کی صورت میں (یعنی کسی چیز میں داخل ہو جانا) اور نہ اتحاد کی صورت میں (یعنی ایک ہو جانا کہ دوئی کا اطلاق نہ ہو)۔

(نظام العقائد: ۳۳ مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ)

حضرت امام ربانی قدس سرہ عقیدہ رویت باری تعالیٰ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

آخرت میں مؤمنوں کے لئے خدائے عزوجل کا دیدار ہونا حق ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے کہ سوائے اہل سنت و جماعت کے اسلامی فرقوں اور حکمائے فلاسفہ میں سے کوئی شخص بھی اس کے جواز کا قائل نہیں۔ ان کے انکار کی وجہ، غائب کو حاضر پر قیاس کر لینا ہے جو بہر حال فاسد و غلط ہے۔ نظر آنے والی ہستی جبکہ بے چون اور بے چگون ہوگی تو جو رویت اس سے متعلق ہوگی وہ بھی بے چون ہی ہوگی۔ اس پر ایمان لانا چاہئے مگر اس کی کیفیت میں مشغول نہیں ہونا چاہئے۔ قدرت نے اس راز کو آج بھی خواص اولیاء پر ظاہر فرمایا ہوا ہے جو کچھ انہیں مشاہدہ ہوتا ہے، وہ اگرچہ رویت (دیدار حق) نہیں ہے لیکن وہ بے رویت بھی نہیں ہے، یہ کیفیت ہوتی ہے کہ گویا تم ذات حق تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو۔ کل قیامت کے روز تمام مؤمن حق سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے سر کی آنکھوں سے ہی دیکھیں گے لیکن ادراک نہیں کر سکیں گے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ (الانعام ۶: ۱۰۳) وہ صرف دو چیزیں معلوم کر سکیں گے۔ ایک تو اس بات کا یقینی علم کہ وہ دیکھ رہے ہیں اور دوسرے



وہ لذت جو رؤیت پر مرتب ہوتی ہے۔ ان دو چیزوں کے علاوہ باقی جس قدر رؤیت کے لوازم ہیں وہ سب کے سب مفقود ہوں گے۔ (مبداء و معاد منہا: ۴۷)

حضرت امام ربانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

تعجب ہے کہ وہ لوگ جو رؤیت (باری تعالیٰ) کی دولت پر ایمان ہی نہیں رکھتے وہ کس طرح اس سعادت کے حصول سے بہرہ ور ہوں گے کیونکہ انکار کرنے والوں کے نصیب میں تو محرومی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ بہشت میں ہوں اور دیدار نہ ہو۔ کیونکہ شرع سے جو کچھ بظاہر مفہوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ تمام اہل بہشت کو دیدار کی دولت حاصل ہوگی، اور یہ کہیں نہیں آیا کہ بعض اہل بہشت کو دیدار ہوگا اور بعض کو نہ ہوگا..... جاننا چاہئے کہ بہشت اور ما سوائے بہشت سب حق تعالیٰ کے نزدیک برابر ہیں کیونکہ سب اسی کی مخلوق ہیں اور وہ سبحانہ کسی چیز میں بھی حلول و تمکن کئے ہوئے نہیں۔ لیکن بعض مخلوقات کو حق تعالیٰ کے انوار کے ظہور کی قابلیت ہے اور بعض کو نہیں، جس طرح کہ آئینہ صورتوں کے ظہور کی قابلیت رکھتا ہے لیکن پتھر اور مٹی یہ قابلیت نہیں رکھتے۔ پس اس بارگاہ جل شانہ کی طرف سے مساوات کی نسبت کے باوجود فرق اسی طرف سے ہے۔

ایں قاعدہ یاد دار آنچہ کہ خدا ست  
نے جزو نہ کل، نہ ظرف نہ مظروف است

ترجمہ

یاد رکھو جس جا وہ خداوند بریں ہے  
ظرف مظروف و جزو کل نہیں ہے

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۱۷)



رویت درد دنیا اور امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام شہاب الدین حضرت ابو عبد اللہ فضل اللہ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ

رقم طراز ہیں:

رویت درد دنیا خلاف نیست میان علمائے اسلام کہ

رویت درد دنیا نخواہد بود..... الخ (المعتمد فی المعتقد: ۳۳ مطبوعہ استنبول ترکی)

یعنی رویت باری تعالیٰ کے مسئلہ پر علمائے اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں

کہ دنیا میں حق تعالیٰ کی رویت نہیں ہوتی۔

اس پر انہوں نے دو احادیث مبارکہ سے استدلال فرمایا ہے۔

### حدیث اول

حدیث دجال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت،

دجال لوگوں سے کہے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں، حالانکہ کوئی شخص بھی دنیا کی زندگی

میں خدا کو نہیں دیکھ سکتا البتہ موت کے بعد اس کا دیدار ہوگا جیسا کہ وَ اِنَّهُ لَنْ يَّرَىٰ

اَحَدٌ مِّنْكُمْ رَبَّهُ حَتَّىٰ يَمُوتَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۱۶۱) سے ظاہر ہے۔

### حدیث دوم

دوسری حدیث میں ہے جسے اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں وَالْمَوْتُ قَبْلَ لِقَاءِ اللّٰهِ (صحیح

مسلم، رقم الحدیث: ۴۸۴۶) یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملاقات سے پہلے موت کا ذائقہ چکھنا

ہوگا۔



## رؤیت در دنیا اور حضرت امام ربانی قدس سرہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں: دنیا میں رؤیت (باری تعالیٰ) واقع نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دنیا اس دولت کے ظہور کی قابلیت نہیں رکھتی اور جو کوئی اس دنیا میں رؤیت کے واقع ہونے کا قائل ہو وہ جھوٹا اور مفتری ہے اس نے حق تعالیٰ کے غیر کو حق جانا ہے اگر اس دنیا میں یہ دولت میسر ہو سکتی تو حضرت کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰات والتسلیمات دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار تھے اور ہمارے حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰة والسلام جو اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں تو اس کا وقوع بھی اس دنیا میں نہیں ہوا بلکہ بہشت میں تشریف لے گئے تو وہاں رؤیت سے مشرف ہوئے جو کہ عالم آخرت سے ہے۔

لہذا دنیا میں رؤیت نہیں ہوئی بلکہ جب دنیا میں، دنیا سے نکل کر آخرت کے ساتھ ملحق ہو گئے تو (حق تعالیٰ کے) دیدار سے مشرف ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۱۷)

واضح رہے کہ اگرچہ دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے مگر چشم سرد دنیا میں واقع نہیں ہے کیونکہ دنیا اور چشم دنیا عدم سے ساختہ شدہ ہونے کی بناء پر اس دولت عظمیٰ کی صلاحیت و استعداد ہی نہیں رکھتے جب چشم، شیونات ذاتیہ کا اثر رکھے گی۔ تو اس وقت مومنوں کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ جبکہ چشم دنیا کو چشم آخرت کے ساتھ قطعاً کوئی مناسبت نہیں کہ دیدار خدا سے مشرف ہو سکے۔ واللہ اعلم بحقیقة الحال

## اقسام رؤیت

علمائے متکلمین اہلسنت نے آخرت میں رؤیت خداوندی کی دو قسمیں بیان

فرمائی ہیں



۱.....رؤیت عامہ ۲.....رؤیت خاصہ

### رؤیت عامہ

یہ ہے کہ روز قیامت محشر میں سب کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا گو اس کی کیفیات مختلف ہوں گی۔ چنانچہ حضرت علامہ شیخ ضیاء الدین خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْحَشْرِ سَوْفَ تَجَلِي لِلْكَافِرِينَ  
وَالْمُسْلِمِينَ الْعُصَاةِ بِصِفَةِ الْجَلَالِ وَالْقَهْرِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ بِصِفَةِ  
اللُّطْفِ وَالْجَلَالِ (الاسلام والايمان: ۲۰)

یعنی قیامت کے روز محشر میں اللہ تعالیٰ کفار اور گناہگار مسلمانوں کے لئے جلال اور قہر والی صفت کے ساتھ اور نیکو کار مومنوں کیلئے لطف و جلال کی صفت کے ساتھ تجلی فرمائے گا۔

اس مفہوم کو کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

ورنہ در وقت حساب و داد گاہ

ہر کے بیند چہ مومن چہ تباہ

مومنش بیند باوصاف کمال

کافرش بیند باوصاف جلال

### رؤیت خاصہ

مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے جو انہیں جنت میں نصیب ہوگی جیسا کہ ارشاد

ربانی ہے: وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ ۝ اِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (القيامة: ۷۵: ۲۲)

جبکہ کفار اس دیدار خاص سے محروم رہیں گے جیسا کہ کَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ



رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحُجُوبُونَ (المطففين ۸۳: ۱۵) سے عیاں ہے۔

یونہی جب اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر شرف ملاقات سے مشرف ہونگے اور عشاق لذت دیدار سے لطف اندوز ہو رہے ہونگے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحیت کے ہدیے اور سلام کے تحفے عطا کئے جائیں گے جیسا کہ آیت کریمہ ہے  
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ (الاحزاب ۳۳: ۲۴) بقول اقبال مرحوم

حسن می گفت کہ شامے نہ پذیرد محرم

عشق می گفت تب و تاب دواے دارم

اہل جنت کے لئے بہشت میں سب سے بڑی نعمت دیدارِ الہی ہے، اس لئے جب وہ دیدارِ خدا سے بہرہ ور ہونگے تو جنت کی سب نعمتوں کو بھول جائیں گے۔ کسی عاشق نے کیا خوب کہا ہے

ہر کس بہ بہشت آرزوئے دارد

عاشق بجز ازیں دیدار نہ دارد

یعنی جنت میں ہر شخص کی کوئی نہ کوئی آرزو ہوگی مگر عاشق کی آرزو سوائے دیدارِ ذات کے اور کچھ نہ ہوگی۔

## کیفیاتِ رویت

حضرت ابن عربی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی رویت داخلِ عالم بھی ممکن ہے اور خارجِ عالم بھی ممکن ہے کیونکہ کائنات خود ذات (حق تعالیٰ) ہے۔ یعنی کائنات کی ان شکلوں اور صورتوں میں وہ (اللہ تعالیٰ) خود متجلی ہے اس لئے شب معراج جو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہوا وہ دیدار کسی صورت میں ہی ہوا تھا۔ بروز قیامت حق تعالیٰ کا دیدار ہوگا وہ بھی کسی صورت میں ہی ہوگا کیونکہ بے صورتی میں دیدار ممکن ہی



نہیں۔ خدا جانے وہ صورت کیسی ہوگی چونکہ یقینی علم نہیں کہ وہ کس صورت میں جلوہ گر ہو۔

غالباً اسی لئے زری زربخت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی

”اے اللہ! اگر تو نے کسی صورت میں ہی دیدار کرانا ہے تو مجھے میرے شیخ

(حضرت) بابا فرید (رحمۃ اللہ علیہ) کی صورت ہی میں جلوہ دکھانا“

ابوالحقائق حضرت شیخ سید امانت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ گنج مغل پورہ لاہور

میں قیام پذیر تھے، رومی عصر کے لقب سے ملقب اور بہت بڑے وحدۃ الوجودی صوفی تھے۔ ہم نے ان کی مجالس میں کافی وقت گزارا ہے۔ آج تک ہم نے ان جیسا وحدۃ الوجود کے رنگ میں رنگا ہوا اور محقق صوفی نہیں دیکھا

وہ فرمایا کرتے تھے کہ ”تم وحدۃ الشہودی حضرات کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ صورتوں

اور شکلوں سے وراء ہے یہ تو روز قیامت عیاں ہوگا جب وہ کسی صورت میں دیدار

کرائے گا تو تم بے صورتی تلاش کرتے رہنا، ہم صورت میں اس کا دیدار کر لیں گے۔

یعنی جب وہ صورت میں ہی آئے گا تو جو حضرات بے صورتی کے طالب ہیں انہیں

تو رؤیت ہی نہیں ہوگی اور صورت کے قائلین کو زیارت ہو جائے گی۔“

اس وقت ہم بھی ذہنی طور پر بڑے پریشان رہتے تھے کیونکہ انہوں نے بڑی

زبردست گرفت کی تھی لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز

کی تحقیقات کو پڑھا اور سمجھا تو عقدہ حل ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس

سرہ کی تحقیق تک پہنچنا صوفیاء کے لئے بھی مشکل ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی منزہ، بے

عیب اور بے کیف ذات کو صورتوں اور کیفیتوں میں کھینچ کر لانے کے بجائے یوں کیوں



نہیں کہتے کہ بندوں کی بشری کدورتیں اتار کر ان کے جسموں کو نور بنا کر دیدار کرایا جائے گا لیکن دیدار پھر بھی بے کیف ہی ہوگا تو خدا تعالیٰ پر تغیر و تبدل کے احکام جاری کرنے کی بجائے بندوں پر ہی تغیر و تبدل کے احکام لاگو کرنے چاہئیں جو پہلے ہی تغیر پذیر ہیں اس لئے متغیر شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ سبحانہ کا دیدار کیونکر ہو سکتا ہے؟..... کیونکہ حق تعالیٰ تغیرات سے پاک ہے۔ جیسا کہ اہل جنت اپنی بیویوں سے کہیں گے اِنَّا جَلَسْنَا الْيَوْمَ رَبَّنَا الْجَبَّارَ وَيَحِقُّ لَنَا اَنْ نَنْقَلِبَ بِمِثْلِ مَا اَنْقَلَبْنَا (ترمذی، الرقم: ۲۵۴۹) سے عیاں ہے۔

اس مقام پر صوفیائے مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچشم سر خدا کا دیدار نہیں ہوا تھا کیونکہ پچشم سر دیدار کیف و جہت کا متقاضی ہے جبکہ حق تعالیٰ جہت و کیف سے پاک ہے۔ ہوا یوں کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس اصلی ہیئت میں نہ رہا تھا بلکہ آپ کا سراپا مبارک نورانی آنکھ بن گیا تھا جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کا دیدار کیا۔

خدا جانے اس کی کیفیت کیا تھی ایسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ روز قیامت کچھ دیر کے لئے ہمیں عالم حدوث سے کھینچ کر عالم وجوب کے قریب لے جا کر ایسی قوت بصارت عطا کر دی جائے جس سے ہم اللہ تعالیٰ کا بے کیف دیدار کریں اور پھر دوبارہ صورت انسانی میں لوٹا دیا جائے۔ غرضیکہ کیفیتوں، جہتوں، شکلوں اور صورتوں میں خدا تعالیٰ کے دیدار کا قول درست نہیں۔

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت: رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۱۵۸) قابل تاویل ہے، حقیقی معنی نہیں لیا جائے گا بلکہ مراد معنی لیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کو بڑے اعلیٰ طریقہ سے مشاہدہ فرمایا ہے۔



## حدیث روایت کی مختلف جہات

ایسے ہی حدیث مبارک ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا ”کیا آپ نے خدا کا دیدار کیا ہے؟“ تو آپ نے ارشاد فرمایا نُورٌ اِنِّیْ اَرَاہُ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۱) یہ حدیث تین طرح سے محدثین کرام نے پڑھی ہے۔

- ۱..... نُورٌ اِنِّیْ اَرَاہُ یعنی وہ نور ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔
  - ۲..... نُورَانِیُّ اَرَاہُ یعنی وہ نورانی ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔
  - ۳..... نُورٌ اِنِّیْ اَرَاہُ یعنی وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟
- تو دو معنی ثابت ہو گئے۔ ایک روایت اور ایک عدم روایت۔

اگر روایت ثابت ہے تو وہ روایت قلبی ہے روایت عینی نہیں یا پھر یہ حدیث مؤول ہے جیسا کہ بعض صوفیائے کرام نے اس کی تاویل بیان فرمائی کہ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کَالْعَيْنِ ہو کر خدا کا دیدار کیا ہے کیونکہ خدا ایک جہت میں ہو تو سر کی آنکھوں سے کیسے دیکھا جاسکتا ہے اور جب وہ بے جہت ہے تو دیکھنے والا بھی بے جہت ہونا چاہئے۔

## روایت قلبی

یونہی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے لَا اَعْبُدُ رَبَّالْمِ اَرَاہُ یعنی میں رب کی عبادت نہیں کرتا جب تک اسے دیکھ نہ لوں۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق قول مشہور ہے کہ انہوں نے سو مرتبہ خواب میں خدا کا دیدار کیا۔ (مکتوبات سعیدیہ)

ان سب اقوال سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے انوار و تجلیات کے ظلال



کا مشاہدہ ہے جسے رویت قلبی کہا جاتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رویت عقل و ادراک کے احاطہ سے باہر ہے بلکہ باہر سے بھی باہر ہے اسے نہ اندر کہہ سکتے ہیں نہ باہر۔

اسی مسئلے کی مزید وضاحت حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے یوں فرمائی۔ ہم ایسے خدا کی ہرگز پرستش نہیں کرتے جو شہود کے احاطہ میں آجائے، جو دیکھا جاسکے، جو معلوم ہو جائے اور وہم و خیال میں سما جائے کیونکہ مشہود، مرئی، معلوم، موہوم اور متخیل، مشاہدہ کرنے والے، دیکھنے والے، عالم، وہم کرنے والے اور خیال کرنے والے کی مانند مصنوع اور مخلوق ہے۔

ع آن لقمہ کہ در دہاں نگنجد طلبم

میں اس لقمے کا طالب ہوں جو منہ میں نہیں سما سکتا

سیر و سلوک کا مقصد ہی حجابات کو چاک کرنا ہے خواہ وہ پردے و جوہی ہوں یا امکانی تاکہ وصل عریانی میسر آئے یہ نہیں کہ مطلوب کو اپنی قید میں لائیں اور اپنا شکار بنالیں۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

اٹھا لے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے

لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے



در دنیا این سر را بر خواص الخواص منکشف گردانیده اند ہر  
 دنیا میں اس راز کو خواص الخواص پر منکشف کیا گیا ہے اگرچہ رویت نہیں ہے  
 چند رویت نیست کالرؤیت است۔ این دولت عظمیٰ است  
 (لیکن) رویت کی طرح ہے یہ دولت عظمیٰ ہے  
 کہ بعد از زمان اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین  
 جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ کے بعد کم ہی کوئی اس  
 کم کسے بایں دولت مستسعد گشتہ است  
 دولت سے سعادت مند ہوا ہے۔

### رؤیت کالرؤیت

۵ اگرچہ حق تعالیٰ کے دیدار پر رؤیت کا اطلاق آتا ہے مگر وہ حقیقی رؤیت نہیں بلکہ  
 کالرؤیت ہے یعنی رؤیت کی مانند کوئی بے کیف حقیقت ہوتی ہے جسے نہ سمجھا جاسکتا ہے  
 اور نہ ہی لفظوں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ اس مسئلہ کی حقیقت کم ہی کسی کو سمجھ آئی ہے۔  
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام  
 مہدی رضی اللہ عنہ ہی اس حقیقت کو سمجھیں گے۔

### رؤیت باری تعالیٰ اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہ

عمدة الابدال قدوة الاقطاب حضرت خواجہ محمد پارسا نقشبندی قدس سرہ العزیز  
 اپنی تصنیف لطیف "تحقیقات" میں رقمطراز ہیں کہ عامۃ المسلمین جس قدر آخرت میں  
 حق تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اولیائے کرام یہاں (دنیا میں) اسی قدر شرف دیدار سے  
 مشرف ہیں۔ اولیائے کرام آخرت میں جس قدر دیدار کریں گے انبیائے عظام (علیہم



بہر چند این سخن امروز مستبعد می نماید و مقبول اکثرے  
 اگرچہ یہ بات آج بعید معلوم ہوتی ہے اور اکثر لوگ قبول نہیں کرتے۔  
 نمی گردد۔ اما اظہار نعمت عظمیٰ می نماید۔  
 لیکن (یہ درویش) نعمت عظمیٰ کا اظہار کر رہا ہے

السلام) یہاں اس دنیا میں اسی قدر شرف رؤیت سے بہرہ ور ہیں۔ انبیائے عظام جس  
 قدر روز قیامت رؤیت باری تعالیٰ سے لطف اندوز ہوں گے سید الانبیاء حضرت محمد  
 مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اتنا ہی اس دنیا میں دیدار خدا سے بہرہ یاب ہیں۔ فلہذا انبیائے  
 سابقین اور ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم رؤیت اخروی میں برابر نہیں ہوں گے  
 لَا يُشَارِكُ فِيهِ غَيْرُهُ ان کے ساتھ کوئی بھی شریک نہیں۔

جسے جتنی حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگی اسی کے موافق اسے دیدار میسر ہوگا۔

(حاشیہ عقائد تورپشتی: ۳۵، ۳۶)

یاد رہے کہ دنیا میں چشم قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کی رؤیت اور عدم رؤیت کے  
 متعلق صوفیائے کرام کے دو موقف ہیں۔

شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ اپنی تصنیف لطیف  
 ”عوارف المعارف“ میں چشم قلب کے ساتھ رؤیت باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ  
 آپ تحریر فرماتے ہیں

مَوْضِعُ الْمَشَاهِدَةِ بَصْرًا لِقَلْبٍ يَعْنِي مَحَلَّ مَشَاهِدَةِ قَلْبٍ كِي آنکھ ہے۔

جبکہ امام الاصفیاء حضرت شیخ ابواسحاق کلابادی قدس سرہ اپنی تصنیف منیف ”العرف“  
 میں عدم رؤیت کے قائل ہیں۔ چنانچہ آپ رقمطراز ہیں

وَاجْمَعُوا عَلٰی اَنَّهُ تَعَالٰی لَا يُرَىٰ فِي الدُّنْيَا بِالْاَبْصَارِ وَلَا بِالْقُلُوبِ



کو تہ اندیشاں قبول کنند یا نہ - و این نسبت باین  
 کوتاہ اندیش قبول کریں یا نہ اور یہ نسبت اس خصوصیت کے ساتھ کل حضرت مہدی  
 خصوصیت فردا در حضرت مہدی ظہور خواہد یافت -  
 میں ظہور کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ سلامتی ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کی  
 انشاء اللہ تعالیٰ والسلام علی من اتبع الهدی والتزم متابعة المصطفیٰ  
 پیروی کی اور اتباع مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لازم جانا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام  
 صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین  
 ہوں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی آل پر اور تمام اصحاب پر۔

إِلَّا مِنْ جِهَةِ الْإِيقَانِ یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ حق تعالیٰ کو دنیا میں نہ آنکھوں  
 سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی قلوب سے سوائے جہت ايقان کے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک راجح قول صاحب تعرف کا  
 ہی ہے۔ چنانچہ آپ اس کے متعلق رقمطراز ہیں:

اس فقیر کے نزدیک صاحب تعرف کا قول مختار و پسندیدہ ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ  
 قلوب کو اس دنیا میں اس حضرت جل سلطانہ کی رویت کیلئے سوائے یقین کے اور کچھ  
 نصیب نہیں ہے جس کو آپ رویت کہہ لیں یا مشاہدہ اور جب قلب کو (اس دنیا میں)  
 رویت حاصل نہیں ہوئی تو آنکھوں کو کیا حاصل ہوگی۔ کیونکہ وہ (آنکھیں) اس دنیا میں  
 اس معاملہ (مشاہدہ حق) میں بیکار و معطل ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۹۰)

رویت باری تعالیٰ کا راز اخص الخواص پر منکشف ہوا ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ رویت باری تعالیٰ کا



راز انہیں الخواص پر منکشف ہوا ہے اور اس دولت قصویٰ اور سعادت عظمیٰ سے کم لوگ ہی بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔ نیز یہ مسئلہ (رویت باری تعالیٰ) علمی و تحقیقی طور پر ہی نہیں بلکہ بذریعہ کشف اس کی حقیقت عیاں کی گئی ہے اور اس امر پر بھی آگاہی بخشی گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرب قیامت حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر یہ دولت عظمیٰ کھل کر آشکار ہوگی۔

زیر نظر منہا میں بیان کردہ علوم و معارف سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اس نعمت سے نوازا ہے کیونکہ کسی نادر و نایاب شے کے متعلق وہی کلام کر سکتا ہے جسے اس سے حظ وافر نصیب ہو۔  
والحمد لله على ذلك

© ..... یہ ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے افراط و تفریط سے پاک، مبنی برانصاف، عقائد و نظریات جو کتاب و سنت کی روشنی میں علمائے اہل سنت و جماعت کی آراء کے عین موافق ہیں جن سے دل و دماغ روشن ہو جاتے ہیں۔ والحمد لله  
على ذلك



## مِنْهَا - ۱۰

چوں طالبے پیش شیخے بیاید ، باید کہ شیخ اور اول  
جب کوئی طالب کسی شیخ کے حضور حاضر ہوئے چاہئے کہ شیخ اس کو اولاً  
استخارہ فرماید ۔ ازسہ استخارہ تاہفت استخارہ تکرار نماید  
استخارہ<sup>۲</sup> کا حکم فرمائے ، تین استخارہ سے لے کر سات استخارہ کی تکرار کروائے۔

۱۔ جب کوئی طالب مولا کسی شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بیعت میں  
شمولیت کا ارادہ ظاہر کرے تو شیخ کو چاہئے کہ سب سے پہلے اسے استخارہ کرنے کا حکم  
ارشاد فرمائے۔

### استخارہ کی شرعی حیثیت

۲۔ استخارہ کا لغوی معنی ”طلب خیر“ ہے یعنی کسی کام کی اچھائی یا برائی کے متعلق اللہ  
تعالیٰ سے مشورہ طلب کرنا استخارہ کہلاتا ہے۔

حدیث پاک میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا  
الصلوات ہے۔

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ اسْتِخَارَتُهُ، اِلَى اللّٰهِ وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ  
تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللّٰهِ (المستدرک للحاکم: ۱۹۰۳)

یعنی ابن آدم کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ حق تعالیٰ سے استخارہ (طلب خیر)



کرتا رہے اور اس کی بدبختی یہ ہے کہ استخارہ ترک کر دے۔

## استخارہ کا مسنون طریقہ

رات کو سونے سے پہلے یا کسی بھی وقت دو رکعت نماز نفل استخارہ کی نیت سے ادا کرے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ کافرون، دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص (یا جو کچھ یاد ہو) پڑھے، نفل ادا کرنے کے بعد جمعہ سے یہ دعا پڑھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَالِمُ الْغُيُوبِ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ (یہاں اس کام کا نام لے جس کیلئے استخارہ کر رہا ہے) خَيْرٌ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِ أَمْرِي وَاجِلِهِ فَأَقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هَذَا الْأَمْرَ (یہاں بھی اس کام کا خیال کرے یا نام لے) شَرٌّ لِّي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي وَعَاجِلِ أَمْرِي وَاجِلِهِ فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاقْدِرْ لِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ (صحیح بخاری ۱۵۵/۱)

اس کے بعد پاک بستر پر خالی الذہن ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے با وضو سو جائے جب سو کر اٹھے تو اس وقت جو بات مضبوطی کے ساتھ دل میں آئے وہی بہتر ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ کا مشورہ سمجھے۔ اگر ایک رات یا دن میں کچھ پتہ نہ چلے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے۔ اسی طرح سات رات یا دن تک کرتا رہے ان شاء اللہ کام کی اچھائی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔

استخارہ کے بعد نیند کرنا ضروری نہیں نیز خواب میں کسی چیز کا نظر آنا یا کسی آواز کا



سنا بھی شرط نہیں اگر ایسا ہو جائے تو مضائقہ بھی نہیں۔

استخارہ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ استخارہ کرنے کے بعد اپنے دل کی طرف دھیان کرنا چاہیے اگر دل میں کوئی پختہ ارادہ جم جائے یا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی بابت از خود رجحان بدل جائے تو اسی کو استخارہ کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اور طبیعت کے غالب رجحان پر عمل کرنا چاہئے۔

جن برے اعمال و افعال سے شریعت مطہرہ نے روکا ہے، ان کے لئے استخارہ کرنا گناہ ہے بعض بزرگ لوگوں کو استخارہ کا طریقہ یوں بتاتے ہیں کہ فلاں وظیفہ پڑھ کر سو جانا، خواب میں خود بخود پتہ چل جائے گا یا فلاں فلاں سورتیں پڑھنا کوئی غیبی آدمی حقیقت حال سے آگاہ کر جائے گا، یہ استخارہ مباح کے درجے تک جائز تو ہو سکتا ہے مگر استخارہ مسنونہ نہیں۔

بعض لوگوں کی قوتِ دِرا کہ اس قدر کمزور ہوتی ہے کہ وہ کیفیات و واردات اور مکشوفات کے درمیان امتیاز کرنا تو درکنار رہا وہ کیفیات کو محسوس ہی نہیں کر سکتے۔ بعض لوگ قوتِ ارادی کی کمزوری کی وجہ سے خود فیصلہ نہیں کر پاتے۔ یہ سب کچھ ان کی غفلت، بے توجہی اور مزاج کی کثافت کی علامات ہیں، اس قسم کے بے ڈھنگے مزاج اور کثیف طبع افراد کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ استخارہ کی کوئی حقیقت نہیں یہ سب دھوکا ہے، ہم نے بڑے وظیفے پڑھے اور استخارے کئے ہیں، ہمیں تو کچھ پتہ نہیں چلا معاذ اللہ! دراصل اس قسم کی ثقیل گفتگو بھی ان کے کثیف مزاج اور کور ذوق ہونے کی علامت ہے۔

بقول اقبال مرحوم

ع گلہ ہے مجھ کو زمانے کی کور ذوقی سے

اگر رجحانِ طبع کا علم بھی نہ ہو سکے، نہ کوئی آواز آئے، نہ کوئی خواب آئے تو اس کا

مطلب یہ ہے کہ استخارہ ہو گیا ہے، مطلع کر دیا گیا ہے کہ تمہاری مرضی ہے یہ کام کر لو پھر



بھی ٹھیک ہے نہ کرو پھر بھی ٹھیک ہے، دونوں طرف خیر ہی ہے۔

سوال: اگر کوئی شخص شرف بیعت کیلئے حاضر ہو تو اسے استخارہ کا مشورہ کیوں دیا جاتا ہے؟ حالانکہ لَا اسْتِخَارَةَ فِي الْخَيْرِ کے مصداق بیعت بذات خود امر خیر ہے۔

جواب: مشائخ طریقت کا طالبوں کو استخارہ کا حکم یا مشورہ دینے کی چند وجوہات ہوتی ہیں۔

◎ ..... استخارہ چونکہ سنت ہے اس لئے اس کا مشورہ دیا جاتا ہے تاکہ سنت پر عمل ہو جائے جو باعث برکت ہے۔

◎ ..... مشائخ عظام عجز و انکسار کی بنا پر یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ میں تو اس قابل نہیں مجھ سے کوئی اچھا شیخ تلاش کر لو جو تمہیں واصل بحق کر دے۔

◎ ..... استخارہ کا مشورہ اس لئے بھی مشائخ دے دیتے ہیں تاکہ طالب کو کسی قسم کا بچھتاوانہ رہے اور بعد میں وہ کف افسوس نہ ملتا رہے تاکہ دوران استخارہ معاملہ بالکل واضح ہو جائے اور اسے اس بات کا یقین ہو جائے کہ میرا فیض انہیں شیخ کے پاس ہے۔

◎ ..... لوگوں کے عقیدے کمزور اور ہمتیں ماند پڑ گئی ہیں اس قسم کے لوگ کل بھی تھے اور آج بھی ہیں۔ ایک دن کسی شیخ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تو دوسرے دن کسی دوسرے شیخ کو جبہ و دستار میں ملبوس دیکھا، سفید ریش اور چہرے کی سرخ و سفید رنگت دیکھی، ارد گرد مریدین کا اژدہام دیکھا تو سوچنے لگ گئے کہ میں تو ویسے ہی ان کے پاس پھنس گیا ہوں، مجھے تو یہاں بیعت ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے مشائخ کرام اس قسم کے متذبذب لوگوں کو استخارہ کا مشورہ دے کر ٹال دیتے ہیں۔

◎ ..... بعض لوگ کبھی کسی شیخ سے کوئی وظیفہ پوچھتے ہیں، کبھی کسی دوسرے شیخ سے ورد پوچھتے ہیں، اس لئے مشائخ عظام اپنا وقت اور ہمت اس قسم کے لوگوں پر ضائع نہیں کرتے بایں وجہ انہیں آزمانے کی خاطر استخارہ کا مشورہ دے دیتے ہیں تاکہ اگر وہ



متذبذب ہو تو ہمارے پاس آئے گا ہی نہیں۔

○ ..... بارہا یہ بات تجربے میں آئی ہے کہ جب کسی کو کہا جائے کہ کل آنا ہم تجھے داخل بیعت کر لیں گے تو وہ آتا ہی نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یقین لے کر آیا ہی نہیں تھا۔ اس لئے بزرگانِ دین استخارہ کا مشورہ دیتے ہیں۔

○ ..... بارہا سننے اور دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے بڑے کالمین کے مرید ناقص پیروں کے ہاتھ پر بیعت ہو جاتے ہیں جب اس کی وجہ دریافت کی جائے تو الزام دھر دیتے ہیں کہ ہمیں وہاں کچھ نظر ہی نہیں آیا حالانکہ انہیں کیا علم کہ فیض کس چیز کا نام ہے اور ولایت کسے کہتے ہیں؟ یوں یہ لوگ سلاسلِ طریقت کو بدنام کرتے اور ان کی توہین کا باعث بنتے ہیں۔ اس قسم کے مرید قابلِ مذمت ہوتے ہیں اس لئے مشائخ ان کو چند دن کی مہلت دیتے ہیں تاکہ اگر بدلنا ہے تو بدل جائے، اسی بنا پر انہیں استخارہ کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)

سوال: موجودہ دور کے مشائخِ طالبوں کو استخارہ کا مشورہ نہیں دیتے فوراً بیعت کر لیتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دورِ حاضر کے مشائخ کا طالبوں کو استخارہ کا حکم نہ دینے کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

○ ..... اس کی بنیادی وجہ زمانے کا تغیر اور حالاتِ حاضرہ کی تبدیلی ہے۔

○ ..... گمراہ اور بے دین لوگ درویشی کا لبادہ اوڑھ کر مندِ مشیخیت پر براجمان ہو گئے ہیں اور بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ عوام کا لانعام بیچارے حقیقت حال سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے مشائخِ کرام طالبوں کو استخارے کا حکم نہیں دیتے اور بیعت میں لے لیتے ہیں۔

○ ..... استخارہ کے لئے مہلت دینے میں ممکن ہے کہ طالب زیادہ متذبذب ہو جائے۔



◎..... دور حاضر فتنہ و فساد اور الحاد و بد عقیدگی کا دور ہے، ممکن ہے کہ طالب کسی بد عقیدہ گندم نما جو فروش پیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے گمراہ کن عقائد کو قبول کر لے اس لئے متاخرین مشائخ عظام اس کا ایمان بچانے کیلئے اسے فوراً بیعت کر لیتے ہیں تاکہ اس کا عقیدہ و ایمان محفوظ ہو جائے اور وہ مسلک اہل سنت و جماعت پر قائم رہے۔

◎..... یاد رہے کہ بایں ہمہ پھر بھی استخارہ کرانے کی گنجائش موجود ہوتی ہے کیونکہ شیخ کو ظاہری اطلاعات و معلومات کے مطابق اطلاع ہوتی ہے یا باطنی طور پر مطلع کر دیا جاتا ہے کہ یہ متذبذب شخص ہے۔

◎..... ظاہری صورت حال سے علم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص جلب منفعت اور دنیوی مقاصد کیلئے بیعت ہونا چاہتا ہے، اس کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ شیخ کے بااثر شخصیت ہونے کی وجہ سے مشکل وقت پر سفارش کروالیں گے..... شیخ کے ذریعے مالی زبوں حالی کا مداوا ہو جایا کرے گا..... شیخ باعزت شخصیت اور اچھی شہرت کے حامل ہیں ان کے قرب کی وجہ سے عزت ملے گی..... بے روزگاری کے ایام میں شیخ کے لنگر خانہ سے دو وقت کا کھانا مل جایا کرے گا..... کارخانہ اور کاروبار کی خیر و برکت اور حفاظت و وسعت کے لئے دم درود، وظیفے اور تعویذات لے لیں گے۔



بعد از استخارہا اگر تذبذب در طالب پیدا نہ شد، شروع استخاروں کے بعد اگر طالب میں تذبذب پیدا نہ ہو اس کی درکار اونماید۔

کار (تربیت) شروع کر دے۔

### مریدین کی اقسام

۳ ہمارے تجزیے کے مطابق ۹۵ فیصد لوگ محض دنیاوی مقاصد کے حصول کیلئے بیعت ہوتے ہیں، باقی ۵ فیصد میں سے بمشکل ۲ فیصد لوگ محض طلب خدا کیلئے بیعت ہوتے ہیں، جن کے قلوب میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت موجزن ہوتی ہے اور وہ اس لئے بیعت کرتے ہیں کہ اس شیخ کے ذریعے ہمیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو جائے بس اور کچھ نہیں چاہئے۔

تین فیصد لوگ رسمی مرید ہوتے ہیں جن کے دلوں میں نہ خدا کی طلب ہوتی ہے اور نہ کوئی دنیاوی مفاد پیش نظر ہوتا ہے، وہ محض اس لئے بیعت کرتے ہیں کہ اگر کسی نے پوچھا تو ہم جو ابنا کہیں گے کہ ہم بھی فلاں سلسلہ میں بیعت ہیں۔ اس قسم کے لوگ محض بزرگوں کا طریقہ سمجھ کر بیعت ہوتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ بیعت کے بعد نہ تقویٰ اختیار کرتے ہیں نہ محنتیں اور مجاہدے کرتے ہیں اور نہ ہی عملی طور پر اس کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

گفتگو کا لب لباب یہ ہے کہ مریدین کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ خرافاتی مرید ۲۔ رسمی مرید ۳۔ حقیقی مرید

ہمارے تجزیے کے مطابق ۹۵ فیصد خرافاتی مرید ہوتے ہیں۔ تین فیصد رسمی مرید

ہوتے ہیں اور بمشکل دو فیصد حقیقی مرید ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)



مشائخ طریقت خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے داخل بیعت کر کے شامل طریقت کر لیتے ہیں تاکہ وہ محافل ذکر و فکر، مجالس اعراس و دروس میں حاضر ہوتے رہیں۔ ہماری صحبت اختیار کر لیں، شاید قسمت یاوری کرے اور ان کی تقدیر بدل جائے۔ اخلاص اور للہیت کا جذبہ پیدا ہو، رسم اور اسم سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائیں صدق نیت اور حقیقت توبہ میسر آ جائے اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہو جائے۔

(اللهم ارزقنا اياها)

یاد رہے کہ اہل اللہ خرافاتی اور رسمی مریدوں کو اس لئے بھی بیعت کر لیتے ہیں کہ کہیں ہمارے انکار کی وجہ سے ان کی دل شکنی نہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے کہ میرا بندہ تمہارے پاس آیا تھا، گناہگار اور بدنیت ہی سہی تم نے انکار کیوں کیا؟ اس لئے مشائخ عظام اس ڈر سے بھی شامل طریقت کر لیتے ہیں کہ ہم نے نیکی ہی بتانی ہے، بتائے دیتے ہیں۔



اول اورا بطریق توبہ تعلیم دہد، و دو رکعت نماز توبہ گزاردن پہلے اس کو توبہ کے طریقہ کی تعلیم دے ۴ اور دو رکعت نماز توبہ ادا کرنے فرماید، کہ بے حصول توبہ دریں راہ قدم زدن سود مند نیست کا حکم فرمائے کیونکہ حصول توبہ کے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا سود مند نہیں ہے۔

اما باید کہ در حصول توبہ بقدر اجمال اکتفا نماید مگر چاہئے کہ حصول توبہ بقدر اجمال پر اکتفا کرے اور اس کی تفصیل کو آئندہ ایام و تفصیل آنرا بمرور ایام حوالہ کند۔ کہ ہمہ درین اوان کے حوالے کر دے کیونکہ ہمتیں اس زمانہ میں بہت پست ہیں بسیار قاصر اند۔ اگر اول تکلیف تحصیل تفصیل توبہ اگر پہلے ہی تفصیلی توبہ کی تحصیل کی تکلیف دی گئی لازماً اس کے کردہ شود ناچار حصول آن مدتے طلبد حصول میں ایک مدت چاہئے۔

## توبہ

۴ توبہ کا لغوی معنی ”رجوع کرنا“ ہے۔ شریعت مطہرہ میں مذموم کاموں سے لوٹ کر محمود کاموں کی طرف آجانے کا نام توبہ ہے۔ طالبانِ طریقت کے لئے جس طرح پہلا درجہ طہارت ہے ایسے ہی سالکانِ راہِ حقیقت کیلئے پہلا مقام توبہ ہے۔

مشائخِ عظام اور علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔ توبہ کے وجوب پر کتاب و سنت اور اجماع امت کے واضح دلائل موجود ہیں۔



شاید دریں مدت فتورے در طلب اور رود، واز مطلب باز  
 شاید اس مدت کے دوران اس کی طلب میں کوئی فتور واقع ہو جائے اور  
 ماند، بلکہ توبہ راہم سرانجام نہ دہد۔ بعد ازاں طریقے کہ  
 اصل مقصد سے رہ جائے بلکہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے سکے اس کے بعد جو

چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهُ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

(النور: ۳۱)

اے مومنو! اللہ تعالیٰ کے حضور تم سب توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

بلکہ توبہ سے قبل استغفار حکم ربانی اور سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات

سے ثابت ہے جیسا کہ آیت کریمہ اِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ (ہود: ۱۱)

(۵۲) (اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کی طرف رجوع کرو) اور حدیث نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ

مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۸۳۲) (قسم بخدا! میں ایک دن

میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں) سے عیاں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے جیسا کہ ارشاد

باری تعالیٰ ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ (البقرہ: ۲: ۲۲۲) اور حدیث پاک میں

ہے مَا مِنْ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ شَابٍ تَائِبٍ (باب الحدیث للسطوی جزا:

۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے نوجوان سے بڑھ کر کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبر است

وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار



جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے توبہ کی علامت دریافت کی تو ارشاد فرمایا: ندامت و پشیمانی۔ ایک مقام پر یوں فرمایا اَلنَّدْمُ تَوْبَةٌ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۴۲) یعنی فعل بد سے ندامت توبہ ہے۔

قدوہ اہل طریقت، کاشف اسرار حقیقت حضرت مخدوم سید علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ اَلنَّدْمُ تَوْبَةٌ ایسا فرمان ہے جس میں توبہ کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں کیونکہ توبہ کی پہلی شرط احکام الہیہ کی مخالفت پر افسوس کرنا ہے..... دوسری شرط لغزش اور زلت کو فوراً چھوڑ دینا ہے..... تیسری شرط معصیت کی طرف نہ لوٹنے کا قصد کرنا ہے۔ یہ تینوں شرطیں ندامت کے ساتھ وابستہ ہیں کیونکہ جب دل میں ندامت پیدا ہوتی ہے تو بقیہ دو شرطیں خود بخود اس کے ساتھ آ جاتی ہیں۔ جس طرح توبہ کی تین شرطیں ہیں ایسے ہی ندامت کے تین اسباب ہیں۔

۱..... عقوبت کا خوف دل پر چھا جانا اور افعال بد پر دل میں اندوہ و غم کا پیدا ہونا۔

۲..... جب نعمت کی خواہش قلب پر مستولی ہو جائے اور اس بات کا علم ہو جائے کہ فعل بد اور نافرمانی کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہے گا تو اس پر پشیمان ہونا۔

۳..... روز قیامت خدا تعالیٰ اور تمام مخلوق کے سامنے اپنی بے نقابی کے تصور سے خائف ہو کر برے افعال پر نادم ہونا۔

ان میں سے پہلے کو تائب، دوسرے کو منیب اور تیسرے کو اذاب کہتے ہیں۔ پس توبہ کبیرہ گناہوں سے اعمال صالحہ کو بجالاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں رجوع کرنا ہے..... انابت صغیرہ گناہوں سے حق تعالیٰ کی محبت کے باعث رجوع کرنا ہے..... ادب اپنی ذات کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ریاض الصالحین میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر گناہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس کیلئے توبہ کی تین شرطیں ہیں۔



۱..... گناہ سے رک جائے

۲..... گناہ پر شرمندہ ہو

۳..... پھر اس گناہ کے اعادہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرے

اگر ان شرائط میں ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو پھر توبہ کی چار شرطیں ہیں۔ تین شرطیں تو وہی مذکورہ بالا ہیں اور چوتھی شرط یہ ہے کہ حقدار کو اس کا حق ادا کر دے۔ اگر کسی کا مال لیا تھا تو وہ اسے لوٹا دے اور اگر کسی پر جھوٹی تہمت لگائی تھی تو اسے حد نافذ کرنے پر قادر کرے یا اس سے معافی مانگ لے اور اگر کسی کی غیبت کی تھی تو اس سے معافی مانگے۔

## توبہ کی دو قسمیں

اہل طریقت نے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

صورت توبہ اور حقیقت توبہ

صورت توبہ یہ ہے کہ فقط زبان سے توبہ توبہ کرتا رہے، توبہ کی شرائط کو پورا نہ کرے۔

جبکہ حقیقت توبہ یہ ہے کہ بندہ ممنوعہ افعال کے ارتکاب سے محض اللہ تعالیٰ کے خوف کی بنا پر باز آ جائے، اس قسم کی توبہ کو توبۃ النصوح فرمایا گیا ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَا التَّوْبَةُ النَّصُوحُ اے جان عالم! توبہ نصوح کس کو کہتے ہیں؟

ارشاد فرمایا: اَنْ يَنْدَمَ الْعَبْدُ عَلَى الذَّنْبِ الَّذِي اَصَابَ فَيَعْتَذِرُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ لَا يَعُوْدُ اِلَيْهِ كَمَا لَا يَعُوْدُ اللَّبْنُ اِلَى الضَّرْعِ

(تفسیر روح المعانی جزء ۲۱ء: ۱۰۴)



یعنی جو گناہ بندے سے سرزد ہو اس پر شرمسار ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت طلب کرے، جس طرح دودھ کھیری میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتا پھر اس سے یہ گناہ صادر نہ ہو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی مسجد نبوی میں آیا اور کہنے لگا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ وَ كَبَّرَ اِلَی اللّٰهِ! میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں پھر اس نے تکبیر تحریمہ کہی اور نماز پڑھنے لگا۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اِنَّ سُرْعَةَ اللِّسَانِ بِاِلَّا سَتَغْفَارِ تَوْبَةُ الْكَذِّبِیْنَ وَ تَوْبَتُكَ تَحْتَاجُ اِلَى التَّوْبَةِ (تفسیر روح المعانی جزء ۱۸: ۲۶۸) یعنی زبان سے تیز تیز توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے یہ ایسی توبہ ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اس نے عرض کیا اے امیر المومنین توبہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: جس توبہ میں چھ باتیں پائی جائیں وہ سچوں کی توبہ ہوتی ہے۔

۱..... گذشتہ گناہوں پر ندامت

۲..... فوت شدہ فرائض کی قضا

۳..... غصب شدہ مال کی واپسی

۴..... جس کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا ہے اس سے طلبِ معذرت

۵..... آئندہ گناہ نہ کرنے کا پختہ عزم

۶..... جس طرح پہلے تو نے اپنے نفس کو گناہوں کی مٹھاس چکھائی ہے، اسی طرح اسے

فرمانبرداری کی تلخی چکھانا۔

جو شخص توبہ کی مذکورہ بالا شرائط اور آداب کو بجالاتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہو

جاتا ہے جس نے کبھی گناہ کیا ہی نہیں جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اَلتَّائِبُ مِنْ

الدَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۴۰) سے عیاں ہے۔



حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہاں اجمال و تفصیل کے اعتبار سے توبہ کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

اجمالی توبہ اور تفصیلی توبہ

### اجمالی توبہ

یہ ہے کہ بندہ ہر قسم کے کبیرہ و صغیرہ گذشتہ گناہوں سے باز رہنے کا وعدہ کرے۔ اور آئندہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرے۔

بعض لوگ شیخ کامل مکمل کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کے باوجود فیض

سے محروم رہتے ہیں اس کی چند وجوہات ہیں۔

۱..... ان کی حقیقت توبہ تک رسائی نہیں ہوتی

۲..... ان کی طلب صادق نہیں ہوتی

۳..... وہ غافل مزاج ہوتے ہیں

۴..... حقیقت اخلاص سے یکسر خالی ہوتے ہیں

۵..... کم کوش اور دوں ہمت ہوتے ہیں

۶..... اپنی طریقت اور مشائخ عظام کے ساتھ والہانہ لگاؤ نہیں ہوتا۔

اگر کوئی مذکورہ بالا وجوہات و نقائص کو دور کئے بغیر شیخ کی خدمت میں بر بنائے

جہالت و حماقت بار بار توجہ اور فیض کیلئے عرض بھی کرتا رہے اسے فیض نصیب نہیں

ہوتا۔ وہ خوش نصیب سالکین جو شیخ کامل مکمل سے اکتسابِ فیض کی سعادت سے بہرور

ہوتے ہیں، اس کی بھی چند وجوہات ہیں۔

◎..... جب شیخ مرید کی اپنے ساتھ محبت و وارفتگی دیکھتا ہے

◎..... مرید صحبت کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے

◎..... اللہ تعالیٰ کے حضور آہ و زاری کرتا ہے



○..... جب شیخ مرید کے اضطراب و التہاب اور سچی تڑپ کو دیکھتا ہے

○..... مرید کی طلب صادق ہوتی ہے

○..... شیخ نگاہ ولایت سے مرید کے حق میں فضل و فتوحات کے دروازے کھلتے ہوئے دیکھتا ہے

○..... بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے بارے میں شفقت اور نگاہ عنایت کا مشاہدہ کرتا ہے

○..... مرید اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو بجالاتا اور ان کے حقوق کی پاسداری کرتا ہے

○..... مرید کی محنت اور اخلاص کو دیکھتا ہے

○..... مرید کی ادائے وفا کو دیکھتا ہے

تو قدرتی طور پر خود بخود شیخ کے سینے میں فیض جوش مارتا ہے تو اسے شیخ توجہ و دعا

سے نواز دیتا ہے۔ بقول شاعر

یہ ہیں اللہ والے یہ دیتے ہیں سب کچھ

مگر چاہیے ان سے لینے کا ڈھب کچھ

بہت جانچ لیتے ہیں دیتے ہیں تب کچھ

فقیروں کی جھولی میں ہے اب بھی سب کچھ

اگر شیخ ازراہ بندہ نوازی دوں ہمت، بے شوق اور طلب صادق سے محروم

مریدوں کو فیض عطا بھی فرمادے تو اس قسم کے مرید کا فیض چغلی، غیبت، حسد، بغض،

عناد، فتنہ و فساد اور لقمہ حرام وغیرہا کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ چونکہ مشائخ نے

عطائے فیض میں فیاضی کا حشر دیکھا ہوتا ہے اس لئے وہ بے نیاز اور اذن الہی کے منتظر

رہتے ہیں۔



یاد رہے کہ شیخ طالب کو پہلے اجمالی توبہ کی تلقین کرے یہ محض تعلیم توبہ کا آغاز ہے۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ کے دل میں یقین کے درجے تک یہ بات سما جائے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی مجھے جہنم میں لے جائے گی لہذا آئندہ میں کوئی گناہ نہیں کروں گا بلکہ جتنے گناہ پہلے ہو چکے ہیں، خواہ وہ از قبیل حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد، انہیں ادا کرے گا محض زبان سے توبہ توبہ کر لینا یا دو نفل پڑھنے سے حقیقت توبہ میسر نہیں آتی۔ واللہ الموفق

### تفصیلی توبہ

یہ ہے کہ بندہ مومن حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اعتراف عجز کے ساتھ ادا کرے..... زندگی میں جتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں اس کے حساب سے ادا کرے..... جتنے روزے کسی عذر کی وجہ سے نہیں رکھ سکا ان کی قضا کرے..... جتنے روزے توڑے ہیں ان کا کفارہ ادا کرے..... غرضیکہ جتنے فرائض اور واجبات رہ گئے ہوں انہیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے..... صاحب نصاب واستطاعت ہوتے ہوئے جتنی قربانیاں اور صدقات فطرانہ چھوٹے ہیں انہیں ادا کرے..... صاحب نصاب ہوتے ہوئے زکوٰۃ ادا نہیں کی اسے ادا کرے..... اگر زمیندار ہے تو شرعی لحاظ سے عشر ادا کرے..... حقوق العباد میں سے اگر کسی کا قرضہ واپس نہیں کر سکا تو قرض لوٹائے..... اگر کسی ہمسایہ، دوست یا رشتے دار کا مال غصب کیا ہے اسے واپس کرے..... اگر کسی کی جائیداد پر ناجائز قبضہ کیا ہے اسے لوٹائے..... اگر کسی کا حق ضائع کیا ہے یا تلف کیا ہے اس سے معاف کروائے بصورت دیگر اسے ادا کرے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بعض بزرگوں کا قول تحریر فرمایا ہے کہ ایک رتی چاندی (جو غلط طریقہ سے حاصل کی گئی ہو) اس کا واپس کر دینا چھ سو مقبول حوں سے افضل ہے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا



لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف ۷: ۲۳) (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۶۶)  
 یاد رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ اگر حقوق اللہ کی  
 ادائیگی میں کوئی کمی بیشی ہوئی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال فضل سے معاف فرما  
 دے گا کیونکہ وہ غنی مطلق اور رحم الراحمین ہے جبکہ بندہ فقیر محتاج اور فطرۃً بخیل ہے۔  
 اس لئے حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۷۶)  
 ورنہ کل قیامت کے روز اس کا حساب دینا پڑے گا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا  
 الصلوٰات ہے۔

أَتَذُرُونَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِينَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهُ وَلَا  
 مَتَاعَ فَقَالَ (صلى الله عليه وسلم) إِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَأْتِي  
 يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلْوَةٍ وَصِيَامٍ وَزَكَاةٍ وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا وَقَذَفَ  
 هَذَا وَآكَلَ مَالَ هَذَا وَسَفَكَ دَمَ هَذَا وَضَرَبَ هَذَا فَيُعْطَى هَذَا  
 مِنْ حَسَنَاتِهِ وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ  
 يُقْضَى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي  
 النَّارِ (مسلم ۲/۳۲۰ رقم الحدیث: ۴۶۷۸)

ترجمہ: یعنی کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون شخص ہے؟ حاضرین نے عرض کیا ہم میں مفلس  
 وہ شخص ہے، جس کے پاس نہ درہم ہوں نہ سامان۔ تو آپ (صلى الله عليه وسلم) نے  
 فرمایا! میری امت میں مفلس وہ ہے جو روز قیامت نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا  
 لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا  
 ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ پس ہر ایک حقدار کو اس کی نیکیوں  
 میں سے اس کے حق کے برابر نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر حقداروں کے حقوق  
 پورے ہونے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو حقداروں کے گناہ لے کر اس پر ڈال



دیئے جائیں گے پھر اس کو نار جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (العیاذ باللہ سبحانہ)  
 یہ امر ذہن نشین رہے کہ اگر کوئی شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد کو ادا نہیں کرتا  
 کوئی پیر فقیر خواہ زمانے کا غوث ہی کیوں نہ ہو، اسے منازل سلوک طے نہیں کروا سکتا۔  
 اسے کبھی بھی روحانی ارتقا نصیب نہیں ہو سکتا، وہ جہالت اور مذلت کے گڑھوں میں پڑا  
 رہے گا اسے خدا اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا قرب کبھی میسر نہیں ہو سکتا۔ بالفرض ایسا  
 شخص اگر شیخ بھی بن جائے وہ سب دجل و فریب ہے، اسے حقیقتِ مشیخت نہیں ملی۔  
 وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل گرفت ہوگا، اس کی اپنی نجات مشکل ہے، وہ دوسروں کی  
 نجات کا ذریعہ کیسے بنے گا؟

حقیقت یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و توفیق شامل حال نہ ہو، حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم معاون نہ ہو، اپنے مشائخ اور والدین کی دعائیں اور اپنی  
 التجائیں نہ ہوں، گناہوں پر نادم نہ ہو بخشش کا معاملہ نہایت مشکل ہے اور اگر یہ سب کچھ  
 ممد و معاون ثابت ہوں تو اسے محض اللہ کا فضل ہی سمجھنا چاہئے۔ اللہم ارزقنا ایہا  
 حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں (چار صدیاں  
 قبل) سالکین بھی کم کوش اور دوں ہمت ہیں، اس لئے انہیں تفصیلی توبہ میں مشغول کرنا  
 حکمت کے خلاف ہے ورنہ سالک کی طلب میں فتور آنے سے وہ اصل مقصد سے ہی  
 محروم رہ جائے گا اگر اسے ابتداء ہی میں تفصیلی توبہ کی تلقین کی گئی جس کے لئے ایک  
 طویل عرصہ درکار ہے۔ تو وہ ایسی توبہ سے بھی توبہ توبہ کراٹھے گا۔

آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

شیخ کو چاہیے کہ سالک کو اپنے حلقہء بیعت میں شامل کرنے کے بعد اجمالی  
 طریق توبہ کی نصیحت کرے اور اس کی باطنی استعداد کے مطابق ذکر و فکر کی تعلیم دے۔



مناسب استعداد طالب است تعلیم نماید ، و ذکرے کہ  
 طریقہ طالب کی استعداد کے مناسب ہے۔ (اس کی) تعلیم دے اور ایسا ذکر جو اس  
 ملایم قابلیت اوست تلقین فرماید ۔  
 کی قابلیت کے مناسب ہے تلقین فرمائے ۵

### باطنی تربیت کے مختلف طرق

۵ چونکہ راہ سلوک طے کرنے کے متعدد طریقے ہیں اور لوگوں کی روحانی ہمتیں ،  
 ذوق اور باطنی استعدادیں بھی متفاوت ہیں اس لئے ہر ایک کی استعداد کے مطابق ذکر  
 تلقین کرنا چاہئے ۔ کیونکہ کچھ لوگ کور باطن ، کچھ متوسط اور کچھ راہ سلوک طے کرنے  
 کیلئے نہایت مستعد اور بلند ہمت ہوتے ہیں اس لئے سب کو ایک جیسا ذکر تعلیم و تلقین  
 نہیں کرنا چاہئے ۔

- کسی سالک کو اس کی باطنی استعداد کے مطابق تصور شیخ کی نصیحت کرنی چاہئے
- کسی کو باطنی استعداد کے موافق ذکر اسم ذات کا سبق دینا چاہئے
- کسی کو پاس انفاس کی تعلیم دینا چاہئے
- کسی کو ذکر قلبی کا مشورہ دینا چاہئے
- کسی کو عبادات فرضیہ و نافلہ کی تلقین کرنی چاہئے
- کسی کو دلائل الخیرات اور درود خضریٰ وغیر ہا پر کار بند رہنے کا حکم دینا چاہئے
- کسی کو نفی اثبات کا ذکر بتا دینا چاہئے
- کسی کو استغفار اور تلاوت قرآن بتانا چاہئے
- کسی کو صرف خیال کے ساتھ ذکر کی تعلیم دینا چاہئے



غرضیکہ جیسی سالک کی باطنی صلاحیت اور روحانی استعداد ہو اس کے مطابق اسے ذکر و فکر اور ادو وظائف کی تجویز دینا چاہئے۔

یاد رہے کہ ایسا وہی شیخ طریقت کر سکتا ہے جس نے خود سلوک طے کیا ہو..... عروجی منازل اور نزولی مراتب سے مکمل طور پر آگاہ ہو..... راہ سلوک کی مشکل گھاٹیوں اور منزلوں سے پوری طرح واقف ہو..... یہ شیخ ناقص کے بس کا روگ نہیں۔

جانشین امام ربانی عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ ہمارے شیخ و امام (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز) نے اگرچہ اپنے کسی رسالہ (مبداء و معاد زیر نظر منہا) میں تحریر فرمایا ہے کہ شیخ کو چاہئے کہ طالب کو ذکر و شغل کے طریقوں میں سے وہ طریقہ سکھائے جو اس کے حال کے مناسب اور اس کی استعداد و قابلیت کے لائق ہو..... لیکن آخری زمانہ میں ان کا طریقہ تمام طالبین کے لئے اسم ذات کی تعلیم کو مقدم کرنا تھا۔ ان کی صلاحیتوں کے متفاوت ہونے کے باوجود ان میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے (الا ماشاء اللہ تعالیٰ) اور اس میں راز یہ تھا کہ آپ کے ابتدائے حال میں آپ کی سیر اطوار و ولایت میں تھی اس لئے کہ ولایت کا کمال جذبہ و سلوک کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ دونوں ولایت کے دور کن ہیں۔ ولایت ان دونوں کے بغیر متحقق نہیں ہوتی۔ پس کمال ولایت میں شیخ کیلئے ضروری ہے کہ مرید کے حال کا لحاظ رکھے اور اس کو اس کی استعداد کے مطابق مناسب طریقہ سکھائے اور جو طریقہ اس کی استعداد کے خلاف ہو وہ نہ سکھائے اس کیلئے سلوک کو آسان کرے تاکہ اس کے کام میں خلل نہ پڑے۔ مثلاً جب کسی کی استعداد جذبہ کے مناسب ہو تو اس کو وہ طریقہ سکھائے جو جذبہ کے مناسب ہو اور اگر وہ اس کو ایسا طریقہ سکھائے گا جو سلوک کے مناسب ہو گا تو سالک کے کام میں خلل واقع ہوگا اور دیر لگے گی یا سلوک میں دشواری پیش آئے گی اور شیخ و سالک (دونوں) کو اس (سالک



کے) امر کی اصلاح میں مشقت اٹھانا پڑے گی اور جب (حضرت عالی) قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ نے اطوار ولایت سے ترقی فرمائی اور تبعیت و وراثت کے ذریعہ کمالات نبوت تک پہنچے تو وہ جذبہ و سلوک کے دائرہ سے نکل گئے۔ کیونکہ کمالات نبوت ان دونوں (جذبہ و سلوک) سے وابستہ نہیں ہیں بلکہ ان دونوں سے بالا ہیں اور اس طریق میں سالک کی ترقی محض شیخ کی صحبت و محبت اور شریعت عالیہ و سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحدیہ کے اطوار کے اتباع کے ساتھ اس (شیخ) کے آداب کو ملحوظ رکھنے سے ہے۔ اس وقت ذکر کی تعلیم کرنا طالب کی تسلی کے لئے ہے اور اگر چہ ذکر فی نفسہ مفید ہے لیکن وصول کا مدار نہیں ہے۔ (مکتوبات معصومیہ دفتر دوم مکتوب: ۷۸)



و توجہ سے بکار اور درکار دارد، والتفاتے بحال او مرعی  
 اور اس کے کام میں توجہ جاری رکھے اور اس کے حال پر التفات کی رعایت کرے ۱  
 نماید - و آداب و شرائط راہ را باو بیان سازد -  
 اور راہ (سلوک) کے آداب و شرائط اس پر بیان کر دے ۲

۳ تعلیم طریقہ کے بعد شیخ کو چاہیے کہ طالب کو اپنی خصوصی توجہات قدسیہ سے  
 نوازتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے روحانی ارتقاء کے لئے التجائیں کرتا رہے  
 تاکہ سالک جلد از جلد عروجی مدارج اور نزولی منازل طے کر سکے۔ اللہم ارزقنا ایہا  
 شیخ، طالب کو راہ طریقت کی نزاکتیں اور لطافتیں بیان کرتا رہے اور اسے بلند  
 ہمتی کی تلقین اور آداب و شرائط طریقت کی تعلیم دیتا رہے تاکہ سالک سے کوئی ایسی  
 دانستہ یا غیر دانستہ غیر ذمہ دارانہ حرکت سرزد نہ ہو جائے جو آداب طریقت کے منافی  
 ہو، اسی لئے مشائخ طریقت مریدین کیلئے خصوصاً درس و وعظ و نصیحت کی مجالس کا اہتمام  
 کرتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آداب طریقت کو بیان کر دیا جائے۔

مرید، طالب اور اللہ تعالیٰ مطلوب و مقصود ہے اور طالب و مطلوب کے درمیان  
 شیخ کامل برزخ اور وسیلہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ  
 (المائدہ ۲۵:۵) سے عیاں ہے۔

۴ چونکہ شیخ کامل و مکمل نبی (علیہ السلام) کا کامل وارث اور نائب ہوتا ہے اس  
 لئے شیخ اپنے مریدوں میں ایسے ہوتا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ فلہذا شیخ کامل  
 کے حقوق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔ نیز طریقت  
 نقشبندیہ میں فیض کا حصول صحبت شیخ اور تعلیم طریقہ پر منحصر ہے اس لئے صحبت شیخ کے  
 آداب اور اس کی مجلس کے شرائط پیش خدمت ہیں۔



## آداب شیخ

- ..... طالب کو اپنا آپ کلی طور پر شیخ کے حوالے کر دینا چاہئے اور اس کی پیروی اس طرح کرے جیسے مردہ بدست زندہ۔
- ..... مرید کو چاہئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے شیخ کی طرف متوجہ کرے۔
- ..... شیخ کی موجودگی میں اس کے سوا کسی اور طرف توجہ نہ کرے۔
- ..... شیخ کے حضور نماز فرض اور سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔
- ..... شیخ کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو۔
- ..... طالب، شیخ کے کپڑے پر اپنا سایہ نہ پڑنے دے اور نہ ہی اس کے سایہ پر اپنا سایہ پڑنے دے۔
- ..... شیخ کی جائے نماز (مصلیٰ) پر قدم نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے۔
- ..... شیخ کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔
- ..... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی موجودگی میں نہ کسی سے کلام کرے اور نہ ہی کھائے پیئے۔
- ..... شیخ کے آستانے کی طرف پاؤں دراز نہ کرے اور اس کی طرف تھوک بھی نہ پھینکے۔
- ..... مرید کے قلب میں شیخ کے متعلق جو شبہ پیدا ہو شیخ سے اس کا حل دریافت کرے اگر حل سمجھ میں نہ آئے تو اسے اپنا ہی تصور جانے۔
- ..... شیخ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرے۔
- ..... مرید کو جہاں سے فیض ملے اسے اپنے شیخ ہی کا فیضان سمجھے اور یقین جانے کہ میرے شیخ کا لطیفہ دوسرے شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔



○ ..... جو کچھ شیخ سے صادر ہو اسے درست اور بہتر جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے، کیونکہ شیخ جو کچھ کرتا ہے وہ الہام ربانی اور اذن الہی سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔

○ ..... مرید شیخ کی حرکات و سکنات پر اعتراض نہ کرے اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے محرومی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ تمام مخلوق میں بد بخت شخص وہ ہے جو مشائخ عظام کا عیب بین ہو۔

○ ..... شیخ سے کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے اور خطرے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو۔

○ ..... کلی و جزوی جملہ امور میں شیخ کی اقتدا کرے خواہ وہ کھانے پینے، پہننے، سونے اور اطاعت کے معمولی کام ہی کیوں نہ ہوں۔

○ ..... مرید، نماز شیخ کی طرح ادا کرے اور فقہ کے مسائل بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھے۔

○ ..... طالب اپنے کشوف و واقعات پر اعتماد نہ کرے بلکہ جو کچھ منکشف ہو یا واقعہ وغیرہا میں مشاہدہ کرے اسے من و عن شیخ کی خدمت میں عرض کر دے۔

○ ..... شیخ کی اجازت کے بغیر اس کی مجلس سے جدا نہ ہو کیونکہ اپنے لئے شیخ کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے۔

○ ..... مرید کو ظاہر و باطن میں جو فیوض و فتوحات حاصل ہوں ان کو شیخ کی وساطت سے تصور کرے۔

○ ..... یاد رہے کہ اگر کوئی سالک بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور انہیں مناسب طور پر ادا نہ کر سکے اور کوششیں بسیار کے باوجود عہدہ برآ نہ ہو سکے تو اس کے لئے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف لازم ہے اور اگر آداب کی



رعایت بھی نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ (العیاذ باللہ سبحانہ)

ہر کہ را روئے بہ بہبود نہ بود

دیدن روئے نبی سود نہ بود

©..... یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی کا واقع ہونا اور احوال و مواجید کا مفقود ہو جانا شیخ کی ناراضگی اور غضب کے نتائج و ثمرات میں سے ہے۔ اگر آزار شیخ کے باوجود احوال و مواجید میں کچھ اثر باقی رہے تو اسے استدراج سمجھنا چاہئے کیونکہ شیخ کے ناراض ہو جانے کا نتیجہ عاقبت کی خرابی اور نقصان ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم ماند از فضل رب

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق گردد اندر وادی حسرت غریق

ہرچہ آمد بر تو از ظلمات و غم آں ز بے باکی و گستاخیت ہم

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اس طریقہ عالیہ کے آداب ایک مقام

پر یوں تحریر فرمائے ہیں:

اس راہ کے طالب کو چاہئے کہ اول اپنے عقائد کو علمائے اہل حق شکر اللہ

تعالیٰ سعیبہم کے عقائد کے موافق درست کرے، پھر فقہ کے ضروری احکام کا علم

حاصل کرے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہی جل

شانہ میں مصروف رکھے۔ بشرطیکہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل و مکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ

ناقص سے کامل نہیں ہو سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر کے ساتھ اس طرح معمور رکھے کہ



فرائض اور موکدہ سنن کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ ہوتی کہ (ذکر میں پختگی آنے تک) قرآن مجید کی تلاوت اور عبادات نافلہ کو بھی موقوف رکھے اور با وضو اور بے وضو بھی ذکر کرتا رہے، کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے اسی کام میں مشغول رہے، نیز چلتے پھرتے، کھانے پینے اور سونے کے وقت بھی ذکر سے خالی نہ رہے۔

ذکر گو ذکر تا ترا جان ست

پاکی دل ز ذکر رحمن ست

ترجمہ: ذکر کرتا رہے کہ جب تک جان ہے..... دل کی پاکی ذکر رحمن ہی سے ہے۔

اس طرح دوام ذکر میں اس قدر مشغول رہے کہ مذکور کے سوا سب کچھ اس کے سینے سے دور ہو جائے اور مذکور کے علاوہ اس کے باطن میں کسی چیز کا نام و نشان تک نہ رہے حتیٰ کہ بطور وسوسہ بھی ماسوا اس کے قلب میں نہ گزرے اگر تکلف سے بھی غیر کا خطرہ دل میں لانا چاہے تو نہ لاسکے۔ یہ نسیان جو قلب کو تمام ماسوائے مطلوب سے حاصل ہوا ہے وہ حصول مطلوب کا ایک مقدمہ ہے اور حصول مطلوب اور اس کے وصول کی خوشخبری دینے والا ہے اور نفس حصول مطلوب اور وصول حقیقی بمقصد کے متعلق کیا لکھے کہ وہ وراء الورا ہے

كَيْفَ الْوُصُولُ إِلَى سَعَادَ وَدُونَهَا

قُلُّ الْجِبَالُ وَدُونَهُنَّ خِيُوفُ

ہائے پہنچوں کس طرح محبوب تک ..... پر خطر ہیں کوہ و غار اس راہ میں

اور جب برادر عزیز، اللہ سبحانہ کی عنایت سے اس سبق کو انجام تک پہنچالے تو دوسرے سبق کی طلب ظاہر کرے۔ واللہ سبحانہ الموفق

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۸۴)



و در متابعت کتاب و سنت و آثار سلف صالحین ترغیب فرماید

اور قرآن و سنت اور آثار سلف صالحین کی متابعت کی ترغیب فرمائے ۵

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ کامل راہ طریقت کے آداب و شرائط مریدین کے سامنے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کتاب و سنت اور سلف صالحین کے آثار کی اتباع کی ترغیب دیتا رہے۔ اس کی مزید تفصیل و تاکید بیان کرتے ہوئے آپ رقمطراز ہیں اردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

اے سعادت مند! ہم پر اور آپ پر لازم ہے کہ کتاب و سنت کے مطابق اپنے عقائد کی تصحیح کریں (جس طریقہ پر کہ) علمائے اہل حق شکر اللہ سعہم نے کتاب و سنت کو سمجھا ہے اور اس سے اخذ کیا ہے۔ ہمارا اور آپ کا سمجھنا جو ان بزرگوں کی فہم اور رائے کے موافق نہیں ہے تو وہ حدود و اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت کے مطابق سمجھتا ہے اور ان کو وہیں سے اخذ کرتا ہے وَالْحَالُ أَنَّهُ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئاً (حالانکہ ان سے حق کے متعلق کسی قسم کا بھی فائدہ نہیں ہوتا)۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۱۵۷)

### مسئلہ تقلید کا اجمالی تذکرہ

مذکورہ سطور میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ قرآن و حدیث کو اپنی عقلِ ناتمام اور علمِ خام کے ذریعے سمجھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے بلکہ آئمہ مجتہدین نے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات سے جو احکام و مسائل استنباط و استخراج کئے ہیں ان کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ آئمہ عظام نے زمانہ رسالت کے قرب، وفورِ علم، کثرتِ روایات، کمالِ تقویٰ اور جوہرِ فکر کی بنا پر ناسخ و منسوخ، محکم و مؤول، مقدم و مؤخر اور متضاد و متخالف انصوص میں مطابقت و







امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کے جلیل القدر علماء، فضلا، صلحاء، اتقیاء، اولیاء، اقطاب، اوتاد، اغیاث، محدثین، مفسرین اور محققین نے ان مقتداؤں کی حاشیہ برداری کو عین سعادت سمجھا۔

چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، امام الحدیث امام مسلم بن حجاج القشیری، قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حجة الاسلام حضرت امام غزالی، شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، خواجہ جہاں بلاگرداں حضرت شاہ نقشبند بخاری، حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے علمائے راخین اور اولیائے کاملین کو بجز تقلید کے کوئی چارہ کار نہیں، ماوشاکس شمار و قطار میں ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ امت محمدیہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت لَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّتِي عَلَي الضَّلَالَةِ أَبَدًا (المعجم الکبیر للبطرانی، الرقم: ۱۳۴۳۸) سے عیاں ہے۔

اب جو شخص ان آئمہ اسلام کے جادہ مستقیم کو چھوڑ کر کوئی اور رستہ اختیار کرے گا وہ بد بخت اور حرماں نصیب ہی ہوگا جیسا کہ آیت کریمہ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (ال عمران ۸۵:۳) اور حدیث پاک مَنْ شَدَّ شُدَّ فِي النَّارِ (سنن الترمذی، الرقم: ۲۰۹۳) سے واضح ہے۔

یاد رہے کہ قرآن و سنت اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چلے بغیر سالیکن کو روحانی ارتقاء میسر نہیں ہوتا اسی لئے ان کی حریم قدس تک رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔



ووصولِ مطلوبِ رابِعے ایسے متابعتِ محالِ داناند۔  
 اور ان کی متابعت کے بغیر مطلوب تک رسائی محال (ہے) ذہن نشین کرادے  
 واعلام نماید کہ کشف و وقائع کہ سر موئے مخالفت  
 اور آگاہ کر دے کہ کشف ۹ اور واقعے جو قرآن و سنت سے بال برابر  
 بکتاب و سنت داشته باشد اعتبار نکند، بلکہ مستغفر باشد  
 مخالفت رکھتے ہوں (ان کا) اعتبار نہ کرے بلکہ (ان سے) استغفار کرے۔

## ۹ کشف

کشف کا لغوی معنی ”حجاب کا اٹھ جانا“ ہے اور اصطلاح طریقت میں ماورائے  
 حجاب معانی غیبیہ اور امور حقیقیہ پر وجوداً اور شہوداً مطلع ہونا کشف کہلاتا ہے۔  
 راہ سلوک کے دوران سالکین کو پیش آنے والے واقعات اور کشف جو شریعت  
 مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات سے معمولی بھی متصادم ہوں وہ  
 درجہ اعتبار سے ساقط اور ناقابل التفات ہیں اس لئے اس قسم کے کشف کی طرف نہ  
 خود متوجہ ہو اور نہ ہی کسی دوسرے کو بتانے چاہئیں کہ کہیں فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔  
 بلکہ طالب کو کتاب و سنت کے مخالف مکشوفات سے استغفار کرنا چاہئے ممکن ہے اس میں  
 نفس کی آمیزش اور شیطان کی تلبیس ہو۔

## واقعہ

۱۰ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں واقعہ اس امر کو کہا جاتا ہے جو سالک کے قلب  
 میں واقع ہو خواہ بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کے عالم میں لیکن یہ ضروری ہے کہ اس  
 وقت سالک کے حواس ظاہری معطل ہوں۔



و بتصحیح عقائد بمقتضائے آرائے فرقة ناجیہ اہل سنت  
 اور ناجی گروہ اہل سنت و جماعت ؑ کی آراء کے مطابق عقائد درست  
 و جماعت نصیحت نماید - و بتعلیم احکام فقہیہ ضروریہ  
 کرنے کی نصیحت کرے اور ضروری فقہی احکام کی تعلیم اور اس علم کے مطابق  
 و عمل بموجب آن علم تاکید فرماید -  
 عمل کرنے کی تاکید فرمائے۔ ؑ

یاد رہے کہ صوفیائے کرام واقعات کے مشاہدے میں نیند کے محتاج نہیں  
 ہوتے۔ کیونکہ وہ مشغولیت اذکار اور محویت مراقبات کی وجہ سے مسدود الحواس ہو  
 جاتے ہیں۔ ان کے ظاہری حواس دنیا کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس  
 خالق کی طرف کھل جاتے ہیں۔ پھر پردہ غیب سے ان پر القاء و الہام کا سلسلہ شروع ہو  
 جاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء

(الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۳)

اہل سنت ہی ناجی گروہ ہے

ؑ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ناجی گروہ اہل سنت و جماعت کی آراء کے  
 مطابق عقائد درست کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں دراصل ان سطور میں ارشاد نبوی علی  
 صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کو بیان فرمایا گیا ہے، حدیث پاک ہے:

تَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً  
 وَاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي

(جامع ترمذی، الرقم: ۲۵۶۵)



یعنی میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی ان میں سے ایک کے علاوہ سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسا گروہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔

اصحابی کی عمومیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اہل بیت اطہار بھی شامل ہیں کیونکہ صحابی اس خوش قسمت انسان کو کہا جاتا ہے جو حالت ایمان میں جاگتے ہوئے چہرہ والضحیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کا دیدار کرے اور اسی حالت میں اس کا وصال ہو۔ چونکہ اہل بیت نبوت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف دیدار سے مشرف ہیں اس لئے وہ صحابی بھی ہیں البتہ ان کے درمیان لطیف فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروالے ہیں اور اہل بیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروالے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات ہے۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ الثَّقَلِیْنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِیْرَتِیْ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰۷۰۷)

ایک روایت میں جماعت کے واضح الفاظ موجود ہیں:

(عَنْ مُعَاوِیَةَ) اِنَّ هَذِهِ الْمِلَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنِ نِتَانٍ وَسَبْعُوْنَ فِی النَّارِ وَوَاحِدٌ فِی الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ

(سنن ابوداؤد، رقم: ۳۹۸۱)

یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر گروہوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں سے بہتر جہنمی ہونگے اور ایک جنت میں جائے گا اور وہ جماعت ہے۔

ایک روایت میں جماعت پر اللہ تعالیٰ کے دست رحمت کا بیان ہے:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ يَدُ اللّٰهِ مَعَ الْجَمَاعَةِ

(جامع ترمذی، رقم: ۲۰۹۲)



یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مسلمان وہی ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ سے وابستہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب و سنت کے عاملین اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم کے حاملین اہلسنت و جماعت کہلاتے ہیں اور یہی جنتی اور ناجی گروہ ہے۔

چونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے۔ انہوں نے دعوت اسلام کو دل و جان سے تسلیم اور قبول کیا اور ہر امتحان و ابتلاء میں ثابت قدم رہے۔ اپنی زندگیوں کو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھالا۔ ان کا جذبہ اطاعت و استقامت بارگاہِ خداوندی میں اس قدر مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں کیلئے صحابہ کرام کے طرز زندگی کو معیار حق قرار دیکر تبعین کو اپنی رضا اور فوزِ عظیم کی سند عطا فرمادی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّابِقُونَ الْأَوْلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

(التوبہ ۹: ۱۰۰)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ) پہلے پہل ہجرت کی اور آپ کی نصرت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جو لوگ صحابہ کرام کی احسن طریقے سے اتباع کریں گے اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔



نیز سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

الْفِرْقَةُ النَّاجِيَّةُ هُمُ الصَّحَابَةُ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ  
النَّاجِيُّ مِنْهَا وَاحِدَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم)  
وَمَنْ هُمْ قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ فَقِيلَ وَمَا أَهْلُ السُّنَّةِ  
وَالْجَمَاعَةِ قَالَ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي (احياء العلوم جزء ۳: ۴)

یعنی ناجی گروہ صحابہ کرام ہیں اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناجی گروہ صرف ایک ہے تو صحابہ کرام نے عرض کیا وہ کونسا گروہ ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ اہلسنت و جماعت ہے۔ پھر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت کون ہیں تو فرمایا کہ جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں۔ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّاسَ كَانُوا فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ (صلى الله عليه وسلم)  
أَهْلُ سُنَّةٍ (کنز العمال، الرقم: ۳۱۳۶۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں لوگ اہل سنت تھے۔

ظاہر ہے کہ زمانہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰت کے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے جو خیر امتی قرنی اور خیر القرون قرنی (البخاری، الرقم: ۳۳۷۷) کے شرف سے مشرف تھے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل سنت و جماعت کی متابعت کی تاکید کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

نجات کا طریقہ اقوال و افعال اور اصول و فروع میں اہل سنت و جماعت کی متابعت کرنے میں ہے کیونکہ یہی ناجی گروہ ہے اس کے علاوہ تمام فرقے مقام زوال



اور ہلاکت کے کنارے پر ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۶۹)  
ایک مقام پر یوں رقمطراز ہیں:

اہل سنت و جماعت کے خلاف خبثِ اعتقادِ سمِ قاتل ہے جو دائمی موت اور ہمیشہ کے عذاب و عتاب تک پہنچا دیتی ہے۔ عمل میں سستی اور کاہلی ہو تو مغفرت کی امید ہے لیکن اعتقاد کی خرابی اور کمزوری میں مغفرت کی گنجائش نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (النساء: ۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے گا۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۶۷)

یاد رہے کہ اگر آج کوئی اس ناجی جماعت کی حقانیت کے متعلق متردد ہے تو کل قیامت کے روز حق و باطل میں امتیاز ہو جائے گا مگر اس وقت کا جاننا بے سود ہو گا اور سوائے کفِ افسوس ملنے کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اضَلُّ سَبِيْلًا (الفرقان ۲۵: ۲۴) سے واضح ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مشائخِ اہل سنت کے اختیار فرمودہ طریقہ کے مطابق سلوک طے کرنا چاہیے جو ہر قسم کی بدعات و خرافات سے پاک ہے اور یونانی فلسفیوں اور ہندوستانی جوگیوں کے وضع کردہ غیر شرعی چلوں اور ریاضتوں سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان کی ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ ایمان، اسلام اور احسان سے موافقت نہیں رکھتے اسی لئے وہ حق تعالیٰ کی ناشکری، نافرمانی اور معصیت میں داخل ہیں۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ پیشہ ورمشائخ، محافل اعراس میں فرقِ ضالہ کے لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں اور علمائے اہل سنت کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کی تشہیر سے روکتے ہیں اور اغیار کے متعلق نرم گوشہ رکھتے ہیں تاکہ ”خوش رہے شیطان



اور راضی رہے رحمان بھی“ کے مصداق سارے لوگ انہیں اچھا سمجھیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اگر ہم نے سنیت کی دعوت دی تو لوگ مخالف ہو جائیں گے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہئے البتہ اَدْعُوا إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل ۱۶: ۱۲۵) کے حکم کے مطابق انداز تبلیغ نہایت حکیمانہ اور مہذبانہ ہونا چاہئے، دشنام طرازی اور درشت لہجے سے اجتناب کرنا چاہیے ورنہ امن و آشتی کی فضا مگر ہو جاتی ہے اور اپنے بھی بدظن ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر

حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے

جو انانِ تاتاری کس قدر صاحبِ نظر نکلے

۱۲ یعنی شیخ مرید کو طہارت، غسل، وضو، نماز، روزہ، صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ اور صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں حج وغیرہا کے بنیادی اور ضروری احکام و مسائل کی تعلیم دے اور ان کے مطابق عمل کرنے کی نصیحت فرمائے (تفصیلات کیلئے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیں)

یاد رہے کہ موجودہ دور میں ”رہ گئے مجاور یا گورکن“ کے مصداق خانقاہوں اور آستانوں پر علم و عمل سے بے بہرہ نام نہاد مشائخ براجمان ہیں (الا ماشاء اللہ) وہ اپنے مریدوں اور طالبوں کو کتاب و سنت، شریعت و طریقت اور فقہ و تصوف کی کیا تعلیم دیں گے؟ بقول اقبال مرحوم

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد

زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن



کہ طیران دریں راہ برے این دو جناح اعتقادی و عملی میسر نیست  
 کیونکہ اس راہ میں پرواز ان دو اعتقادی و عملی پروں کے بغیر میسر نہیں ہے ۱۳  
 و تاکید نماید کہ در لقمه محرم و مشتبه احتیاط را نیک مرعی  
 اور تاکید کرے کہ حرام اور مشتبه لقمہ ۱۴ میں احتیاط کی بہت رعایت رکھے اور جو کچھ  
 دارد، و ہرچہ یا بد نخورد، و از ہر جا کہ بیاید تناول نہ نماید  
 پائے (اسے) نہ کھائے اور جہاں سے مل جائے تناول نہ کرے

۱۳ سالک کے عقائد و اعمال، علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد و اعمال کے  
 موافق درست ہونے چاہئیں جو دو پروں کی حیثیت رکھتے ہیں جب تک اعتقادی اور  
 عملی دونوں پر میسر نہ آجائیں، عالم قدس کی طرف باطنی سیر اور روحانی طیر نصیب نہیں  
 ہوتی۔

۱۴ دوران سلوک محرمات اور مشتبہات سے اجتناب اور رزق حلال کا التزام و  
 اکتساب بنیادی ارکان میں سے ہے۔

## رزق حلال کی فضیلت

ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ہے اِنَّ الْعِبَادَةَ عَشْرَةٌ اَجْزَاءُ تِسْعَةٌ  
 مِنْهَا طَلَبُ الْحَلَالِ وَ جُزْءٌ وَ اِحْدٌ مِنْهَا سَائِرُ الْعِبَادَاتِ یعنی عبادت  
 کے دس جزو ہیں جن میں نو حصے، طلب حلال ہیں اور ایک حصہ باقی عبادات ہیں۔  
 حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

علم و حکمت زاید از نان حلال  
 عشق و رقت آید از نان حلال



حرام حلال کی ضد ہے اور رزق حلال کی طلب فرائض میں سے ہے ارشاد نبوی  
 علی صاحبہا الصلوٰۃ ہے طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ  
 (شعب الایمان، رقم الحدیث: ۸۲۸۲)

اس کی ضد حرام سے احتراز کرنا بھی فرض اور لازم ہے۔

بنابریں رشوت ستانی، سود خوری، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، دھوکا دہی، ڈاکہ  
 زنی، چوری وغیرہ جیسے ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ مال و دولت سب ناجائز اور حرام  
 ہیں جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (البقرہ: ۲۸۸)  
 یعنی ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُدِيَ بِالْحَرَامِ (مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: ۶۲۸۵)

یعنی جس جسم کو حرام غذا دی گئی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا کھانا پینا اور لباس حرام کمائی سے  
 ہے اور اسے غذا بھی حرام کمائی سے دی گئی فَاَنِّي يُسْتَجَابُ لَذَالِكَ (صحیح مسلم، رقم  
 الحدیث: ۱۶۸۶) اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۸۶)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو ہی قبول فرماتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص حرام مال سے صدقہ و خیرات دیتا ہے وہ گویا ناپاک کپڑوں کو پیشاب

سے دھونے کی کوشش کرتا ہے جو بجائے خود اور بھی زیادہ ناپاک ہوتا ہے۔

حضرت بہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ



حرام خور کے اعضاء گناہ میں مشغول رہتے ہیں خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس حلال سے حرام میں پڑنے کا اندیشہ ہو اس حلال کو بھی ترک کر دینا بہتر

ہے۔ (علمائے اصول اسے سد ذرائع کا قاعدہ کہتے ہیں) سالک کے لئے جس طرح

حرام سے اجتناب کرنا لازم ہے ایسے ہی سالک کے لئے مشتبہات سے احتراز کرنا بھی

ضروری ہے تاکہ وہ حق تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ ہو جائے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ہے

وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ (النور ۲۴: ۱۵) اور تم خیال کرتے ہو کہ

یہ معمولی بات ہے حالانکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔

حدیث پاک میں بھی مشتبہات سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد

نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت ہے۔

بلاشبہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا

يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ

وَعَرِضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۹۶)

اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے جو

شخص ان مشتبہات سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شبہات

میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہو گیا۔

مشتبہ امور کے متعلق علمائے کرام کے متعدد اقوال ہیں جو ہدیہ قارئین ہیں۔

پہلا قول: مشتبہ امور فی نفسہا مشتبہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مشتبہ ہونا اضافی ہے یعنی

جو شخص ان امور کا حکم نہیں جانتا اس پر یہ مشتبہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز بیان فرما

کر اس کی دلیل قائم کر دی ہے البتہ ایک بیان جلی ہے جسے ہر شخص جان لیتا ہے اور ایک



بیان خفی ہے جسے صرف علماء ہی اجتہاد اور استنباط کے طریقوں سے جانتے ہیں۔  
دوسرا قول: امور مشتبہ سے مراد امور اجتہاد یہ ہیں یعنی جس شئی کا حلال و حرام ہونا کتاب و سنت کی صریح عبارت سے معلوم نہ ہو اور نہ ہی اس پر اجماع ہو۔ جیسے موجودہ دور میں انتقال خون، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، انشورنس پالیسی وغیرہ ایسے امور اجتہاد یہ ہیں جن کا حکم مجتہد اپنے اجتہاد سے معلوم کرتا ہے اور اسے حلال یا حرام کے ساتھ لاحق کر دیتا ہے۔

یاد رہے کہ اگر مجتہد کسی چیز کو اپنے اجتہاد سے حلال قرار دے دے پھر بھی اسے تقویٰ کے تقاضا کے مطابق اس سے اجتناب کرنا چاہئے، ممکن ہے اس کا اجتہاد درست نہ ہو۔

تیسرا قول: مشتبہ امور سے مراد امور مکروہہ ہیں۔ مذکورۃ الصدر حدیث سے مقصود امور مکروہہ سے اجتناب پر براہِ یغیختہ کرنا ہے کیونکہ بہت سے لوگ امور مکروہہ سے اجتناب نہ کرنے میں کوئی حجاب محسوس نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ حرام تو نہیں ہے۔

چوتھا قول: امور مشتبہ سے مراد امور مباحہ ہیں اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مباح امور سے بھی اجتناب کیا جائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مباحات سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ ان نفوس قدسیہ نے اچھے کھانے، اچھے مشروبات و ملبوسات اور اچھے مکانات کو قصداً حاصل نہیں فرمایا اور انہوں نے اپنے اجتہاد اور ارادے سے فقیرانہ زندگی کو اختیار فرمایا۔ بقول شاعر

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند

در شہنشاہی فقیری کردہ اند

پانچواں قول: مشتبہ امور سے مراد وہ امور مراد ہیں جن کی حلت و حرمت میں دلائل



متعارض ہوں اور ان امور میں احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو ترک کر دیا جائے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دَعُ مَا يُرِيكَ اِلَى مَا لَا يُرِيكَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۴۴۲) یعنی جو چیز تمہیں شک میں مبتلا کر دے اسے چھوڑ دو۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رستے میں پڑی ہوئی کھجور پا کر ارشاد فرمایا: لَوْلَا اِنِّي اَخْشَى اَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَا كَلْتُهَا (السنن الکبریٰ جزء ۶: ۱۹۵) یعنی اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ کہیں یہ کھجور صدقہ نہ ہو تو میں اس کو کھا لیتا۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اولین کا وظیفہ چار ہزار مقرر فرمایا اور اپنے بیٹے کا ساڑھے تین ہزار۔ آپ سے عرض کیا گیا یہ بھی مہاجرین میں سے ہیں ان کا وظیفہ آپ نے کم کیوں کیا ہے فرمایا اِنَّمَا هَا جَرِبَهُ اَبُوهُ يَقُولُ لَيْسَ هُوَ كَمَنْ هَا جَرَ بِنَفْسِهِ یعنی اس کے ساتھ اس کے باپ نے بھی ہجرت کی ہے فرماتے یہ ان لوگوں کی مثل نہیں ہو سکتا جنہوں نے از خود ہجرت کی ہے۔

(ماخوذ از شرح صحیح مسلم جلد چہارم وغیرہا)

امیر المؤمنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حلال، حرام اور مشتبہات کے بارے میں ایک فکر انگیز اور سبق آموز ارشاد گرامی ملاحظہ ہو:

حَلَالُهَا حِسَابٌ وَ حَرَامُهَا عَذَابٌ وَ شُبُهَاتُهَا عِتَابٌ (احیاء علوم الدین جزء ۱: ۴۳۸) حلال مال کا حساب ہوگا، حرام پر عذاب ہوگا اور مشتبہ مال پر عتاب ہوگا۔

سالک کو کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق نہایت محتاط رہنا چاہئے، کسی چیز کے کھانے اور پینے سے قبل اس بات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لینا چاہئے کہ وہ طعام



کہاں سے آیا ہے؟۔ وہ کھانا کیسا ہے حلال ہے یا حرام؟ پکانے والا کیسا ہے؟ کھانا لانے والا کیسا ہے؟ اس پر للچائی ہوئی نگاہیں تو نہیں پڑیں؟ غرضیکہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھے۔ اللہم ارزقنا ایہا چند ایک احادیث مبارکہ اور بزرگان دین کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا يَسْلُغُ الْعَبْدُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُتَّقِينَ حَتَّى يَدَعَ مَا لَا بَأْسَ بِهِ  
حَذْرًا لِمَا بِهِ الْبَأْسُ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۳۷۵) یعنی بندہ متقین کے  
مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا حتیٰ کہ وہ حرج والی چیز کے خوف سے اس چیز کو بھی ترک کر دے  
جس میں کوئی حرج نہ ہو۔

ایک روایت میں ہے:

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ مِنَ  
الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۹۱۸) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب کوئی اس بات کی پرواہ نہیں  
کرے گا کہ اس نے جو مال حاصل کیا وہ حلال ہے یا حرام۔

ایک حدیث پاک میں یوں ہے:

جس شخص کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ مال کہاں سے چلا آ رہا ہے؟ تو اس شخص  
کے بارے اللہ تعالیٰ کو بھی پرواہ نہیں ہوگی کہ اسے دوزخ کے کونے حصے میں جھونک  
دیا گیا۔ (کیمیائے سعادت)

اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا تو امام الطریقہ  
غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری علیہ الرحمہ اس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے جو  
کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں ہوتی



کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہوتا ہے اس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے؟  
اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنا طعام حلال پر ہے جو وقوف و آگاہی سے کھایا  
جائے تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

مشتبہ طعام کو جب تک شریعت مطہرہ کے فتویٰ کے مطابق کھانے کی اجازت نہ  
ہو طالب کو اس قسم کا طعام کھانے سے احتراز کرنا چاہئے ورنہ روحانی مزاج اور باطنی  
احوال بگڑ جاتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک جملہ امور میں ان  
دیندار علماء کے فتویٰ کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہئے جنہوں نے عزیمت کا راستہ اختیار  
کر رکھا ہے اور رخصت سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کو ہی آخرت کی دائمی نجات کا  
وسیلہ بنانا چاہئے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۷۰)

غرضیکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اوامر کے اکتساب اور جن نواہی  
سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے سالک ہر حال میں اسے مد نظر رکھے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی متابعت حق تعالیٰ کی محبوبیت کا ذریعہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ فَاتَّبِعُونِي  
يُحِبُّكُمْ اللَّهُ (آل عمران ۳: ۳۱) سے عیاں ہے۔

لقمہ حلال کی فضیلت حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان  
فرمائی۔ حضور و آگاہی سے کھایا ہوا لقمہ حلال کھانے سے ذکر و فکر کی بھی ضرورت نہیں  
رہتی۔



تافتوی شریعت غرا دریں باب درست نکند، بالجمله در  
تا وقتیکہ روشن شریعت کافتوی اس کے متعلق اسے درست قرار نہ دے دے۔ مختصر یہ کہ  
جميع امور کریمہ مَا اتکم الرسول فخذوه و مَا نهکم عنه فانتھوا  
جملہ امور میں آیت کریمہ یعنی ”جو کچھ تمہیں رسول اکرم ﷺ دیں اسے قبول کر لو اور  
رانصب عین خود سازد۔

جس چیز سے منع فرمائیں رک جاؤ“ کو اپنا نصب العین بنائے ۱۵

۱۵ سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ سالک کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ اپنے  
جملہ امور میں متابعت نبوی کو نصب العین بنانا چاہئے ایک مکتوب گرامی میں آپ  
حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یوں مخاطب ہیں:

آپ پر اوامر و نواہی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری اتباع اور  
اطاعت لازم و واجب ہے اور کمال متابعت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت  
کی فرع ہے اِنَّ لِمُحِبِّ لِمَنْ هُوَا هُ مُطِيعٌ (محبت اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے)  
محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں، محبت محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ چند روزہ  
زندگی سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں بسر کر لی جائے تو نجات ابدی  
کی امید ہے ورنہ محض بیکار ہی بیکار ہے خواہ کیسا ہی اچھا عمل کیوں نہ ہو۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست

کے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۱۶۵)

آپ نے ایک مکتوب میں سیادت پناہ میر محبت اللہ مانک پوری رحمۃ اللہ علیہ کو



یوں نصیحت فرمائی ہے اگر ان دو باتوں میں استحکام ہو جائے تو پھر کوئی غم نہیں ہے۔

۱..... صاحب شریعت غزالیہ و علی الہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت

۲..... شیخ طریقت سے عقیدت و محبت

ان دونوں کا خیال رکھیں اور ملتجی و متضرع رہیں کہ ان دونوں دولتوں میں سستی نہ

ہونے پائے اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ سہل ہے اور اس کی تلافی ممکن ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۱۳)

برکات متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کو آپ نے یوں بیان فرمایا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے تجلی ذات (تعالیٰ) سے مشرف

ہوتے ہیں اور متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کی بدولت ہی مقام عبدیت کے مرتبہ

سے سرفراز ہوتے ہیں جو تمام کمالات کے مراتب سے فوق ہے اور آپ کے کامل قبعین

کو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مانند فرمایا ہے اور آپ کی امت متابعت نبوی علی صاحبہا

الصلوٰات کی برکت سے خیر الامم قرار دی گئی۔ اولوالعزم رسل عظام بھی اتباع نبوی کی

آرزو رکھتے تھے۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۳۹)



حال طالبان از دو امر خالی نیست، یا از اہل کشف و طالبوں کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا اہل کشف و معرفت ہوتے معرفت اند یا از ارباب جہل و حیرت، اما بعد از طے منازل ہیں یا صاحبان جہل و حیرت<sup>۱۶</sup>، لیکن منازل طے کر لینے

### سا لکین پروارد ہونے والی دو حالتیں

۱۶ دوران سلوک سالکانِ راہ حقیقت پر دو قسم کی حالتیں وارد ہوتی ہیں، یا تو وہ اہل کشف و معرفت ہوتے ہیں یا پھر اربابِ جہل و حیرت۔

اہل کشف و معرفت دوران سلوک ہر قسم کے مناظر کا مشاہدہ کرتے اور ہر قسم کے مظاہر کو پہچانتے ہیں جبکہ اربابِ جہل و حیرت دوران سلوک پیش آنے والے مظاہر اور مناظر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے۔ جہل کا معنی معروف جہالت نہیں بلکہ اہل طریقت کے نزدیک جہل کا مطلب یہ ہے کہ سالک دوران سلوک راہ سلوک کے نشیب و فراز نہیں جانتا اور حیرت کا مطلب یہ ہے کہ ہزاروں سال کی مسافت کو اتنی جلدی طے کر لینے پر اس پر جو حیرانگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اسے حیرت کہا جاتا ہے۔

مقام حیرت کے متعلق مزید معلومات ہدیہ قارئین ہیں۔

### مقام حیرت

یہ طریقت کا انتہائی مقام ہے جس کا مطلب انکشافِ حقیقت پر حیران ہو جانا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْنِي تَحِيْرًا فَيْكَ اے اللہ مجھے اپنی ذات میں حیرت کی فراوانی عطا فرما۔ صوفیائے کرام نے اس کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔



### حیرتِ مذموم

یہ حیرت جہالت کا نتیجہ ہوتی ہے اور تنزلی کا سبب بنتی ہے۔

### حیرتِ محمود

یہ حیرت علم کا نتیجہ ہوتی ہے اور عروج و ترقی کا سبب بنتی ہے۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۳)

### حیرت و جہل

حیرت و جہل سے مراد اشیائے کائنات سے لا تعلقی و بے خبری ہے۔ جب کثرتِ ذکر اور فرطِ محبت کے غلبے سے عارف اپنے محبوبِ حقیقی کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے اور محبوب کے سوا سب کچھ اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے تو مرتبہ احدیت میں محو ہو کر تجلی اسم ہو کا مشاہدہ کرتے ہوئے انکشافِ حقیقت پر ہکا بکارہ جاتا ہے اسی حالت کو حیرت و جہل کہا جاتا ہے لیکن یہ حیرت و جہل محمود ہے نہ کہ مذموم۔ اسی کو صوفیاء کرام فنائے مطلق، مرتبہ جمع اور ادراک بسیط بھی کہتے ہیں، شطحیات اولیاء مثلاً اَنَا الْحَقُّ، سُبْحَانِي مَا اعْظَمَ شَانِي، لَيْسَ فِي جُبَّتِي سِوَى اللَّهِ سب اسی مرتبے کے اثرات و ثمرات ہیں۔ السُّكَّارِي مَعْدُورُونَ کے مطابق ان کے ایسے اقوال سکر یہ کی تاویل کی جاتی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۳)



ورفع حُجْبِ ہر دو طائفہ واصل اند۔ در نفس وصول مزیتے اور حجابات اٹھ جانے کے بعد دونوں گروہ واصل ہو جاتے ہیں۔ نفس وصول میں ایک نیست یکرے را بر دیگرے، چنانکہ دو شخص بعد از طے گروہ کو دوسرے پر فضیلت نہیں (ہوتی) ہے۔ کالہ جیسے دو شخص دور منازل بعیدہ بکعبہ سی رسند یکرے منازل راہ را دراز کی منزلیں طے کر لینے کے بعد کعبہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ ایک تماشا کردہ رفت و بتفصیل ہر کدام از منازل را بقدر تو راستے کی منازل کو دیکھتا گیا اور تفصیل کے ساتھ منازل میں سے استعداد خود دانستہ رسید۔ و دیگرے از منازل راہ (ہر منظر) کو اپنی استعداد کے مطابق جانتا ہوا پہنچا اور دوسرا راستے کی منازل سے چشم دوختہ رفت، و بتفصیل اطلاع نیافتہ، آنکھیں بند کر کے گیا اور تفصیلات سے آگاہی نہ پائی۔

کالہ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ اس بات کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ منازل طے کرنے اور حجابات اٹھنے کے بعد دونوں گروہ یعنی ارباب کشف و معرفت اور ارباب جہل و حیرت واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اک گروہ دیکھتا ہوا۔ اور دوسرا بن دیکھے واصل ہوا ہے۔ البتہ نفس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے۔



بکعبہ رسیدہ ، ہر دو شخص در نفس وصول بکعبہ  
 کعبہ (معظمہ) تک پہنچ گیا۔ دونوں شخص کعبہ تک نفس وصول  
 مساوی اند، ہیچ کدام را زیادتی نیست دریں وصول  
 میں مساوی ہیں کسی کو فضیلت نہیں ہے اس وصول  
 بردیگرے اگرچہ در معرفت منازلِ راہ متفاوت افتادہ اند۔  
 میں دوسرے پر۔ اگرچہ منازلِ راہ کے پہچاننے میں متفاوت ہیں۔<sup>۱۸</sup>

۱۸ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ اس مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعے سمجھا رہے  
 ہیں کہ دو آدمی دور دراز کی منازل طے کرنے کے بعد کعبہ معظمہ تک پہنچتے ہیں۔ ان میں  
 ایک تمام منازل کو بالتفصیل اپنی استعداد کے مطابق دیکھتا اور جانتا ہوا پہنچتا ہے جبکہ  
 دوسرا آنکھیں بند کئے رستے کی تفصیلات کو جانے بغیر کعبہ تک پہنچتا ہے۔ دونوں  
 اشخاص کعبہ تک پہنچنے میں برابر ہیں کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں ہے کیونکہ  
 دونوں واصل ہو گئے ہیں۔ اگرچہ منازلِ راہ کی معرفت میں تفاوت ہے لیکن نفس وصول  
 میں کوئی تفاوت نہیں اور مطلوب تک پہنچنے کے بعد دونوں گروہ اربابِ حیرت و جہل  
 ہو جائیں گے۔



و بعد از رسیدن بمطلوب ہر دورا جہل لازم است لَانَّ الْمَعْرِفَةَ  
 مطلوب تک رسائی کے بعد دونوں پر جہل لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات  
 فِي ذَاتِ اللَّهِ تَعَالَى جَهْلٌ وَعَجْزٌ عَنِ الْمَعْرِفَةِ. باید دانست  
 میں معرفت جہل ہے اور معرفت سے عجز (ہے) ۱۹ لے جانا چاہئے کہ منازل  
 کہ قطع منازل سلوک عبارت از طے مقامات عشرہ است  
 سلوک کا طے کرنا مقامات عشرہ ۲۰ کے طے کرنے سے عبارت ہے  
 و طے مقامات عشرہ منوط باین تجلیات ثلاثہ است تجلی  
 اور مقامات عشرہ کا طے کرنا ان تجلیات ثلاثہ سے متعلق ہے تجلی افعال،

۱۹ جب اہل کشف و معرفت اور ارباب جہل و حیرت کو حریم یارتک رسائی نصیب  
 ہو جاتی ہے تو واصل باللہ ہو کر بھی وہ عالم تحریر میں مستغرق رہتے ہیں۔ جب وہ اس کی  
 ذات میں غور کرتے ہیں کہ وہ ذات کیسی ہے..... اس کی حقیقت کیا ہے..... اس کی  
 کنہہ کیا ہے؟..... اس کی کیمیت اور کیفیت کیا ہے؟..... وہ کس جہت اور سمت میں جلوہ گر  
 ہے؟..... اس سے سب جاہل اور عاجز ہیں۔ البتہ اتنا باطنی طور پر احساس ضرور ہوتا ہے  
 کہ وہ مل گیا ہے، ہر آن ایک نئی جان محسوس ہوتی ہے..... ہر لمحہ سہارا ملتا ہے..... ہر  
 گھڑی غیبی صدا آتی ہے..... مت گھبراؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں..... وہ ہر آن تائید غیبی  
 اپنے ساتھ پاتے ہیں..... وہ ہر وقت اس کی تجلیات میں گم رہتے ہیں..... لیکن ذات کی  
 کنہہ سے عاجز ہوتے ہیں..... ذات حق جل سلطانہ کی معرفت ناممکن ہے۔ ذات  
 میں معرفت حاصل نہ کر سکنے کو ہی معرفت کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ جہل اور عجز ہے۔  
 چنانچہ اس امت کے سب سے بڑے، صوفی اول اور عارف اکمل خلیفہ رسول حضرت



سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے الْعَجْزُ عَنْ دَرِكِ الْاِدْرَاكِ  
اِدْرَاكُ (مرقات: ۱/۲۶۳) یعنی ادراک کے درک سے عجز ہی ادراک ہے کیونکہ اللہ  
تعالیٰ کی ذات ادراک سے ورا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ  
وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (الانعام: ۶: ۱۰۲) سے عیاں ہے۔

۲۰ منازل سلوک کا طے کرنا دس مقامات کے حصول پر موقوف ہے جنہیں مقامات  
عشرہ کہا جاتا ہے اور وہ توبہ، زہد، توکل، صبر، شکر، خوف، رجاء، فقر، قناعت اور رضا  
ہیں۔

## مقامات عشرہ

توبہ

عربی لغت میں توبہ کے حقیقی معنی ”رجوع کرنے“ کے ہیں:

التَّوْبَةُ رُجُوعٌ عَمَّا كَانَ مَذْمُومًا فِي الشَّرْعِ اِلَى مَا هُوَ

مَحْمُودٌ فِيهِ (کتاب التعریفات: ۳۲)

(یعنی) شریعت میں جو کچھ مذموم (برا کام) ہے اس سے لوٹ کر محمود (اچھا

کام) کی طرف آ جانے کا نام توبہ ہے۔

بزرگان دین نے فرمایا اگر گناہ کرنے کے بعد آٹھ کام کیے جائیں تو گناہ کا

کفارہ ہو جاتے ہیں ان میں سے چار کاموں کا تعلق دل سے ہے اور چار کا تعلق بدن

سے۔

دل سے متعلق یہ ہیں:

۱..... سچی توبہ کرنا ۲..... آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم

۳..... گناہ کی وجہ سے خوفِ عذاب کا غلبہ ۴..... معافی کی امید



بدن سے متعلق یہ ہیں:

۱..... دو نفل نماز توبہ ۲..... ستریا سو بار استغفار

۳..... سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ۴..... ایک دن کا نفل

روزہ رکھ کر صدقہ کرے اور آئندہ بری صحبت ترک کر دے۔

واضح رہے کہ توبہ و وصول الی اللہ کے لئے پہلی شرط ہے۔ سالک مقام

توبہ میں سیر کرتا ہوا خدا تک پہنچتا ہے۔ فَمَنْ لَا تَوْبَةَ لَهُ لَا سِيرَ لَهُ پس جس کی توبہ نہیں اس کی سیر نہیں۔

زُہد

قَالَ الْإِمَامُ الْجُنَيْدُ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ الزُّهْدُ اسْتِصْغَارُ الدُّنْيَا

وَمَحْوُ اثَارِهَا مِنَ الْقَلْبِ یعنی حضرت امام جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیا کو

حقیر جاننا اور دل سے اس کے نشانات محو کرنا زُہد ہے۔ (الرسالہ القشیریہ جزء ۱: ۵۶)

زہد ایک مرتبہ قلبیہ ہے۔ اس مرتبے میں سالک کے قلب سے دنیا کی محبت نکل

جاتی ہے اور وہ قلبی طور پر دنیا کی طرف التفات نہیں رکھتا۔ اس کے لئے فقر و غنا اور اخذ

و عطا کی دونوں حالتیں برابر ہوتی ہیں کیونکہ وہ قلبی طور پر طلب دنیا اور خواہشات نفس

سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ زہد کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ بندہ کا ہاتھ دنیا کے مال سے خالی

ہو جائے اور کسب حلال چھوڑ کر محتاجی کی زندگی گزارے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ ابْسُطْ لِي الدُّنْيَا وَزَهِّدْ نِي عَنْهَا (کشف المحجوب)

یعنی اے اللہ میرے لئے دنیا کشادہ کر دے اور اس سے مجھے زہد عطا فرما۔

حضرت علامہ المناوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

فَلَيْسَ الزُّهْدُ تَجَنُّبَ الْمَالِ بِالْكُلِّيَّةِ بَلْ تُسَاوِي وَجُودَهُ



وَعَدْمُهُ وَعَدَمٌ تَعَلُّقُهُ بِالْقَلْبِ إِلَيْهِ (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۷۲/۴)  
یعنی زہد، مال دنیا سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کا نام نہیں بلکہ زہد یہ ہے کہ دنیا کے مال کا ہونا اور نہ ہونا سالک کے لئے برابر ہو جائے اس طرح کہ اس کا مال کے ساتھ قلبی تعلق نہ رہے تاکہ وہ آفات دنیا سے محفوظ رہے۔

## قناعت

حدیث میں ہے: الْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفِدُ وَ كَنْزٌ لَا يَفْنِي (المقاصد الحسنہ:  
۳۱۵) یعنی قناعت نہ ختم ہونے والا مال اور خزانہ ہے۔  
حضرت شیخ ابو عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفقود چیز کی امید کو ترک کرنے اور موجود چیز کے ساتھ استغناء کا نام قناعت ہے۔  
حضرت شیخ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو رزق کسی انسان کی قسمت میں لکھا جا چکا ہے اس پر راضی رہنے کا نام ہی قناعت ہے۔

## توکل

توکل کی تعریف یوں ہے:  
التَّوَكُّلُ هُوَ الثِّقَةُ بِمَا عِنْدَ اللَّهِ وَالْبَأْسُ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ  
یعنی توکل یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس پر اعتماد ہو اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے مایوسی ہو۔ (کتاب التعریفات: ۳۱)  
توکل ایک مرتبہ قلبیہ ہے۔ جس میں متوکل بندہ اپنے امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور تمام احوال میں اسی پر اعتماد کرتا ہے اور اپنی کوشش و محنت کے بعد نتیجہ مسبب الاسباب پر چھوڑ دیتا ہے لہذا توکل اور اسباب کے درمیان کسی قسم کا تعارض نہیں کیونکہ توکل کا محل قلب ہے اور اسباب کا محل بدن ہے۔



بعض جہلاء کے نزدیک توکل، ترک اسباب، ترک علاج اور ترک جہد کا نام ہے (معاذ اللہ) توکل کا یہ مفہوم خلاف کتاب و سنت ہے۔

توکل علی اللہ سے دلوں میں سکون و اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ خاص کر مصائب اور مشکلات کے وقت توکل علی اللہ بندے کیلئے آخری سہارا ثابت ہوتا ہے۔

اہل توکل کا وظیفہ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (آل عمران ۳: ۱۷۳) ہے۔

### صبر

صاحب کتاب التعریفات لکھتے ہیں: الصَّبْرُ هُوَ تَرْكُ الشِّكْوَى مِنْ أَلَمِ الْبَلْوَى لِغَيْرِ اللَّهِ (کتاب التعریفات: ۵۷)

یعنی ابتلاء کے وقت لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہ کرنے کا نام صبر ہے۔ علماء نے صبر کی بہت سی اقسام بیان فرمائی ہیں ان تمام اقسام کا خلاصہ تین اقسام پر مشتمل ہے۔

الصبر على الطاعات ..... (عبادات پر صبر)

الصبر على المصائب ..... (مصائب پر صبر)

الصبر عن المعاصي ..... (گناہوں سے صبر)

غرضیکہ صبر انبیاء کی صفت ہے، اولیاء کی زینت ہے، فقراء کی خلعت ہے، حسنت کی کلید ہے، خیرات کی نوید ہے اور صابروں کی عید ہے۔

### شکر

صاحب کتاب التعریفات فرماتے ہیں: الشُّكْرُ الْعُرْفِيُّ هُوَ صَرْفُ الْعَبْدِ جَمِيعَ مَا أَنْعَمَهُ اللَّهُ بِهِ عَلَيْهِ مِنَ السَّمْعِ وَالْبَصْرِ وَغَيْرِهِمَا



إِلَى مَا خُلِقَ لِأَجَلِهِ (كتاب التعريفات: ۵۶)  
یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کو اسی مقصد کے لئے صرف کرنا جس کے لئے وہ  
نعمتیں پیدا کی گئی ہیں شکر کہلاتا ہے۔  
شکر کی اجمالی طور پر تین اقسام ہیں۔

شکرُ اللسان (زبان سے شکر ادا کرنا)

شکرُ الارکان (اعمال کے ذریعے شکر کرنا)

شکرُ الجنان (دل سے شکر کرنا کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے)

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو وصیت

فرمائی تھی کہ ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کریں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ

وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ (ابوداؤد: ۱/۲۱۳ رقم الحدیث: ۱۳۰۱)

## خوف

فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ خوف کی تعریف کرتے

ہوئے رقمطراز ہیں: تَوَقُّعُ حُلُولِ مَكْرُوْهِ اَوْ فَوَاتِ مَحْبُوْبٍ یعنی کسی

ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے یا کسی محبوب چیز کے فوت ہونے کو خوف کہا جاتا ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْ يَكُوْنُ الْخَوْفُ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِمَعْرِفَةِ صِفَاتِهِ

یعنی بندے کو کبھی اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت، خوف کے درجے پر پہنچا دیتی

ہے۔ اسی مرتبے والوں کے حق میں فرمایا گیا اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ

الْعُلَمَاءُ (الفاطر ۳۵: ۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء (معرفت والے)

ہی اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہیں۔



حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل کے لئے مناسب یہی ہے کہ خوف خدا کے سوا کوئی اور چیز اس پر غالب نہ ہو۔ نیز فرمایا صوفیاء کو خوف ہی کی بدولت بلند مرتبے ملے ہیں اگر اسے کھودیتے ہیں تو نیچے اتر آتے ہیں۔ (رسالہ قشیریہ)

حضرت شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوف اور رجاء نفسوں کے لئے دو لگاموں کا کام دیتے ہیں تاکہ نفوس رعونت و تکبر اختیار نہ کریں۔

## رِجَاء

قرآن حکیم میں ہے: **إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ** (البقرہ ۲: ۲۱۸)

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایمان والوں اور اپنی راہ میں ہجرت اور جہاد کرنے والوں کو اپنی رحمت کا امیدوار قرار دیا ہے۔

رجاء کے بارے میں صوفیاء کرام کے مختلف اقوال ہیں..... بعض نے کہا اللہ تعالیٰ سے اس کے کرم کی امید کا نام رجاء ہے..... بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کے جلال کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام رجاء ہے..... بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی مہربانی پر خوشی کا اظہار کرنا رجاء ہے..... بعض نے کہا جس نے اپنے نفس کو صرف رجاء پر رکھا اس نے عمل چھوڑ دیا اور جس نے اپنے نفس کو صرف خوف پر رکھا وہ مایوس ہو گیا۔ لہذا انسان کو خوف و رجاء دونوں رکھنے چاہیں کیونکہ ایمان خوف اور امید کی درمیانی (ملی جلی) کیفیت کا نام ہے۔

## فقر

فرمان باری تعالیٰ ہے:

**لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ** (البقرہ ۲: ۲۷۳)



اس آیت میں فقراء کی تعریف میں فرمایا گیا ہے کہ فقیر وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

الْفَقْرُ فَخْرِي وَالْفَقْرُ مِني (الاسرار المرفوعہ: ۱۶۶) یعنی فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ نیز فرمایا فقراء مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

(جامع ترمذی: ۵۸/۲)

غرضیکہ صوفیاء کرام کے نزدیک اپنے وجود اضافی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے فنا کر کے مخلوق سے بے نیاز ہو جانے کا نام فقر ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا گیا ہے:

الْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِي الدَّارَيْنِ (مکتوبات سعیدیہ) یعنی دونوں عالم میں سواد الوجہ (روسیاہی) کا نام فقر ہے۔ سواد الوجہ سے مراد دونوں عالم کے علائق سے پاک ہو کر ذات احدیت صرفہ میں محو اور فنا ہو جانا ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے قول الْفَقِيرُ لَا يَفْتَقِرُ اِلَى نَفْسِهِ وَلَا اِلَى غَيْرِهِ (فقیر نہ اپنا محتاج ہوتا ہے نہ غیر کا) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

فقر سے مراد وہ فقر ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فخر قرار دیا ہے نہ کہ فقر ملب (ذلیل کرنے والا) جس سے پناہ مانگی گئی ہے۔

رضا

قرآن عظیم میں ہے: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبہ: ۷۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا کو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔

نیز فرمایا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (التوبہ: ۱۰۰) اس آیت میں رضا کو

متبادل قرار دیا گیا ہے کیونکہ حقیقی رضا کا مقام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے سے راضی

ہو جائے اور بندہ اللہ سے راضی ہو جائے تاکہ دونوں رضائیں متلازم اور مترابط



ہو جائیں اور بندہ اللہ سے کبھی راضی نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہو۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتبہ رضا حاصل کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور درج ذیل دعا کے تکرار کا حکم فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَى رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُرْضِيَهُ

(ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۴۱۰)

یہ دعا پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔

(ماخوذ از البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۸)



افعال وتجلی صفات وتجلی ذات - ولزیر مقامات غیر از مقام  
 تجلی صفات اور تجلی ذات ۱ - اور یہ مقامات مقام رضا کے  
 رضا ہمہ وابستہ بتجلی افعال وتجلی صفات اند ، ومقام  
 علاوہ سب تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں اور مقام رضا تجلی  
 رضا منوط بتجلی ذات است ، تعالیٰ وتقديس  
 ذات تعالیٰ و تقدس سے مربوط ہے۔ ۲۲

## ۲۱ تجلیات ثلاثہ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تجلی فعلی ، تجلی صفاتی ، تجلی ذاتی کی تعریفات و  
 تفصیلات بیان کر دی جائیں۔

## تجلی فعلی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو صفات فعلیہ ربوبیتہ میں سے کسی صفت کے ساتھ  
 متجلی پاتا ہے۔ اس مشاہدے میں سالک سے حول وقوت اور فعل و ارادہ سلب ہو جاتا  
 ہے اور وہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو متصرف و جاری دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حدیث  
 قدسی كُنْتُ سَمِعُهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرُهُ الَّذِي يُبْصِرُهُ بِهِ.....  
 (مشکوٰۃ: ۱۹۷) سے عیاں ہے۔

## تجلی صفاتی

اس تجلی میں سالک حق تعالیٰ کو امہات صفات میں متجلی پاتا ہے۔ علمائے ماترید یہ



کے نزدیک امہات صفات آٹھ ہیں اور یہی حضرت امام ربانی قدس سرہ کا موقوف اور کشف ہے۔ آٹھویں صفت تکوین ہے ان کو صفات ثمانیہ حقیقیہ بھی کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱..... حیات	۲..... علم	۳..... ارادہ	۴..... سمع
۵..... بصر	۶..... کلام	۷..... قدرت	۸..... تکوین

جبکہ علمائے اشاعرہ کے نزدیک صفات ذاتیہ حقیقیہ سات ہیں۔ ان کے نزدیک صفت تکوین صفات ذاتیہ میں شامل نہیں اور یہی حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ کا مسلک اور کشف ہے۔

## تجلی ذاتی

تجلی ذاتی کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات بلا واسطہ وارد ہوتی ہیں درمیان میں وساطت نہیں ہوتے۔ گو وہ تجلیات عین ذات نہیں ہوتیں لیکن وہ تجلیات صفات سے بہت بالا ہوتی ہیں۔

اس تجلی میں سالک فانی مطلق ہو کر اپنے علم، شعور اور ادراک سے بے تعلق ہو جاتا ہے۔ عبد، فانی ہو جاتا ہے اور حق، باقی رہتا ہے۔ اسی فنایت کے بعد بقا باللہ کا مقام آتا ہے۔ اس تجلی میں سالک اپنے آپ کو بلا تعین جسمانی و روحانی اطلاق کے رنگ میں پاتا اور کمال تو حید عیانی کا مشاہدہ کرتا ہے۔



و بمحبت ذاتیہ کہ مستلزم مساواتِ ایلام محبوب است اور محبت ذاتیہ میں جو مستلزم ہے محبوب کی طرف سے ایلام (رنج) اور اس کے انعام بانعام اونسبت بمحب - پس لاجرم رضا متحقق شود و کی مساوات کو محبت کے حق میں پس لامحالہ رضا متحقق ہو گئی اور کراہت اٹھ کر اہت برخیزد - وہمچنین بلوغِ این جمیع مقامات بحد کمال گئی ۲۳ اور اسی طرح ان تمام مقامات میں کمال کی حد تک رسائی تجلی ذاتی کے در وقت حصول تجلی ذاتی است کہ فنائے اتم وابستہ حصول کے وقت میں (نصیب) ہوتی ہے کیونکہ فنائے اتم اس (تجلی ذاتی) کے ساتھ بآنست - اما حصولِ نفس مقامات تسعہ در تجلی افعال و وابستہ ہے ۲۴ لیکن نو مقامات کا صرف حصول تجلی افعال اور تجلی صفات میں تجلی صفات است - مثلاً ہر گاہ قدرت او را سبحانہ بر خود (ہو جاتا) ہے۔ مثلاً جب اس (حق تعالیٰ) سبحانہ کی قدرت کو اپنے اوپر اور تمام اشیاء

۲۲ مقامات عشرہ کے پہلے نو مقامات تجلیات افعال و تجلیات صفات کے ذریعے طے ہوتے ہیں۔ جبکہ مقام رضا تجلی ذات کے ذریعے طے ہوتا ہے اور مقام رضا میں ہی سالک محبت ذاتیہ کو حاصل کرتا ہے۔

### محبت ذاتیہ کی پہچان

۲۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جہاں محبوب (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے آنے والا انعام و ایلام برابر ہو جائے اور کُلُّ مَا يَفْعَلُهُ الْمَحْبُوبُ



مَحْبُوبٌ (یعنی محبوب جو کرے وہ بھی محبوب ہوتا ہے) کے مصداق سالک ہر طرح کی رحمت و زحمت ملنے پر راضی رہے اسی کو مقام رضا اور محبت ذاتیہ کا نام دیا گیا ہے۔

مقام رضا میں سالک کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی ملے وہی اچھا لگتا ہے دکھ ہو یا سکھ، انعام ہو یا ایلام، جمال ہو یا جلال، نعمت ہو یا زحمت، ہر حال میں اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اسی مقام کے متعلق حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا

دکھاں دی میں تیج و چھائی تے دکھاں ہار بنائے

دکھ سلامت یار فریدن جہاں دکھاں یار ملائے

یا بقول حضرت میاں محمد علیہ الرحمۃ (عارف کھڑی) کبھی یوں گویا ہوتے ہیں

دکھ ہمیشہ سکھ گاہ بگاہاں دکھاں توں سکھ وارے

دکھ قبول محمد بخشا جے راضی رہن پیارے

انہی صاحبان مقام رضا کے متعلق حضرت امام ربانی قدس سرہ رقم طراز ہیں

کہ اہل رضا جنت اور دوزخ سے بھی بے نیاز رہتے ہیں جنت کی طلب اس لئے نہیں کرتے کہ وہاں راحت ہے اور جہنم سے پناہ اس لئے نہیں مانگتے کہ وہاں رنج اور تکلیف ہے بلکہ یہ لوگ جنت کی طلب اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی رضا کا مقام ہے اور دوزخ سے پناہ اس لئے مانگتے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب کا مقام ہے۔

تو ان کی نظر میں جنت و دوزخ مقصود نہیں بلکہ ان کے پیش نظر اللہ کی رضا اور اس کا غضب ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اللہ کی رضا ہی چاہئے اور اس کے غضب سے ڈرنا چاہئے یہی وہ خوش قسمت ہیں جنہیں محبت ذاتیہ، فنائے مطلق، مقام رضا اور مقام بقا باللہ حاصل ہوتا ہے اور یہی مقام تکمیل ہے۔

مقام رضا میں نفرت اور کراہت ختم ہو جاتی ہے جو بھی اللہ کی طرف سے آئے اس پر راضی رہتے ہیں، ان کی نظر صرف اپنے محبوب پر ہوتی ہے۔



یہ بلا ہرگز نہیں یہ ناز ہے  
یہ بھی اک محبوب کا انداز ہے  
ایک مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ اسی حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:  
ہر چہ از جمیل مطلق جل شانہ پیدا آید زیبا بود و اگر چہ  
بصورت جلال نماید اما فی الحقیقت جمال باشد

(مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۳۷)

ترجمہ: جو کچھ بھی اس جمیل مطلق جل شانہ کی طرف سے آئے جمیل ہی ہے اور زیبا تر  
ہے اگر چہ وہ جلال کی صورت میں ظاہر ہو لیکن حقیقت میں وہ جمال ہی ہے۔  
حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اس مقام کی مزید تفصیل یوں بیان فرمائی:

جمال و انعام میں محبوب (حق تعالیٰ) کی مراد اپنی مراد کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی

ہے اور جلال و ایلام میں خالص محبوب کی ہی مراد ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب: ۶)

ہائے کس کے ہوئے ایسے نصیب

جس پر بلا نازل کرے اس کا حبیب

۲۴ آپ فرماتے ہیں کہ ان تمام مقامات (عشرہ) میں حد کمال تک پہنچنا تجلی ذاتی  
کے ساتھ مشروط ہے اور تجلی ذاتی کے ساتھ فنائے اتم وابستہ ہے۔ فنائے اتم کو فنائے  
مطلق بھی کہا جاتا ہے۔ تجلی ذاتی کے بغیر فنائے مطلق اور بقائے مطلق حاصل نہیں ہوتی۔

## فنائے مطلق

فنائے مطلق تجلی ذاتی کا ثمرہ ہے جس میں سالک اپنے علم، شعور اور ادراک سے  
بے تعلق ہو جاتا ہے اور محبت ذاتی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام لطائف ماسوی  
اللہ کو فراموش کر کے مقام کمال تک پہنچ جاتے ہیں پس عبد فانی ہو جاتا ہے اور حق باقی رہ  
جاتا ہے اور اس پر حقیقت اخلاص ظاہر ہو جاتی ہے۔



و بر جمیع اشیا مشاہدہ نماید، بے اختیار بتوبہ و انابت رجوع  
 پر مشاہدہ ۲۵ کرتا ہے (تو) بے اختیار توبہ اور انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور خوف  
 کند، و خائف و ترساں باشد، و ورع شیوہ خود سازد و بر تقدیرات  
 کھاتا اور لرزتا ہے اور ورع کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے اور اس کی تقدیر پر صبر کرتا  
 او صبر پیش گیرد و بے طاقتی بگذارد و چوں مولائے نعم اورا  
 اور بے صبری سے رہائی حاصل کر لیتا ہے اور جب نعمتوں کا مالک اسی کو سمجھتا ہے  
 داند و اعطا و منع از و شناسد سبحانہ ناچار در مقام شکر  
 اور عطا کرنا اور روک لینا اسی سبحانہ سے جانتا ہے۔ لامحالہ مقام شکر میں آتا ہے  
 آید، و در توکل قدم راسخ نہد۔ و چوں عطوفت و مہربانی  
 اور توکل میں راسخ قدم رکھتا ہے اور جب نرمی اور مہربانی جلوہ گر ہوتی ہے  
 متجلی شود در مقام رجا در آید، و چوں عظمت و کبریائی او  
 تو مقام رجا میں جاتا ہے اور جب اس کی عظمت اور کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے۔  
 مشاہدہ نماید، و دنیائے دنی در نظر او خوار و بے اعتبار در آید  
 اور کینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے اعتبار دکھائی دیتی ہے

مشاہدہ

۲۵ کسی امر کے استحضار اور یقینی تصور کا قلب سالک پر اس طرح غالب اور قوی  
 ہو جانا کہ گویا وہ دل کی آنکھ سے اسے دیکھ رہا ہے مشاہدہ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت  
 حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:



نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ  
وَالْحَنَّةِ كَأَنَّ رَأْيِي عَيْنٍ (مسلم: ۲/۳۵۵، رقم الحديث: ۴۹۳۷)

یعنی ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب دوزخ و جنت کا ذکر  
سنتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔  
و جو ب کے مرتبے میں سالک کو دو قسم کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کبھی صفات بدون  
تعلقات اس کی نظر میں بعنوان کلیت مشہود ہوتی ہیں اور کبھی صفات متعلق بہ معلومات و  
مقدورات بعنوان جزئیات نظر آتی ہیں۔

## قسم اول

پہلی قسم کے مشاہدے کو شہودِ صفات کلیہ کا نام دیتے ہیں۔ اس مرتبے میں صفات  
مجردہ مشہود ہوتی ہیں، ان کا ممکنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

## قسم دوم

دوسری قسم کو شہودِ صفات جزئیہ کہا جاتا ہے۔ اس مرتبے میں صفات کا ممکنات  
کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور سالک مشاہدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم فلاں معلوم  
کے ساتھ اور صفت قدرت فلاں مقدور کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام  
صفات، ممکنات سے متعلق نظر آتی ہیں۔ سالکین کے نزدیک مشاہدے کی پہلی قسم  
(شہودِ صفات کلیہ) زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (الہینات شرح مکتوبات مکتوب: ۱۴)



ناچار بے رغبتی در دنیا پیدا شود، و فقر اختیار کند و زہد دیدن  
 لامحالہ دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور فقر اختیار کر لیتا ہے اور زہد  
 خود گیرد، اما باید دانست کہ حصول این مقامات بتفصیل  
 کو اپنا شعار بنا لیتا ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا  
 وترتیب مخصوص بسالک مجذوب است و مجذوب  
 حصول تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص  
 سالک را طے ایس مقامات برسبیل اجمال است۔ چہ او را  
 ہے اور مجذوب سالک کا ان مقامات کو طے کرنا اجمالی طور پر ہے کیونکہ اس کو  
 عنایت ازلی گرفتارِ محبتی ساختہ است، کہ بتفصیل آنہانمی  
 عنایت ازلی نے ایسی محبت کا گرفتار بنا دیا ہے کہ (وہ) ان (مقامات) کی تفصیل  
 تواند پرداخت، در ضمن آن محبت زبدهٔ این مقامات و  
 میں نہیں پڑتا۔ اس محبت کے ضمن میں ان مقامات کا  
 خلاصۂ این منازل، بروجہ اتم او را حاصل ست۔ کہ صاحب  
 لب لباب اور ان منازل کا خلاصہ مکمل طور پر اسے حاصل ہے جو صاحب تفصیل  
 تفصیل را میسر نشدہ است۔ والسلام علی من تبع الہدیٰ  
 کو بھی میسر نہیں ہوتا ہے ۲۶ اور سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے

سالک مجذوب اور مجذوب سالک

۲۶ سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ بیان فرما رہے ہیں کہ مقامات عشرہ کو



تفصیل و ترتیب کے ساتھ طے کرنا سالک مجذوب کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ رستہ، محنت اور ریاضات پر مشتمل ہے۔ جبکہ مجذوب سالک بر سبیل اجمال ان تمام مقامات کو طے کر لیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت ازلی اس کو اپنی محبت میں اس طرح گرفتار کر لیتی ہے کہ وہ منازل سلوک کی تفصیلات میں بالکل مشغول نہیں ہوتا گویا وہ یوں کہتا ہے کہ جب ذات بحت کے جلوے میری نگاہوں کے سامنے ہیں اور میں اسی کی محبت میں گرفتار ہوں تو اب کسی غیر کو کیوں دیکھوں کیونکہ تصور محبوب اس پر غالب ہوتا ہے لہذا کسی دوسری شے کا تصور کرنا وہ خلاف محبت سمجھتا ہے۔

غلبہ محبت کا ثمرہ مجذوب سالک کو یوں ملتا ہے کہ سلوک کے تمام مقامات و منازل کا خلاصہ و لب لباب حاصل ہو جاتا ہے جو کہ صاحب تفصیل (سالک مجذوب) کو بھی نہیں ملتا اتنا ذہن نشین رہے کہ وصول میں دونوں برابر ہیں۔ راہ میں تفاوت ہے، طریقہ راہ جدا جدا ہے لیکن جو سلوک کے رستے پہنچا اس کا سفر لمبا ہے جو محبت کے رستے پہنچا وہ چشم زدن میں پہنچ گیا۔

جو محبت کے رستے جائے وہ مجذوب سالک ہے..... جو محنت کے رستے جائے وہ

سالک مجذوب ہے

سلوک میں دور سے ہیں، ایک رستہ عمل کا جس کا انحصار محنت اور مجاہدے پر ہے اور دوسرا رستہ محبت کا ہے۔ محبت اس کو کشاں کشاں اور جلدی منزل پر پہنچا دیتی ہے۔ سلوک و معرفت والا گروہ دیکھتا بھالتا جاتا ہے کیونکہ وہ محنت اور کوشش سے اور ہر شے کی کنہہ تک پہنچنے کی خواہش کی بدولت، ادھر ادھر دیکھ بھال کے سیر کرتا ہوا جاتا ہے اور جو محبت ذاتی کے ساتھ کھینچے ہوئے چلے جاتے ہیں انہیں غیروں کو دیکھنے کا کہاں موقع ملتا ہے جب یار کی محبت غالب آگئی تو اس غلبہء محبت میں وہ دائیں بائیں دیکھتے نہیں، وہ بالکل اسی طرح چلے جاتے ہیں جس طرح کوئی آنکھیں بند کر کے جاتا ہے یہاں



تک کہ وہ یارتک پہنچ جاتے ہیں۔

حضرات نقشبندیہ کی اکثریت مجذوب سالک ہوتی ہے یہ محبت کے رستے سفر کرتے ہیں اسی لئے ان پر جذب کا غلبہ ہوتا ہے۔ دوسرے بزرگوں پر سلوک کا غلبہ ہوتا ہے سب خدا تک پہنچتے ہیں لیکن نقشبندی حضرات کو جذبہ جلد اور زیادہ ملتا ہے اور یہ حضرت خواجہ بلاگرداں خواجہ مشکل کشا شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ کی خصوصی سوغات ہے۔ جو سلسلہ نقشبندیہ کو ملی ہے کیونکہ حضرت خواجہ نقشبند نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ”اے اللہ میرے سلسلے کے مریدوں کو ابتداء میں ہی وہ کچھ دے دے جو دوسروں کو تو آخر میں دیتا ہے“ اور وہ جذبہ ہے، تو باقی سلاسل کے اندر سلوک طے کرنے کے بعد انتہاء میں جذبہ عطا کرتے ہیں اور وافر عطا کرتے ہیں جتنا چاہتے ہیں۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ میں مشائخ کرام مریدین کو صدقہ جاریہ کے طور پر ابتداء ہی میں اس جذبہ سے ایک گھونٹ پلا دیتے ہیں تاکہ اس کا ذوق بڑھ جائے محبت میں اضافہ ہو جائے اور سالک جلدی سفر طے کرے تو نقشبندی سالک راہ سلوک جلدی طے کرتا ہے کیونکہ جذب کی وجہ سے ان پر محبت غالب آتی ہے اور یہ ادھر ادھر دیکھ بھال کے منزلیں طے نہیں کرتے بلکہ آنکھیں بند کر کے پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ نقشبندیہ کے پیشوا حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ ہوئے ہیں اور دنیا میں ان کا سلسلہ جامیہ مشہور و معروف ہوا ہے۔ لیکن ان کے بعد ان کی تمام خانقاہیں اور تمام خلفاء کو اہل تشیع نے قتل کر دیا تھا اسی وجہ سے سلسلہ جامیہ کا شیوع نہ ہو سکا۔ حضرت مولانا عبدالرحمان جامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

نقشبنداں عجب قافلہ سالارا نند

کہ بحر می روند پنہاں قافلہ را



نقشبندی بزرگ ایسے قافلہ سالار ہیں کہ قافلوں کے قافلے پوشیدہ راستوں سے خدا کے ساتھ واصل کر دیتے ہیں وہ پوشیدہ راستے کیا ہیں؟ جذب اور محبت کے رستے، وہ محبت کا جام پلا کر اتنی جلدی لے جاتے ہیں کہ جانے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں کیسے پہنچ گیا۔

آپ حج پہ جائیں بذریعہ ہوائی جہاز اور دوسرے لوگ حج پر بذریعہ بس جائیں تو آپ صرف چار گھنٹے میں اور دوسرے دو ماہ میں پہنچیں گے۔ آپ ہوائی جہاز میں جائیں گے تو آپ نے ہوائی جہاز میں بیٹھے رستے میں کوئی مقام نہیں دیکھا اور سیدھے جدے اترے اور مکہ مدینہ پہنچے، انہوں نے دو ماہ سفر بذریعہ بس کیا، پہلے ایران دیکھا، عراق دیکھا، سرحدیں دیکھیں، ملک دیکھے، پگڈنڈیاں دیکھیں، نشیب و فراز دیکھے، ان کی سیر تفصیلی ہوگئی، تمہاری سیر اجمالی ہوئی۔ وصول دونوں کا ایک جگہ ہو گیا، وہ دیر سے پہنچے، تم جلدی پہنچے تو گویا نقشبندی ہوائی جہاز پر بٹھا کر پہنچاتے ہیں اور دوسرے بسوں پر بٹھا کر پہنچاتے ہیں۔





## مِنهَا - ۱۱

طالب را باید کہ اہتمام در نفسی آلہ باطلہ آفاقی و طالب کو چاہئے کہ (وہ) آفاقی و نفسی باطل معبودوں کی نفی کا اہتمام انفسی نماید و در جانب اثبات معبود بر حق، ہرچہ در کرے اور معبود بر حق کے اثبات کی جانب جو کچھ اس کے شعور اور وہم

### طالب حق کو نصیحت

۱۔ زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ چونکہ طالب راہ حقیقت کا مقصود فقط اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس لئے آفاقی اور انفسی معبودان باطلہ (خواہشات نفسانیہ)، وہم و خیال اور مراقبات و واقعات کے دوران مشاہدہ ہونے والے سب باطل معبودوں کی نفی کرنا چاہئے۔ اہل ہوا و نفس کی نفسانی خواہشات کو معبود قرار دینا آیت کریمہ اَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ الْهَوَاہُ (الباقیہ ۲۳:۲۵) سے ثابت ہے۔ ان سب آلہ باطلہ کو ساقط الاعتبار سمجھ کر لا کی تیغ سے نفی کرنا چاہئے تاکہ اِلَّا اللّٰہ کے ذریعے معبود حقیقی جل سلطانہ کا اثبات ہو سکے۔

صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ دینے کا فائدہ نہیں ہوتا جب تک سالک کلمہ کے مفہوم کو اپنے قلب و باطن پر وارد نہ کرے، کلمہ طیبہ کے ذکر میں ملکہ اور رسوخ کامل حاصل کئے بغیر حقیقتاً جھوٹے خداؤں کی نفی حاصل نہ ہوگی۔ اس وقت تک سالک



نہ ہی سلوک کے رستہ میں قدم آگے بڑھا سکیں گے اور نہ ہی روحانی ترقی کر سکیں گے۔ سالک دورانِ ذکر تمام معبودانِ باطلہ، وہم و فہم کے خیالات، محبتِ دنیا، نفسانی خواہشات حتیٰ کہ اپنی ذات کو لاکی تیغ کے تحت رکھے۔ الہ سے معبودانِ باطلہ، خواہشات نفس مراد ہے اور ہر چیز کی نفی کر کے فقط الا اللہ کا اثبات کرے۔ اس کو ذکرِ نفی اثبات کہتے ہیں۔ معبودانِ باطلہ سے نجات، قربِ خداوندی کے حصول اور عقیدہ توحید کو نکھارنے کیلئے ذکرِ نفی اثبات ”لاموجود الا اللہ“ کے تصور سے کرنا چاہئے۔ یعنی اللہ ہی موجود ہے الا اللہ میں اثبات اس کی موجودیت کا کریں نہ کہ وجودیت کا اور موجود کو حقیقی معنی میں لیں کہ موجود حقیقی صرف اللہ ہے۔ اس تصور سے ذکرِ نفی اثبات کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سالک نفسانی خواہشات اور مخالف شرع امور سے خلاصی پالیتا ہے۔ حقیقت کی یافت ہو جاتی ہے، دولتِ اخلاص میسر آ جاتی ہے۔ سالک کو تجلیات کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور وہ قربِ خداوندی کے رستے پر گامزن ہو کر مرتبہ احسان کو حاصل کر لیتا ہے۔ اللہم ارزقنا ایہا

اس مقام پر سالک کا علم استدلالی، علم کشفی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ اسلام تقلیدی سے اسلام تحقیقی تک جا پہنچتا ہے

تا بجا روبِ لاروبی راہ  
نہ رسی در سرائے الا اللہ



حوصلہ فہم و وہم اور آید آنرا نیز در تحت نفی داخل  
 کے حوصلہ میں آئے اس کو بھی نفی کے تحت داخل کرے اور اسی (معبود برحق) کی  
 سازد و اکتفا بموجودیت آن نماید۔ اگرچہ وجود  
 موجودیت پر اکتفا کرے۔ اگرچہ اس مقام پر وجود  
 راہم دران موطن گنجائش نیست۔  
 کی بھی گنجائش نہیں۔

۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ سالک ہر ماسوی اللہ کی  
 نفی کرے اور اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر اکتفا کرے۔ اسی لئے صوفیاء نفی اثبات کے  
 ذکر کے دوران لا موجود الا اللہ کے تصور سے بھی ذکر کرتے ہیں جس کا مطلب  
 یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔

اس منہا میں آپ یہ مسئلہ سمجھا رہے ہیں کہ طالب جب نفی اثبات کا ذکر کرے  
 تو اس میں نفی کی جہت کو نافذ کرے۔ ہر ماسوی اللہ پر لائے نفی کی تلوار چلائے۔ تمام  
 معبودان باطلہ کی نفی اور فقط ایک ذات ”اللہ“ کی موجودیت کا اثبات کرے اور اس  
 میں وجود کی گنجائش بھی نہ رکھے۔



ماورائے وجود باید طلبید۔ علمائے اہل سنت زیبا گفتمے  
 (ذات حق کو) وجود سے ماوراء تلاش کرنا چاہئے۔ علمائے اہل سنت  
 اند کہ وجود واجب تعالیٰ زائد است بر ذات اوسبحانہ۔  
 نے خوب کہا ہے کہ واجب تعالیٰ کا وجود زائد ہے اس سبحانہ کی ذات  
 وجود را عین ذات گفتن و ورائے وجود امر دیگر اثبات  
 پر۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود سے ورا کسی دوسری بات کا  
 نا کردن از قصور نظر است۔  
 اثبات نہ کرنا نظر کا قصور ہے۔

### حق تعالیٰ وجود سے ماوراء ہے

۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ طالب کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حق  
 تعالیٰ کو وجود سے بھی ماوراء تلاش کرنا چاہئے۔ وجود عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی  
 ہیں ”ہونا“ کسی کا ہونا وجود کہلاتا ہے۔ چونکہ وجود اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور صفت عین  
 ذات نہیں بلکہ زائد بر ذات لیکن قائم بالذات ہوتی ہے اور صفت کا وجود خارج میں ہوتا  
 ہے۔

چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں:

واجب تعالیٰ کا وجود جمہور متکلمین کے نزدیک اس کی ذات عز شانہ پر زائد  
 ہے اور حکماء..... شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیاء کے نزدیک، یہ وجود  
 عین ذات ہے۔ اس فقیر کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ واجب تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ  
 موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ..... برخلاف باقی موجودات کے، کہ وہ سب وجود کے



ساتھ موجود ہیں۔ (معارف لدنیہ معرفت: ۱۴)

یاد رہے کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ کا موقوف یہ ہے کہ جس طرح ذات اور صفات ایک دوسرے کا عین ہیں ایسے ہی وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین ہیں یعنی کائنات اور ذات (اللہ) ایک ہے اور یہی حضرت ابن العربی قدس سرہ کے نظریہ وحدت الوجود کی بنیاد ہے۔

جب کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا موقوف یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک نہیں، وجود اور موجود ایک دوسرے کا عین نہیں، وجود میں کثرت ہے اور موجود میں وحدت ہے اور وہ ذاتِ حق ہے اس لئے وحدت الوجود کی بجائے اگر وحدت الوجود کہا جائے تو زیادہ موزوں ہے، اسی کو حضرت امام ربانی کا پیش فرمودہ نظریہ، تو حید ”وحدة الشہود“ کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی کا موقوف یہ ہے کہ وجود واحد کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک ایک وجود کے سوا کچھ نظر نہ آنا یہ نظر کا قصور ہے، کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، جیسے کہ جب آسمان ابرا لود ہو تو آفتاب نظر نہیں آتا لیکن ہوتا ہے۔ چونکہ غلبہء شہود کی بنا پر کوئی شئی نظر نہیں آتی، جیسے سورج کی روشنی کے سامنے ستارے وغیرہ ماند پڑ جاتے ہیں ایسے ہی جب اللہ تعالیٰ کی موجودیت کا سورج سالک کو مشہود ہوتا ہے تو وجود کائنات ہونے کے باوجود، نظر نہیں آتا اسی کو ”وحدة الشہود“ کہتے ہیں۔



قال الشيخ علاء الدولة "فوق عالم الوجود عالم الملك الودود"  
حضرت شیخ علاؤالدولہ فرماتے ہیں ملک وودود کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے پہلے کشفی طور پر جمہور متکلمین اہلسنت کے عقیدہ کو ثابت کیا ہے کہ حق تعالیٰ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ زائد بر ذات ہے۔ اب جامع شریعت و طریقت حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش فرما رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو "فوق عالم الوجود عالم الملك الودود" یعنی شہنشاہ وودود جل سلطانہ کا عالم، عالم وجود سے بالا ہے۔

مذکورہ قول گرامی میں وجود اور وودود کو ہم وزن تزمین جملہ کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وجود کائنات، ذات وودود جل سلطانہ کا عین نہیں کیونکہ ذات وودود (حق تعالیٰ) کا عین کہنا ہمہ اوست ہے۔ حضرت شیخ علاؤالدولہ نے اس نظریہ کے مقابلے میں ہمہ از اوست کا نظریہ پیش فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ذات اور کائنات ایک نہیں بلکہ کائنات ذات کے اسماء و صفات کے ظلال کا مظہر ہے۔ بعد ازیں اس نظریہ کو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کشف و تحقیق کے ذریعے مؤید و مؤکد فرمایا جس کی کما حقہ آج تک کوئی تردید نہیں کر سکا۔

## حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد اور کنیت ابوالکارم ہے اور آپ شیخ رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ ۶۵۹ھ میں متولد ہوئے۔ آپ کی اصل سلاطین سمنان سے ہے۔ پندرہ سال کی عمر میں سلطان وقت کے دربار سے وابستہ ہوئے۔ دوران جنگ جب سلطان دشمن سے نبرد آزما تھا کہ آپ میں جذب کی کیفیت



پیدا ہو گئی۔ آپ ترک تعلق کر کے حضرت شیخ نور الدین عبدالرحمن کسرتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بغداد حاضر ہوئے جنہیں طریق سلوک کا امام ہونے کی وجہ سے کشف و دقائق پر پورا کمال حاصل تھا۔ آپ نے خانقاہ سکاکیہ میں سولہ سال بسر کیے۔ آپ اپنے دور کے بہت بڑے شیخ اور علوم شریعت و طریقت کے امام تھے۔ حضرت ابن العربی کے نظریہ وحدت الوجود پر آپ نے ان کی شدید علمی مخالفت فرمائی، دراصل ابتداء میں آپ نے ہی توحید شہودی کے شرعی معارف و حقائق کو بیان فرمایا تھا۔

حضرت امام ربانی، حضرت ابن العربی کے علوم توحید کے مقابلے میں حضرت شیخ سمنانی کے توحیدی علوم و معارف کے ساتھ متفق ہیں۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ حضرت شیخ سمنانی، حضرت ابن العربی پر ملامت کرتے ہیں اور حضرت امام ربانی ان پر ملامت نہیں کرتے۔ کیونکہ کچھ عرصہ آپ حضرت ابن العربی کے معارف توحیدی کے قائل رہے ہیں بلکہ بر بنائے خوش اعتقادی تاویل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ معارف حضرت ابن عربی کے احوال ہیں نہ کہ عقائد۔ نیز ان کی خطائے کشفی کو خطائے اجتہادی کی مانند قرار دیتے ہیں۔

حضرت شیخ سمنانی نے حضرت ابن العربی کے شریعت مطہرہ سے بظاہر متصادم علوم و معارف کے متعلق سخت اختلاف کے باوجود ان کی بزرگی اور ان کے روحانی کمال کا اعتراف بھی فرمایا ہے۔ اس لئے آپ انہیں اَيْهَا الصِّدِّيقُ، اَيْهَا الْمُقَرَّبُ، اَيْهَا الْوَلِيُّ جیسے القابات سے مخاطب کرتے ہیں۔

ایک درویش نے حضرت شیخ سمنانی سے دریافت کیا کہ حضرت ابن العربی نے خدا کو جو وجود مطلق کہا ہے، کیا قیامت کے روز ان سے اس بات پر مواخذہ ہوگا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا میں اس قسم کی باتوں کو بالکل اپنی زباں پر نہیں لانا چاہتا، کاش وہ ایسا نہ کہتے کیونکہ مشکل بات کا کہنا جائز نہیں لیکن جب کہہ دی گئی تو پھر اس کی تاویل کرنا



ضروری ہے تاکہ درویشوں کے دل میں شبہات پیدا نہ ہوں اور وہ بزرگوں کے بارے میں بے اعتقاد نہ ہوں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام عمداً گناہ کے صدور سے معصوم ہیں اور اولیاء عظام گناہ کی زلت سے محفوظ!..... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اِنْ تَغْفِرُ اللَّهُمَّ فَاغْفِرْ جَمًّا وَاَيُّ عَبْدِكَ لَا اِلْمَا (المستدرک للحاکم، الرقم: ۱۸۰) یعنی اے پروردگار! تو اپنے فضل و کرم سے سب کو بخش دے تیرا کونسا بندہ ہے جو گناہگار نہیں ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ اس عاجز کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ بندہ خود کو مجرم اور قصور وار نہ سمجھے۔ (نفعات الانس)

آپ کا وصال بمر ۷۷ سال شب جمعہ ۲ رجب ۷۳۶ھ صوفی آباد میں ہوا۔  
انا لله وانا اليه راجعون



ایس درویش را چون از عالم وجود بالا گذرانید ند تا چند گاه  
 اس درویش کو جب عالم وجود سے بالا گذارا گیا جتنا عرصہ مغلوب الحال  
 کہ مغلوب حال بود خود را از روئے علم تقلیدی از اہل اسلام  
 رہا اپنے آپ کو علم تقلیدی کے اعتبار سے اہل اسلام میں شمار کرتا  
 سی شمر د بالجملہ ہرچہ در حوصلہ ممکن در آید بطریق  
 رہا۔ المختصر جو ممکن کے شعور میں آئے وہ بطریق  
 اولی ممکن باشد۔

اولی ممکن ہی ہے۔ ۶

## حضرت امام ربانی اور عالم وجود

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بھی ابتدائے سلوک میں غلبہ حال کی بنا پر  
 وجود کو عین موجود قرار دیا تھا مگر جب آپ کو عالم وجود سے اوپر عروج نصیب ہوا تو آپ  
 نے اس قول سے رجوع فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

و آنچه این فقیر در بعض مکاتیب خود نوشته است کہ  
 حقیقت حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ وجود محض است از  
 نارسائی خود نوشته است بحقیقت این معاملہ و ازین قبیل  
 است بعضی از معارف کہ در توحید و جودی و غیر آن نوشته  
 سرش عدم اطلاع بودہ است بر حقیقت کار و چون از حقیقت  
 کار آگاہ ساختند۔ آنچه در ابتداء و وسط نوشته و گفتہ نام



و مستغفر گشت (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۶۰)  
ترجمہ: اور جو کچھ اس فقیر نے اپنے بعض مکاتیب میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ  
کی حقیقت ”وجود محض“ ہے، وہ اس معاملہ کی حقیقت تک اپنی نارسائی کے باعث لکھا گیا  
ہے اور وہ بعض معارف جو توحید و جود کی بارے میں لکھے ہیں، وہ بھی اسی قسم سے ہیں  
ان کا راز بھی عدم اطلاع کی وجہ سے ہے، اب جب اس معاملہ کی اصل حقیقت سے  
آگاہی ہوگئی ہے تو جو کچھ ابتداء، اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس پر نادم ہوا اور استغفار کیا۔  
ابتدائے سلوک میں عالم وجود سے وراء روحانی سیر سے قبل آپ کا اسلام تقلیدی  
تھا۔ دراصل اسلام کی دو قسمیں ہیں۔

### اسلام تقلیدی اور اسلام تحقیقی

فنائے ذات اور تزکیہء نفس سے پہلے سالک کا اسلام تقلیدی ہوتا ہے۔ اس قسم  
کے اسلام کے زائل ہونے کا اندیشہ رہتا ہے جبکہ فنائے ذات و تزکیہ نفس اور مقام  
مشاہدہ تک رسائی کے بعد سالک اسلام تحقیقی سے بہرہ یاب ہوتا ہے، اسلام کی یہ قسم  
زوال سے محفوظ ہوتی ہے۔

۶ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ممکن کے آئینے، حوصلے اور ظرف میں آئے گا،  
بطریق اولیٰ ممکن ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ ذات و کائنات میں عینیت ہے تو اس کا مطلب  
یہ ہوا کہ ممکن واجب ہو گیا اور واجب ممکن ہو گیا اب سوال یہ ہے کہ واجب (حق تعالیٰ)  
ممکن (مخلوق) کے آئینے میں آئے تو واجب کیسے رہا؟ کیونکہ جو ممکن کے آئینے میں  
آئے گا وہ ممکن ہی کہلائے گا۔

اگر کائنات اور ذات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ  
ہے کہ ممکن واجب ہو گیا اور واجب ممکن ہو گیا..... حالانکہ ممکنات اور کائنات کے ظرف  
میں جو کچھ آئے گا وہ محدود اور مقید ہو جائے گا اور واجب تعالیٰ حدود و قیود اور ثغور سے



فسبحان من لم يجعل للخلق اليه سبيلاً إلا بالعجز عن معرفته  
 پس پاک ہے وہ ذات جس نے نہیں بنائی کوئی راہ مخلوق کیلئے اپنی طرف ماسوائے  
 گمان نکلند کہ ازیں فنا فی اللہ وبقا باللہ ممکن واجب گردد  
 اپنی معرفت سے عجز کے گمان نہ کریں کہ اس فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے ممکن  
 چہ آن محال است ، ومستلزم قلب حقایق  
 واجب ہو گیا کیونکہ یہ محال ہے اور قلب حقائق کو مستلزم (ہے) ۵

وراء ہے۔ کیونکہ جو محدود و ممکن میں آئے گا وہ بدرجہ اتم محدود اور ممکن ہوگا لہذا حق تعالیٰ  
 ممکنات اور کائنات کی حدود سے وراء اور پاک ہے۔

کے اس لئے سالک کو واجب تعالیٰ کا جتنا بھی قرب نصیب ہوگا وہ اتنا ہی ذات کی  
 کنہہ، یافت اور ادراک کی معرفت سے قاصر اور عاجز آ جائے گا۔ حضرت ابن العربی  
 اور حضرت امام ربانی کا معرفت ذات کے متعلق اختلاف ہے۔

### حضرت ابن عربی کا تصور معرفت

حضرت ابن العربی کا موقف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ممکن ہے بایں معنی کہ  
 سالک کو ذات کا علم اور ادراک حاصل ہو جاتا ہے۔ آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں  
 ذات کا علم و ادراک ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا: فَمِنَّا مَنْ جَهَلَ فِي عِلْمِهِ  
 فَقَالَ وَالْعَجْزُ عَنْ دَرِكِ الْإِدْرَاكِ وَمِنَّا مَنْ عَلِمَ (کلمہ شیوہ نصوص  
 الحکم) اور جس شخص نے یہ کہا کہ ہم اس کی معرفت سے عاجز ہیں اس نے اپنی جہالت  
 کا قرار کیا ہے۔



پس چون ممکن واجب نگردد غیر از عجز از ادراک  
پس جب ممکن واجب نہیں ہو سکتا تو واجب تعالیٰ کے ادراک سے درماندگی  
واجب تعالیٰ نصیب ممکن نباشد۔  
کے سوا ممکن کو کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں  
عنقا کسی کے شکار میں نہیں آتا جال اٹھا لو  
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را  
کیونکہ اس جگہ ہمیشہ ہوا ہاتھ میں آتی ہے جال کے

### حضرت امام ربانی کا تصور معرفت

آپ کا موقف یہ ہے کہ بندے کے لئے ذات کی کنہہ کا ادراک ممکن نہیں اور  
ذات کی معرفت یہی ہے کہ اس کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف و اقرار کر لیا جائے۔  
الْعَجْزُ عَنْ دَرِكِ الْإِدْرَاكِ إِدْرَاكِ (مرقات: ۱/۲۶۳) کے قائل کی طرف جہالت  
کی نسبت کرنا بہت بڑی جسارت ہے کیونکہ یہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا  
ارشاد گرامی ہے جو اس امت کے سب سے پہلے صوفی، عارف اور افضل البشر  
بعد الانبیاء (عقائد نسفی) ہیں۔ شتان بینہما ان دونوں نظریوں میں کس قدر  
فرق ہے۔

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہ ایک سوال کا جواب ارشاد فرما رہے ہیں کہ کیا  
سالک فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد رب ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابن العربی قدس  
سرہ کا قول ہے فَوْقْتًا يَكُونُ الْعَبْدُ رَبًّا بِلَا شَكِّ (فصوص الحکم کلمہ اسحاقیہ)



حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ فنا اور بقا کے بعد ممکن واجب نہیں ہوتا۔ بنا، خدا نہیں بنا بلکہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد بھی بندہ، بندہ ہی رہتا ہے اور اللہ، اللہ ہی رہتا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ ممکن واجب ہو جائے ورنہ قلب حقائق لازم آتا ہے۔ البتہ فنا و بقا کے بعد بندہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

جب فنا و بقا کے بعد ممکن، ممکن ہی رہتا ہے اور واجب، واجب ہی رہتا ہے تو ممکن (سالک) کو واجب کے ادراک سے عاجز آنے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اس لئے عینیت کے قول سے اجتناب کرنا چاہئے اور ذات حق جل سلطانہ کو ممکنات اور کائنات سے وراء ڈھونڈنا چاہئے۔

تیری تلاش میں پھروں جنگل پہاڑ دشت میں

نہ ہی تیرا پتہ چلا نہ ہی تیری نشانیاں

کیونکہ ذات کی معرفت ایک ایسا بھنور اور گرداب ہے جس میں ہزاروں کشتیاں

یوں غرق ہو گئیں کہ آج تک ان کا کوئی سراغ بھی نہیں مل سکا۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار

کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار



بلند ہمتی ہمیں طور مطلب راسی خواہد کہ ہیچ از  
 بلند ہمتی اسی مطلب کو چاہتی ہے کہ کچھ (بھی) اس (ذات حق) کا  
 و بدست نیاید، وہیچ نام و نشان ازو پیدا نشود۔  
 ہاتھ نہ آئے اور اس (ذات) کا کوئی نام و نشان ظاہر نہ ہو۔  
 جمعے ہستند کہ مطلبی می خواہند، کہ آن را عین خود  
 ایک جماعت ایسی ہے جو یہ مطلب چاہتی ہے کہ اس (ذات) کو اپنا عین  
 یا بند، و قرب و معیت باو پیدا سازند  
 پائیں اور اس (ذات) کے ساتھ قرب اور معیت پیدا کر لیں۔ ۹  
 آن ایشا نند و من چنینم یارب  
 وہ یوں ہیں اور میں اس طرح ہوں اے میرے رب

### مسئلہ عینیت

۹ صوفیاء کا ایک گروہ ممکن کو واجب قرار دے کر عینیت کا قول کرتا ہے جیسا کہ  
 حضرت ابن العربی قدس سرہ کا قول ہے۔

فَأَنْتَ عَبْدٌ وَأَنْتَ رَبٌّ..... وَأَنْتَ رَبٌّ وَأَنْتَ عَبْدٌ

یعنی تو ہی بندہ ہے اور تو ہی رب ہے..... اور تو ہی رب ہے اور تو ہی بندہ ہے

لہذا انہوں نے وجود کو حقیقت واحدہ قرار دے کر کہا کہ چونکہ کوئی شئی اپنی ذات

کی ضد نہیں ہوتی۔ پس حق تعالیٰ ہی رہا کوئی دوسری چیز نہ رہی اس لئے نہ کوئی ملا ہوا رہا

اور نہ ہی کوئی جدا ہونے والا رہا۔ جیسا کہ فصوص الحکم میں ہے فَإِنَّ الْوُجُودَ حَقِيقَةٌ

وَاحِدَةٌ وَالشَّيْءُ لَا يُضَادُ نَفْسَهُ



فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا الْحَقُّ لَمْ يَبْقَ كَائِنٌ  
فَمَا تَمَّه مَوْصُولٌ وَمَا تَمَّه بَائِنٌ

(کلمہ اسماعیلیہ)

عینیت کی بنا پر ہی قرب و معیت ذاتی زمانی و مکانی کا قول کیا جاتا ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک قرب و احاطہ و معیت، ذاتی نہیں بلکہ علمی اور بے کیفی ہے اور یہی علمائے اہلسنت و جماعت کا موقف ہے جو نصوص حکمت سے ثابت ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَقَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا (الطلاق ۶۵: ۱۲) اور وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (النساء ۴: ۱۲۶) سے عیاں ہے۔

واضح رہے کہ فنائے ذات بھی ہے اور فنائے تجلیات بھی، فناء کے کئی درجات ہیں فنائے ذات کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ کوئی مشخص شخصیت ہے اور اس کی ذات کے اندر بندہ اس طرح فناء ہو کے داخل ہو گیا ہے جس طرح پانی میں سیاہی ملا دیں یا جس طرح پھول میں خوشبو سمائی ہوئی ہے۔ فنائیت کے یہ معنی نہیں ہیں، فنائیت کا مطلب صرف یہ ذہن میں رکھیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کا پابند ہو جائے اور اللہ کے احکام اور اس کی منشاء کے خلاف کچھ کرنے کا شوق ہی نہ رہے، انسان از خود اللہ کی رضا میں ہی چلے یہ فنا ہے۔ فنا کا معنی کسی میں داخل، خارج ہونا یا کسی کے اندر شامل ہو کے کشتہ بن جانا نہیں ہے، جس طرح حکیم حضرات دوائیاں ملا کے کشتہ بنا کے دوائیوں کو کشتے میں فنا کر دیتے ہیں اور وہ دوائیاں عین کشتہ بن جاتی ہیں ایسا نہیں ہوتا جو صوفیاء یہ کہتے ہیں کہ ممکن واجب ہو گیا ہے بندہ خدا ہو گیا ہے جس طرح لوہا آگ میں جا کے آگ ہو گیا ہے یہ کوتاہ نظری کی باتیں ہیں، حقیقت یہ نہیں۔ فنا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی بندے پر اس طرح غالب آ جائے کہ اپنی مرضی نہ



رہے اور جو کام کرے اللہ کیلئے کرے، اس میں اپنی غرض شامل نہ ہو، یہ فنا ہے۔ جب فنائے مطلق حاصل ہوگئی تو اس کے بعد جو کچھ ہے وہ بقا ہی ہے یعنی بندہ اپنی صفات سے فنا ہو گیا ہے یہ فنا ہے اور اللہ کی صفات کے ساتھ باقی ہو گیا ہے، یہ بقا باللہ ہے یعنی اپنی صفات نہیں رہتیں بلکہ اللہ کی صفات اس پر غالب آ جاتی ہیں۔ جب اپنی صفات نہ رہیں تو یہ فنا ہے اور جب بندے پر اللہ کی صفتیں غالب آ جائیں، یہ بقا ہے تو اپنے آپ سے فانی ہونا، اللہ کے ساتھ باقی ہونا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے بعد بندہ اللہ ہو جاتا ہے اور ممکن واجب ہو جاتا ہے جیسے لوہا بھٹی میں رکھیں تو آگ ہو جاتا ہے، یہ ان کی کوتاہ نظری ہے۔ ایسا نہیں ہو اللہ اللہ ہے، بندہ بندہ ہے، فنایت اور بقایت اپنی صفات سے مغلوب ہونے اور اللہ کی صفات میں گم ہونے کا نام ہے نہ کہ عین ذات ہو جانے کا نام ہے۔

## آفاق اور نفس

صوفیاء کہتے ہیں مطلوب کو پہلے آفاق میں تلاش کرو۔ اس لئے پہلے وہ سیر آفاق کراتے ہیں اس کے بعد سیر نفسی ہوتی ہے۔ جب مطلوب کی تلاش میں نکلتے ہیں تو پہلے جو چیز سامنے آتی ہے وہ آفاق ہے کہ شاید مطلوب آفاق میں مل جائے۔ تو بندے پر کچھ تجلیات سیر آفاق میں وارد ہوتی ہیں اور وہ اکثر تجلیات صوری و آثاری ہوتی ہیں سیر آفاق میں یک گونہ معرفت کی ابتداء ہو جاتی ہے لیکن یہ معرفت و سیر ناقص ہوتی ہے جب انسان اس حقیقت سے مطلع ہو جاتا ہے کہ آفاق کو اس ذات حق کے ساتھ کوئی نسبت نہیں تو پھر صوفیاء کہتے ہیں اس ذات کو، نفس میں تلاش کرنا چاہئے پھر نفس میں چلے جاتے ہیں سیر نفسی، جس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ بعض بزرگ اسی پر ہی



اکتفا اور قناعت کر کے کہتے ہیں۔

یارتے تیرے اندر وسدا تینوں ایویں پن پلکھے  
 اوتے کول تیرے نت رہندا اے، جیہدا شور چو فیرے پنیدا اے  
 ان کی معرفت یہاں تک جا کے ختم ہو جاتی ہے۔ یار میرے اندر، بس یہیں پھنسے  
 رہتے ہیں اور بہت سارے کامل اولیاء بھی اسی مقامِ انفس میں پھنسے رہتے ہیں۔ ایک  
 مقام حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہما پر بھی ایسا آیا تھا کہ انہوں  
 نے کہا تھا، مطلوب کو انفس میں تلاش کرنا چاہئے وہ انفس میں ملتا ہے۔ پھر کچھ عرصے  
 کے بعد ان دونوں بزرگ حضرات کا حال بدلاتا تو دونوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ  
 مطلوب نہ آفاق میں ملا ہے نہ انفس میں۔ اس کو آفاق و انفس سے وراء تلاش کرنا  
 چاہئے کیونکہ آفاق و انفس محدود آئینے ہیں اور وہ لامحدود ہے۔ لامحدود کو محدود کے  
 آئینوں میں نہیں پایا جاسکتا۔ واجب کو ممکن کے آئینے میں نہیں دیکھا جاسکتا۔ لہذا یہ  
 سارے آئینے توڑو، آفاق کے بھی اور انفس کے بھی اور مطلوب کو اس سے وراء تلاش  
 کرو۔ جب وراء الوراہ سیر کی تو یوں گویا ہوئے آفاق میں ذوق ملا، انفس میں یافت ملی  
 اور جب آفاق و انفس سے آگے گئے تو یافت بھی گم ہو گئی، جو پایا تھا وہ بھی گم ہو گیا۔  
 اب مرتبہ عجز و جہالت اور مقام حیرت آیا اور یوں گویا ہوئے۔

”اس کا نہ ملنا ہی اس کا ملنا ہے“۔ بس جب یافت بھی گم ہو جائے تو اس کو کہتے  
 ہیں جہل اور حیرت، جہل بمعنی معروف جہالت نہیں، یہ جہل اس معنی میں ہے کہ اللہ کی  
 معرفت سے عجز جہل ہے۔ آخری معرفت یہی ہے جیسا کہ حضرت سیدنا صدیق  
 اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمادیا: العجز عن درك الادراك ادراك اس کی معرفت  
 یہی ہے کہ اس کی معرفت ہو نہیں سکتی۔



## مِنْهَا - ۱۲

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرمودہ  
 حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ الاقدس فرماتے ہیں کہ مشائخ میں  
 اندکہ آئینہ ہریک از مشائخ را دو جہت ست و آئینہ  
 سے ہر کسی کے آئینہ کی دو جہتیں ہیں اور میرے آئینہ کی

مراشش جہت

چھ جہات (ہیں)۔ ۱

### جہات قلب

۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ  
 نقشبند بخاری قدس سرہ الساری کے ایک ارشاد گرامی کی توضیح فرما رہے ہیں کہ سلاسل  
 طریقت کے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے آئینہ قلب کی دو جہتیں ہوتی ہے  
 جبکہ میرے آئینہ کی چھ جہات ہیں۔



مانا کہ این کلمہ قدسیہ راتا این زمان ہیچ یکرے از خلفائے  
 یقیناً<sup>۲</sup> اس پاکیزہ کلمہ کو اس وقت تک اس بزرگ خانوادہ کے خلفاء میں سے کسی  
 این خانوادہ بزرگ بیان نکرده است، بلکہ باشارہ و رمز ہم  
 نے بیان نہیں کیا ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے بھی اس بارے میں کوئی  
 دران باب سخن نرانده۔ این حقیر قلیل البضاعة راجہ رسد کہ  
 بات نہیں کی۔ اس حقیر اور کم مایہ کو کیا (حق) پہنچتا ہے کہ اس (کلمہ فرمودہ) کی  
 در شرح آن اقدام نماید و در کشف آن، زبان کشاید۔ اما چون  
 شرح میں پیش دستی کرے اور اس کے کشف میں زبان کھولے<sup>۳</sup> لیکن جب  
 حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بمحض فضلِ خویش سر این  
 حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس معما کا راز اس  
 معما را برای حقیر بکشود، و حقیقت آن کما ینبغی وانمود  
 حقیر پر کھول دیا اور اس کی حقیقت جیسا کہ چاہیے تھی ظاہر کر دی  
 بخاطر ریخت کہ این دُر ممکنون را بہ بنان بیان در  
 دل میں آیا کہ اس گوہر پوشیدہ کو بیان کی انگلیوں سے تحریر کی لڑی میں

۲ لفظ ”مانا“ فارسی زبان میں دو معنوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ ایک ”شاید“ اور  
 دوسرا ”یقیناً“۔ اگر شاید کا معنی لیں تو اس میں قدرے شبہ پایا جاتا ہے اور جب یقین  
 کے معنی میں لیں تو شبہ ساکت ہو جاتا ہے، بات یقینی ہو جاتی ہے۔ زیر نظر منہا میں یقین  
 کا پہلو ہی غالب ہے اس لئے ترجمہ میں ”مانا“ کا معنی یقیناً ہی کیا گیا ہے۔



۳ طریقت نقشبندیہ کے خلفاء میں سے کسی خلیفہ مکرم نے بھی حضرت خواجہ بزرگ کے اس کلمہ قدسیہ کے متعلق اشارہ یا کنایہ، اجمالاً یا تفصیلاً کوئی کلام نہیں فرمائی غالباً عدم فہم کی وجہ سے خاموش رہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بطور عاجزی و کسرتی اپنے آپ کو قلیل البصاۃ تحریر فرمایا ہے جس سے مراد، دوں ہمت، کم علم اور بے عمل وغیرہا مفہوم ہوتا ہے۔ جبکہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز نے آپ کے متعلق کثیر العلم اور قوی العمل لکھا نیز آپ کے علم و عمل کا زمانہ معترف ہے جس پر آپ کی تصانیف لطیفہ اور مکتوبات شریفہ شاہد عادل ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے استاد گرامی حضرت علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے پہلے مجدد الف ثانی لکھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے دور کے جلیل القدر، علماء، فضلاء، صوفیاء، اتقیاء، اقطاب و اغیاث کے بلجا و ملائی تھے۔ کس قدر عالی ظرف اور عظیم تر تھے وہ لوگ جو علم و فضل اور تقویٰ و عمل کے پہاڑ تھے، مگر ازراہ عجز و انکسار خود کو فقیر، حقیر پر تقصیر اور قلیل البصاۃ وغیرہا جیسے الفاظ اور القاب سے پکارتے تھے کہ کہیں شیطانی تصرفات اور نفسانی خواہشات راہ راست سے ہٹانہ دیں۔ آپ کا یہ انداز تحریر موجودہ دور کے ارباب علم و فضل کیلئے سبق آموز ہے۔ ورنہ علم و فضل کی وجہ سے انسان میں تکبر، رعونت، خود پسندی، دعویٰ و تعالیٰ جیسے روحانی و اخلاقی امراض جنم لیتے ہیں جو روحانیت کے حصول اور بارگاہ قدس تک وصول کیلئے حجاب اکبر کا باعث ہوتے ہیں۔ العیاذ باللہ سبحانہ بقول مولانا

روم رحمۃ اللہ علیہ

علم را بر دل زنی یارے بود  
روئے دل را جانبِ دلدار کن

علم را بر تن زنی مارے بود  
صد کتب صد ورق در نار کن



سَلِكِ تَحْرِيرِ كَشْدِ وَبِزَبَانِ تَرْجَمَانِ دَرَحِيزِ تَقْرِيرِ آرْدِ۔

پُرُو دے اور زَبَانِ تَرْجَمَانِ كے سَاتْھ تَقْرِيرِ كے مَقَامِ مِیں لے آئے ۴

بَعْدَ اَزَادَائِے اِسْتِخَارَہِ شُرُوعِے دَرَانِ بَابِ نَمُودَہِ آمَدِ۔ وَالْمَسْئُولُ

اِسْتِخَارَہِ اَدَا كَرْنِے كے بَعْدِ اِس بَابِ مِیں شُرُوعِ ہوا اور اللہ سبحانہ سے عَصْمَتِ اور

مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ الْعِصْمَةَ وَالتَّوْفِيقُ

تَوْفِيقِ كَا سَوَالِ ہے۔ ۵

عِنَايَتِ رَحْمَانِي بِرَحْضَرَتِ اِمَامِ رَبَّانِي قَدَسِ سِرَّةِ الْعَزِيزِ

۴ حضرت امام رباني قدس سره العزيز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب جلیل القدر خلفائے نقشبندیہ نے اس کلمہ قدسیہ کی شرح بیان نہیں فرمائی تو مجھ قلیل البصائر کی کیا مجال کہ اس کی شرح تحریر کروں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اس لاینحل عقدہ کے راز کو میرے قلب پر القاء فرمادیا ہے، اس لئے اب میں اس پوشیدہ راز کو سلک تحریر میں پرورہا ہوں۔

۵ بزرگان دین کا یہ معمول رہا ہے کہ جب ان پر کوئی کشف، واقعہ یا خواب میں کوئی پوشیدہ اسرار کھلتے ہیں تو انہیں تحدیثِ نعمت کے طور پر بیان کرنے یا احاطہ تحریر میں لانے سے قبل استخارہ کرتے ہیں۔ جب استخارہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا معلوم ہو جائے تو اس راز کو بیان کر دیتے ہیں۔ پس پردہ یہ حکمت کار فرما ہوتی ہے کہ اس میں بے شمار انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ پنہاں ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سره العزيز استخارہ کے بعد حق تعالیٰ سے غلطی سے بچنے اور اس راز کے کھولنے کی توفیق و استعداد مانگ رہے ہیں۔



باید دانست کہ مراد از آئینہ ، قلب عارف ست کہ  
 جاننا چاہئے کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو برزخ ہے روح  
 برزخ ست بین الروح والنفیس و ازدوجہت ، جہۃ  
 اور نفس کے درمیان اور دو جہت سے جہت  
 روح وجہۃ نفس مراد داشتہ اند۔  
 روح اور جہت نفس مراد لیتے ہیں ۶

### حضرت امام ربانی اور آئینہ قلب

۶ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس کلمہ قدسیہ کی شرح کرتے ہوئے  
 رقمطراز ہیں کہ آئینہ سے عام لوگوں کا قلب نہیں بلکہ قلب عارف مراد ہے اور عارف  
 کا قلب روح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔ برزخ اس دور خے حجاب اور پردے کو  
 کہا جاتا ہے جو ایک طرف سے لیتا اور دوسری طرف دیتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی  
 اللہ علیہ وسلم امکان اور وجوب ، خالق اور مخلوق کے درمیان برزخ ہیں۔ آپ جہت  
 نورانیت کے اعتبار سے حق تعالیٰ سے فیض لیتے ہیں اور جہت بشریت کے اعتبار سے  
 مخلوق کو فیض دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو برزخ البرازخ اور برزخ کبریٰ بھی  
 کہا جاتا ہے۔

أدھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل

خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

ایسے ہی دیگچی میں پانی ڈال کر گرم کرنے کیلئے جب اسے چولہے پر رکھ دیا

جاتا ہے تو دیگچی کا نچلہ حصہ (تلا) پانی اور آگ کے درمیان برزخ کا کام کرتا



ہے، آگ سے حرارت وصول کر کے پانی کو دیتا ہے۔ یونہی قلب، روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے جو فیض روح پر نازل ہوتا ہے قلب اس فیض کو روح سے لے کر نفس کو دیتا رہتا ہے۔

## قلب صنوبری

مضغہ گوشت کو قلب صنوبری بھی کہا جاتا ہے۔ قلب صنوبری، قلب نوری کیلئے ظرف کی مانند ہے جو بشری کثافت اور گناہوں کی غلاظت کی وجہ سے کثیف اور غلیظ ہو جاتا ہے اور نفس، اپنی فطری شرارت کی وجہ سے بھی شریر اور کثیف ہے تو قلب عارف مصفی اور مزکی ہونے کی بنا پر مضغہ گوشت اور نفس دونوں کو فیض دے کر لطیف بنا تا رہتا ہے یوں قلب عارف روح اور نفس کے درمیان برزخ کا کردار ادا کرتا ہے۔



پس مشائخ را در وقت وصول بمقام قلب ہر دو جہت آن  
پس مشائخ کو مقام قلب میں وصول کے وقت اس کی دو جہتیں منکشف  
منکشف می گردد، و علوم و معارف آن ہر دو مقام کہ مناسبت  
ہو جاتی ہیں اور ان دو مقاموں کے علوم و معارف جو قلب کے مناسب  
قلب است فائض می شود بخلاف طریقے کہ حضرت خواجہ  
ہیں فائض ہوتے ہیں بخلاف اس طریقے کے کہ حضرت خواجہ جس

یہاں مشائخ سے مراد مطلق مشائخ ہیں یعنی دیگر سلاسل طریقت کے علاوہ  
مشائخ نقشبندیہ بھی مراد ہیں کیونکہ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو بارگاہ  
قدس جل سلطانہ میں ایک خاص مقام حاصل ہے اور وہ مقام محبوبیت ہے۔ مقام قلب  
کا یہ راز حضرت شاہ نقشبند کے بعد حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مشائخ میں  
سے کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ (والحمد للہ علیٰ ذالک)

مشائخ جب واصل باللہ ہوتے ہیں تو وصل کے متعدد درجات میں سے مقام  
قلب کے درجہ پر پہنچ کر آئینہ قلب کی دو جہتیں (روح اور نفس) منکشف ہو جاتی ہیں  
تو قلب سے مناسبت رکھنے والے دو جہتوں کے علوم و معارف روح اور نفس پر وارد  
ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت خواجہ شاہ نقشبند قدس سرہ جس طریقہ کے ساتھ ممتاز ہیں وہ یہ  
ہے کہ دیگر مشائخ کی نہایت آپ کی ہدایت ہے اور اس فرمان عالی سے یہ اشارہ بھی ملتا  
ہے جس کے متعلق آپ خود ارشاد فرماتے ہیں ”مانہایت رادر ہدایت درج ساختیم“ ہم  
نے نہایت کو ہدایت (ابتداء) میں درج کر دیا ہے یعنی جہاں سے دیگر سلاسل کی انتہا  
ہوتی ہے وہاں سے سلسلہ نقشبندیہ کی ابتدا ہوتی ہے مگر یہ فضیلت جزوی اور صوری ہے۔



بآن ممتازند، ونہایت دران موطن در بدایہ مندرج است  
 کے ساتھ ممتاز ہیں اور اس مقام کی انتہاء ابتداء میں درج ہے کہ قلب  
 آئینہ قلب را دران طریق شش جہت پیدا می شود۔  
 کے آئینہ کی اس طریقہ میں چھ جہتیں ظاہر ہو جاتی ہیں  
 بیانش آن ست کہ برا کابر ایس طریقہ علیہ منکشف  
 اس کا بیان یہ ہے کہ اس بلند طریقہ کے اکابر پر منکشف کیا گیا ہے  
 گردانیدہ اند کہ ہرچہ در کلیۃ افراد انسانی ثابت ست، از  
 کہ جو کچھ افراد انسانی کی کلیت میں ثابت ہے چھ لطائف  
 لطائف ستہ در قلب تنہانیز متحقق ست، از نفس و قلب  
 سے تنہا قلب میں بھی متحقق ہے یعنی نفس، قلب، روح  
 و روح و سر و خفی و اخفی  
 سر، خفی اور اخفی ۵

### سلسلہ نقشبندیہ اور جہات قلب

۵ سلسلہ نقشبندیہ میں آئینہ قلب کی چھ جہتیں ہوتی ہیں۔ اکابرین طریقت نقشبندیہ  
 پر یہ امر منکشف ہوا ہے کہ انسان جن چھ لطائف سے مرکب ہے وہ تمام تنہا قلب میں  
 متحقق ہیں۔

چھ لطائف سے مراد عالم امر کے پانچ لطائف (قلب، روح، سر، خفی، اخفی) اور  
 عالم خلق کا لطیفہ نفس ہے۔ عالم خلق کے بھی پانچ لطائف ہیں۔ (نار، خاک، باد اور  
 آب) چونکہ وہ چاروں لطائف تنہا نفس میں مندرج ہوتے ہیں اس لئے دوران سلوک



لطیفہ نفس کے ضمن میں باقی چاروں لطائف (نار، خاک، آب، باد) طے ہو جاتے ہیں کیونکہ طریقت نقشبندیہ میں پہلے عالم امر کے لطائف طے کروائے جاتے ہیں لہذا اس کے دوران ہی عالم خلق کے لطائف میں طہارت اور لطافت آ جاتی ہے۔ لطیفہ نفس کو علیحدہ اس لئے طے کروایا جاتا ہے تاکہ تزکیہ کامل ہو جائے۔ اگر لطیفہ نفس میں فنائیت حاصل ہو جائے تو اس کے ضمن میں عالم خلق کے تمام لطائف کو فنائیت حاصل ہو جاتی ہے۔ عالم امر کے پانچ لطائف سینے میں ہیں اور لطیفہ نفس پیشانی میں ہے بعض بزرگوں کے نزدیک لطیفہ نفس زیر ناف ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تطبیق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ لطیفہ نفس کے قدم زیر ناف ہوتے ہیں اور اس کا سر انسان کی پیشانی میں ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ عالم خلق اور عالم امر کے جملہ لطائف انسان میں موجود ہیں خواہ وہ مومن ہو یا کافر، مسلم ہو یا مشرک، نیک ہو یا بد، خواہ ان میں طہارت، نفاست، لطافت اور فنائیت ہو یا نہ ہو۔

غرضیکہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں وہ چھ لطائف میرے قلب میں چھ جہتیں بن کر جلوہ گر ہیں جو خواجہ نقشبند قدس سرہ العزیز کی برکت سے نقشبندی فقیر کو تنہا قلب کے ضمن میں طے کروادئے جاتے ہیں۔



کہ از شش جہت ایس شش لطیفہ مراد داشتہ اند۔ پس جو چھ جہات سے یہ چھ لطائف مراد لئے ہیں۔ پس تمام مشائخ کی سیر ظاہر سیر سائر مشائخ بر ظاہر قلب ست، و سیر این بزرگواران قلب پر ہے اور ان بزرگوں کی سیر باطن قلب میں اور اس سیر کے ذریعے در باطن قلب۔ و بایں سیر باطن بطنون آن می رسند اس (قلب) کے ابطن بطنون تک پہنچ جاتے ہیں ۹ و علوم و معارف این ہر شش لطیفہ در مقام قلب منکشف اور ان ہر چھ لطیفوں کے علوم و معارف مقام قلب میں منکشف ہو جاتے

۹ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ کرام جن کے آئینہ قلب کی دو جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر ظاہر قلب تک ہی ہوتی ہے۔ جبکہ سلسلہ نقشبندیہ کے درویش جن کے آئینہ قلب کی چھ جہتیں ہوتی ہے ان کی سیر قلب کے باطن میں ہوتی ہے۔

أَبْطَنُ، أَفْعَلُ کے وزن پر اسم تفضیل کا صیغہ ہے جس میں دوسروں کی نسبت زیادتی پائی جاتی ہے۔ ابطن کا معنی سب سے زیادہ باطن (پوشیدہ) ہے۔ یعنی ایک ہے قلب کا باطن اور ایک ہے اس باطن کے باطن کا بھی باطن جسے قلب قلب کہا جاسکتا ہے اور باطن القلب سے آگے ابطن بطنون ہے۔ نقشبندی درویش کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ الصمد کی بدولت دوران سلوک جب باطنی طیر اور روحانی سیر نصیب ہوتی ہے تو وہ قلب کے باطن سے لے کر ابطن بطنون تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں مقام قلب سے مناسبتر کہنے والے ان چھ لطائف کے علوم و معارف مقام قلب میں منکشف ہو جاتے ہیں۔ والحمد لله علی ذالک



می گردند، اما علومے کہ مناسب مقام قلب اند۔ این  
 ہیں۔ لیکن وہ علوم جو مقام قلب کے مناسب ہیں یہ ہے بیان حضرت  
 است بیان کلمہ قدسیہ حضرت خواجہ قدس اللہ تعالیٰ  
 خواجہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے کلمہ قدسیہ کا اس حقیر کو اس مقام میں ان بزرگوں  
 سرہ این حقیر را دریں مقام ببرکت این بزرگواران مزید  
 کی برکت سے مزید بر مزید تحقیق کے بعد تدقیق (حاصل) ہے اور آیت  
 بر مزید است، وتدقیق بعد تحقیق وبحکم کریمہ ”واما  
 کریمہ“ واما بنعمة ربك فحدث“ کے مصداق اس سے مزید ایک

حضرت امام ربانی اور قلب قلب کے اسرار

۱۰ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز کے قول گرامی کی شرح تحریر کرنے کے بعد  
 حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ  
 اسرار ہم کی توجہات قدسیہ کی برکت سے ا بطن بطون سے بھی مزید بر مزید علوم و  
 معارف عطا فرمائے گئے ہیں اور آپ کے کلمہ قدسیہ کے حقائق کشفی طور پر عیاں ہوئے  
 ہیں اور جب اس فقیر نے وقت نظر کے ساتھ حقائق کے سمندروں میں مزید غواصی کی،  
 تو باریک دقائق اور پوشیدہ اسرار کے مزید موتی ہاتھ لگے اس لئے تحدیث نعمت کے  
 طور پر ان مخفی رازوں کو بیان کر رہا ہوں۔ کَلَامُنَا اِشَارَةٌ وَبَشَارَةٌ کے مصداق ہم  
 اشاروں ہی میں اپنے درویشوں کو خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

دیگر مشائخ کرام کو ظاہر قلب تک سیر نصیب ہوئی اور حضرت شاہ نقشبند کو باطن  
 قلب تک رسائی نصیب ہوئی اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز پر خواجگان نقشبندیہ  
 کے طفیل قلب قلب کے بھی اشارے کھلے ہیں۔



بنعمة ربك فحدث“ رمزے ازاں مزید و اشارتے ازاں تدقیق

رمز اور اس تدقیق سے ایک اشارہ ظاہر کرتا ہوں اور اسی (اللہ) سبحانہ

سی نماید۔ ومنہ سبحانہ العصمة والتوفیق۔ بدانکہ قلبِ قلب

سے عصمت اور توفیق کا خواستگار ہوں۔ جاننا چاہئے کہ قلب کا قلب بھی

نیز متضمن لطائف است بر قیاس قلب۔

لطائف کو شامل ہے قلب پر قیاس کرتے ہوئے۔

لیکن در قلبِ قلب بواسطہ تنگی دائرہ یا سردیگر دو

لیکن قلب کے قلب میں دائرہ کی تنگی کے واسطہ سے یا کسی اور راز کی وجہ سے مذکورہ

لطیفہ از لطائف ستہ مذکورہ بطریق جزئیة ظاہر نمی

چھ لطائف میں سے دو لطیفے جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔ وہ لطیفہ نفس

شوند۔ لطیفہ نفس و لطیفہ اخفی۔ وَكَذَٰلِكَ الْحَالُ فِي الْقَلْبِ

اور لطیفہ اخفی (ہیں) کہ یہی حال ہے اس قلب میں جو تیسرے مرتبے میں

الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الثَّلَاثَةِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ فِيهِ الْخَفِيُّ أَيْضًا

ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا اس میں (لطیفہ) خفی بھی ۱۲

## قلبِ قلب میں دو لطائف کا عدم شہود

۱۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح عارف کے

قلب میں چھ لطائف ہوتے ہیں، ایسے ہی قلبِ قلب بھی انہی چھ لطائف کو متضمن ہوتا

ہے لیکن قلبِ قلب میں تنگی دائرہ کے واسطہ سے یا کسی اور وجہ سے ان چھ لطائف (قلب،



روح، سر، خفی، انخی اور نفس) میں سے دو لطائف جزوی طور پر ظاہر نہیں ہوتے گو موجود ہوتے ہیں لیکن عدم ظہور کی وجہ سے ان کا شہود نہیں ہوتا، وہ دو لطائف نفس اور انخی ہیں۔  
 لطیفہ نفس عالم خلق کا آخری لطیفہ ہے اور لطیفہ انخی عالم امر کا آخری لطیفہ ہے۔  
 لطیفہ نفس کے مقام میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے جس طرح فقہاء کا اختلاف فقہی اجتہادی ہوتا ہے ایسے ہی صوفیاء کا اختلاف بھی کشفی، روحانی و اجتہادی ہوتا ہے۔

### لطیفہ نفس اور لطیفہ انخی کے مقامات میں اختلاف

بعض صوفیاء کے نزدیک لطیفہ نفس کا مقام متصل زیناف ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے۔ آپ ان دونوں اقوال میں تطبیق ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفیاء کو کشف میں تھوڑا سا التباس ہو گیا ہے۔ انہیں کشف حقائق مکمل طور پر حاصل نہیں ہوا کہ کچھ تو عیاں ہو گیا اور کچھ آنکھوں سے اوجھل رہا۔ دراصل نفس امر واقعہ میں ایک شکل رکھتا ہے جو انسانی جسم کے اندر ہوتی ہے فلہذا لطیفہ نفس کا سروسط پیشانی میں ہے اور اس کے قدم متصل زیناف ہیں۔

چونکہ طریقت نقشبندیہ مجددیہ کے امام حضرت امام ربانی کی تجدید و تحقیق کے مطابق لطیفہ نفس وسط پیشانی میں ہے، اس لئے حضرات مجددیہ کے نزدیک لطیفہ نفس کا مقام وسط پیشانی ہی ہے فلہذا جب وہ لطیفہ نفس پر ذکر کرتے ہیں تو وسط پیشانی میں ہی کرتے ہیں۔

لطیفہ انخی کے متعلق بھی صوفیائے کرام کا اختلاف ہے بعض صوفیاء کے نزدیک لطیفہ انخی تالو میں ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی کے نزدیک لطیفہ انخی کا مقام وسط سینہ میں ذرا اوپر کی جانب ہے۔

۱۲ آپ فرماتے ہیں کہ قلب قلب کے تیسرے مرتبہ میں لطیفہ نفس اور لطیفہ انخی کے ساتھ لطیفہ خفی بھی ظاہر نہیں ہوتا۔



وَ كَذَٰلِكَ هِيَ فِي الْقَلْبِ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ إِلَّا أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ فِيهِ

اور یہی حال ہے اس قلب میں جو چوتھے مرتبہ میں ہے مگر ظاہر نہیں ہوتا اس میں (لطیفہ)

السِّرُّ أَيْضًا مَعَ ظُهُورِ الْقَلْبِ وَالرُّوحِ فِيهِ وَفِي الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ لَا

سر بھی باوجودیکہ (لطیفہ) قلب اور (لطیفہ) روح اکمیں ظاہر (ہوتے ہیں) ۱۳

يَظْهَرُ الرُّوحُ فِيهِ أَيْضًا فَمَا بَقِيَ إِلَّا قَلْبٌ مَحْضٌ وَبَسِيطٌ صِرْفٌ لَا

اور پانچویں مرتبہ میں (لطیفہ) روح بھی ظاہر نہیں ہوتا پس قلب محض ہی باقی رہ

إِعْتِبَارَ فِيهِ لِشَيْءٍ أَصْلًا.

جاتا ہے جو بسیط صرف ہے جس میں کسی شئی کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں ۱۴

۱۳ قلب قلب کے چوتھے مرتبے میں لطیفہ سر بھی ظاہر نہیں ہوتا صرف دو لطائف

قلب اور روح ہی ظاہر ہوتے ہیں۔

## قلب محض ہر قسم کے اعتبارات سے پاک ہے

۱۴ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ قلب قلب کے پانچویں

مرتبہ میں لطیفہ روح بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ نتیجتاً قلب محض اور بسیط صرف ہی رہ جاتا ہے۔

بالآخر قلب قلب میں ہر لطیفہ پوشیدہ ہو جاتا ہے گو قلب میں یافت ہوتی ہے اور لطائف

کا ظہور بھی ہوتا ہے مگر قلب قلب چونکہ باطن کا باطن ہے اسلئے اس میں ہر شے پوشیدہ

ہوتی رہی، یہاں تک کہ قلب قلب میں تمام لطائف بھی آہستہ آہستہ گم ہو گئے بالآخر

صرف قلب قلب ہی باقی رہا جو قلب محض اور بسیط صرف ہے۔ جس میں الوان،

انوار، جہات، اطراف و اکناف ہر قسم کے اعتبارات اٹھ جاتے ہیں۔



وَمِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يُعْلَمَ هَهُنَا مِنْ بَعْضِ الْمَعَارِفِ الْعَالِيَةِ لِيَتَوَسَّلَ بِهِ إِلَى مَا هُوَ  
 اور ان (باتوں) میں سے مناسب ہے کہ یہاں جانا جائے ان بعض بلند معارف کو تاکہ  
 نَهَايَةُ النَّهَائِيَةِ وَغَايَةُ الْغَايَةِ فَأَقُولُ بِتَوْفِيقِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ إِنَّ جَمِيعَ مَا ظَهَرَ  
 انکے تو سل سے رسائی نصیب ہونہایت النہایت اور غایت الغایت تک پس میں اللہ سبحانہ کی  
 فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلًا فَهُوَ ظَاهِرٌ فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ اجْمَالًا.  
 توفیق سے کہتا ہوں کہ وہ تمام جو ظاہر ہے عالم کبیر میں تفصیلی طور پر وہ ظاہر ہے عالم صغیر میں  
 وَنَعْنِي بِالْعَالَمِ الصَّغِيرِ الْإِنْسَانَ فَإِذَا صُقِلَ الْعَالَمُ الصَّغِيرُ وَنَوَّرَ ظَهَرَ فِيهِ  
 اجمالا اور ہماری مراد عالم صغیر سے انسان ہے ۱۵ پس جب عالم صغیر کا رنگ دور کر دیا جاتا ہے  
 بِطَرِيقِ الْمُرَاتِيَةِ جَمِيعُ مَا فِي الْعَالَمِ الْكَبِيرِ تَفْصِيلًا لِأَنَّهُ بِالصِّقَالَةِ  
 اور اسے منور کر دیا جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بطریق آئینہ وہ سب کچھ جو عالم کبیر  
 وَالتَّنْوِيرِ قَدْ اتَّسَعَ وَعَاءُ هَذَا فَزَالَ حُكْمُ صِغَرِهِ وَكَذَلِكَ الْحَالُ فِي الْقَلْبِ  
 میں تفصیلاً تھا کیونکہ صقالت اور تنویر کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو گیا ہے پس اس

انسان خلاصہ کائنات ہے

۱۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز قلب محض کے مقام پر حاصل ہونے  
 والے بعض علوم و معارف کو بیان فرما رہے ہیں تاکہ ان معارف کے تو سل کی بدولت  
 سالک نہایت النہایت اور غایت الغایت تک رسائی حاصل کر لے۔

معارف کی تفصیلات بیان کرنے سے قبل چند اصطلاحات پیش خدمت ہیں۔

عالم کبیر ..... کائنات کو کہا جاتا ہے۔



عالم صغیر..... انسان کو کہا جاتا ہے۔

عالم اصغر..... انسانی قلب کو کہا جاتا ہے۔

انسان کو عالم صغیر اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ مجموعہ کائنات ہے۔ چودہ طبق کی کائنات کے جملہ عناصر، معدنیات و نمکیات، عرش و فرش وغیرہا کو اللہ تعالیٰ نے کمال قدرت و حکمت کے ساتھ اجمالی طور پر انسان میں درج فرما دیا ہے جیسا کہ تجربہ گاہوں میں تحقیقات ہو چکی ہیں کہ انسان میں پروٹین، نمکیات (کیلشیم، سوڈیم، پوٹاشیم وغیرہا) اور معدنیات (فولاد، سونا وغیرہا) ہیں اور انہی کی کمی و بیشی انسانی صحت کو متاثر کرتی ہے۔

غرضیکہ کائنات میں جو کچھ تفصیلی طور پر پایا جاتا ہے وہ سب کچھ تنہا جسم انسانی میں اجمالی طور پر پایا جاتا ہے۔ جیسے گٹھلی کے اندر درخت اجمالی طور پر موجود ہوتا ہے اور اس کی تفصیل تناور درخت ہوتا ہے گویا گٹھلی اجمال ہے اور درخت تفصیل ہے۔



الَّذِي نِسْبَتُهُ مَعَ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ كِنِسْبَةِ الْعَالَمِ الصَّغِيرِ مَعَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ  
 کے چھوٹا ہونے کا حکم زائل ہو گیا ہے ۱۶ اور یہی حال ہے اس قلب میں کہ جس کی نسبت  
 مِنَ الْإِجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ۔

عالم صغیر کے ساتھ ہے جیسی نسبت عالم صغیر کو عالم کبیر کے ساتھ ہے اجمالاً اور تفصیلاً۔

۱۶ ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، توجہات قدسیہ، سنت و شریعت کی متابعت سے  
 سالک کی بشری کمزوریاں، ثقالتیں اور کشافتیں دور ہو جاتی ہیں۔ جسم انسانی کے صیقل  
 ہونے کی وجہ سے اس کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ جسم میں لطافت اور نورانیت آ جاتی ہے۔  
 بلکہ بعض اوقات غلبہ نورانیت کی بدولت عارف کا سایہ بھی گم ہو جاتا ہے۔ حضرت  
 مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا:

چو فنا در فقر پیرایہ شود  
 او محمد وار بے سایہ شود

تصفیہ کے بعد انسانی جسم آئینہ بن جاتا ہے

شریعت مطہرہ اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات اور توجہات شیخ کی  
 برکت سے جب طالب و سالک کا جسم صیقل اور منور ہو جاتا ہے تو آئینے کی مانند جسم  
 انسانی میں کائنات کے سارے پر تو اور عکس نظر آتے ہیں۔ یوں سالک کو اشیائے  
 کائنات کے مشاہدہ کیلئے باہر نہیں دیکھنا پڑتا بلکہ وہ جملہ کائنات کو اپنے اندر ہی مشاہدہ  
 کرتا ہے۔

چودہ طبق دے دے اندر تنبو وانگوں تانے ہو  
 وچے بیڑے وچے چیڑے وچے ونج مہانے ہو



فَإِذَا صُقِلَ الْعَالَمُ الْأَصْغَرُ الَّذِي هُوَ عَالَمُ الْقَلْبِ وَذُسَّتْ الظُّلْمَةُ الطَّارِيَةُ

پس جب عالم اصغر کا رنگ دور کر دیا جاتا ہے وہی عالم قلب ہے اور دور کر دی جاتی ہے

عَلَيْهِ ظَهَرَ فِيهِ بِطَرِيقِ الْمِرْآتِيَةِ أَيْضاً مَا فِي الْعَالَمِ الصَّغِيرِ تَفْصِيلاً.

ظلمت اس پر چھائی ہوئی ظاہر ہو جاتا ہے اس میں بھی آئینہ کی طرح وہ کچھ جو عالم صغیر

وَهَكَذَا الْحَالُ فِي قَلْبِ الْقَلْبِ بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْقَلْبِ مِنَ الْأَجْمَالِ

میں ہے تفصیلی طور پر کچھ اور یہی حال قلب قلب میں ہے کہ جو نسبت قلب کی ہے

وَالْتَفْصِيلِ وَظُهُورِ التَّفْصِيلِ فِيهِ بَعْدَ أَنْ كَانَ مُجْمَلاً

اجمالاً اور تفصیلاً اور تفصیل ظاہر ہو جاتی ہے اس میں بعد اس کے کہ وہ مجمل ہو گیا۔

جب سالک کے جسم میں صقالت، نورانیت اور مرآتیت آ جاتی ہے تو اس کا ظرف اس نورانیت و صقالت کی وجہ سے بہت وسیع ہو جاتا ہے اور اس سے صغریت (چھوٹے پن) کا حکم زائل ہو جاتا ہے۔

کے جو نسبت اجمال و تفصیل کی جسم انسانی کو کائنات کے ساتھ ہو جاتی ہے وہی نسبت قلب سالک کو جسم انسانی کے ساتھ اجمال و تفصیل کے لحاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ یعنی جو چیز عالم کبیر (کائنات) میں تفصیلاً ہے وہ عالم صغیر (انسان) میں اجمالاً ہے۔ اسی طرح جو شے عالم صغیر (انسان) میں تفصیلاً ہے وہ عالم اصغر (قلب) میں بطور اجمال ظاہر ہوتی ہے اور تصوف میں قلب کو عالم اصغر کہتے ہیں۔

جب سالک کے قلب پر سے گناہوں کی ظلمت چھٹ جاتی اور تعلقات دنیا کی کثافت ہٹ جاتی ہے تو آئینہ کی مانند قلب عارف میں ہر اس چیز کا ظہور شروع جاتا ہے جو تفصیلی طور پر جسم انسانی میں موجود ہوتی ہے۔



بِسَبَبِ التَّصْفِيَةِ وَالنُّورَانِيَّةِ وَعَلَى هَذَا الْقِيَاسِ الْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ  
 تصفيه اور نورانیت کے سبب سے ۱۸ اور اسی پر قیاس ہے وہ قلب جو تیسرے مرتبہ میں  
 الثَّالِثَةِ وَالْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الرَّابِعَةِ فِي الْإِجْمَالِ وَالتَّفْصِيلِ وَظُهُورِ  
 ہے ۱۹ اور وہ قلب جو چوتھے مرتبہ میں ہے اجمال اور تفصیل میں اور تفصیل کا ظہور جو  
 التَّفْصِيلِ الَّذِي فِي الْمَرَاتِبِ السَّابِقَةِ فِيهِمَا بِسَبَبِ الصِّقَالَةِ وَالنُّورَانِيَّةِ  
 سابقہ مرتبوں میں تھا ان دونوں (مرتبوں) میں بھی ہوتا ہے صقالت اور نورانیت کی وجہ سے ۲۰

۱۸ جس طرح عالم کبیر (کائنات) کا تعلق عالم صغیر (انسان) کے ساتھ بطور اجمال  
 و تفصیل ہے۔ یونہی عالم صغیر (انسان) کا تعلق عالم اصغر (قلب) کے ساتھ بطور اجمال  
 و تفصیل ہے۔ اسی طرح جو کچھ قلب میں تفصیلاً ظاہر ہوتا ہے وہ اجمالاً قلبِ قلب میں  
 ظاہر ہو جاتا ہے لیکن اس اجمال میں تصفیہ اور نورانیت کی وجہ سے تفصیل ظاہر ہو جاتی  
 ہے۔

۱۹ اسی طرح قلبِ قلب کے تیسرے مرتبے میں یہ ظہور بطور اجمال و تفصیل ہوتا  
 ہے یعنی قلبِ قلب کے دوسرے مرتبہ میں جو بطور تفصیل ظاہر ہوا وہ تیسرے مرتبے میں  
 بطور اجمال ظہور پذیر ہوا لیکن اس اجمال میں بھی تصفیہ اور نورانیت کی وجہ سے تفصیل  
 ظاہر ہوتی ہے۔

۲۰ اسی طرح قلبِ قلب کے چوتھے مرتبہ میں یہ ظہور بطور اجمال و تفصیل ہوتا ہے  
 یعنی قلبِ قلب کے تیسرے مرتبہ میں جو کچھ بطور تفصیل ظاہر ہوا، وہ چوتھے مرتبہ میں  
 بطور اجمال ظہور پذیر ہوتا ہے مگر تصفیہ و نورانیت کی وجہ سے اجمال میں بھی تفصیل ظاہر  
 ہو جاتی ہے۔



وَكَذَٰلِكَ الْقَلْبُ الَّذِي فِي الْمَرْتَبَةِ الْخَامِسَةِ فَإِنَّهُ مَعَ بَسَاطَتِهِ وَ عَدَمِ  
 اور ایسے ہی وہ قلب جو پانچویں مرتبہ میں ہے پس بلاشبہ وہ بھی اپنے بسیط ہونے  
 اِعْتِبَارِ شَيْءٍ فِيهِ يَظْهَرُ فِيهِ بَعْدَ التَّصْفِيَةِ الْكَامِلَةِ مَا ظَهَرَ فِي جَمِيعِ  
 اور کسی شے کا اعتبار اس میں نہ ہونے کے باوجود ظاہر ہو جاتا ہے اس میں  
 الْعَوَالِمِ مِنَ الْعَالَمِ الْكَبِيرِ وَالصَّغِيرِ وَالْأَصْغَرِ وَمَا بَعْدَهَا مِنَ الْعَوَالِمِ  
 کامل تصفیہ کے بعد جو ظاہر ہوا ہے تمام جہانوں میں یعنی عالم کبیر، عالم صغیر، عالم اصغر اور  
 كَمَا مَرَّ فَهُوَ الضِّيقُ الْأَوْسَعُ وَالْبَسِيطُ الْأَبْسَطُ وَالْأَقْلُ الْأَكْثَرُ  
 اسکے بعد کے عالموں میں ۲۱ جیسا کہ گذر چکا ہے پس وہ (قلب قلب) تنگ ہے لیکن  
 سب سے زیادہ فراخ ہے اور ایسا بسیط ہے جو بسیط ترین ہے اور اقل ہو کر بھی اکثر ہے

۲۱ جب قلب قلب پانچویں مرتبہ میں پہنچتا ہے تو بسیط اور صرف محض ہونے کے  
 باوجود اور تصفیہ کاملہ کے بعد اس میں وہ سب کچھ ظاہر ہو جاتا ہے جو عالم کبیر، عالم  
 صغیر اور عالم اصغر میں ظاہر ہوا تھا بلکہ ان کے علاوہ جتنے بھی عالم ہیں ان کا بھی یہی  
 معاملہ ہے۔

آج تک مشائخ طریقت میں سے کسی نے بھی قلب کے ان مراتب عالیہ کے  
 متعلق گفتگو نہیں فرمائی۔ دنیائے تصوف کی کسی کتاب میں یہ علوم و معارف نہیں ملیں  
 گے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ یہ علوم و معارف اور  
 اسرار و دقائق آپ کے آئینہ قلب پر وارد ہوئے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے عالمین کے  
 متعلق متعدد اقوال بیان فرمائے ہیں۔ بعض نے اٹھارہ ہزار عالم بتائے ہیں جسے ہشت



ہزار عالم کہا جاتا ہے..... بعض نے ۶۳ ہزار جہانوں کا قول کیا ہے..... بعض نے اس سے زیادہ عالم بتائے ہیں۔ آیت کریمہ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (المدثر ۷۴: ۳۱) کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے جہان ہیں۔ کیونکہ تخلیق کائنات اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تجلیات سے مربوط ہے۔ کُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمن ۵۵: ۲۹) کے مطابق نہ جانے ہر تجلی سے کتنے جہاں تخلیق ہوتے ہیں؟ اس لئے یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے کیا ہو چکا، کیا ہو رہا ہے اور کیا ہوگا؟



وَمَا خَلِقَ شَيْءًا مِّنَ الْأَشْيَاءِ بِهَذِهِ الصِّفَةِ وَمَا وَجِدَ أَحَدًا أَشَدَّ مُنَاسَبَةً  
 اور نہیں تخلیق کی گئی کوئی چیز اشیاء میں سے اس صفت پر اور نہیں پائی جاتی  
 بِصَانِعِهِ تَعَالَى وَتَقَدَّسَ مِنْ هَذِهِ اللَّطِيفَةِ الْبَدِيعَةِ فَلَا جَرَمَ يَظْهَرُ فِيهِ  
 کسی کی اتنی زیادہ مناسبت صانع (خالق) تعالیٰ و تقدس کے ساتھ اس عجیب و غریب  
 مِنْ عَجَائِبِ آيَاتِ صَانِعِهِ سُبْحَانَهُ مَا لَا يُظْهَرُ فِي أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهِ  
 لطیفہ سے پس لامحالہ ظاہر ہوتی ہیں اس میں صانع سبحانہ کی وہ عجیب نشانیاں جو ظاہر نہیں  
 ہوتیں کسی مخلوق میں۔ ۲۲

قلبِ قلب ہی تجلیات الہیہ کی گنجائش رکھتا ہے

۲۲ غرضیکہ قلبِ قلب اپنے تنگی دائرہ کے باوجود سب سے وسیع ہے۔ اجزاء سے بالا  
 ہو کر بھی ابط ہے، اقل ہو کر بھی اکثر ہے۔ مختصر یہ کہ جملہ ممکنات و کائنات میں اس  
 صفت پر کوئی مخلوق بھی پیدا نہیں کی گئی جس صفت پر قلب پیدا کیا گیا ہے۔

مخلوق کی خالق کے ساتھ سوائے خالقیت اور مخلوقیت کے کوئی مناسبت نہیں۔  
 لیکن اگر کائنات میں سب سے زیادہ کسی مخلوق کو اللہ کے ساتھ مناسبت ہے تو وہ قلب  
 ہے۔ مخلوق میں کوئی شے صانع (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ اتنی شدید مناسبت نہیں رکھتی  
 جتنی مناسبت اس عجیب و غریب لطیفہ (قلب) کو حاصل ہے۔

چونکہ قلبِ عجیب و غریب لطیفہ ہے اس لئے اس میں اللہ تعالیٰ کی ان عجیب  
 قدرتوں کا ظہور ہوتا ہے جو مخلوق میں سے کسی چیز میں بھی ظاہر نہیں ہوتیں۔ اس لطیفہ میں  
 اس قدر وسعت ہے جتنی چودہ طبق کی کائنات میں بھی نہیں جو ظہور اس قلب میں ہوتا  
 ہے اللہ کی مخلوق میں سے کسی شے میں اتنا ظہور نہیں ہوتا۔ الغرض قلب میں حق تعالیٰ کے



وَلِذَا قَالَ تَعَالَى فِي الْحَدِيثِ لَا يَسْعُنِي أَرْضِي وَلَا سَمَائِي وَلَكِنْ  
 اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حدیث میں ارشاد فرمایا میری گنجائش نہیں رکھتی میری زمین نہ آسمان  
 يَسْعُنِي قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ . وَالْعَالَمُ الْكَبِيرُ وَإِنْ كَانَ أَوْسَعَ الْمَرَايَا  
 لیکن میری گنجائش میرے بندہ مومن کا دل رکھتا ہے ۲۳ اور عالم کبیرا اگرچہ ظہور کیلئے تمام

لِلظُّهُورِ إِلَّا أَنَّهُ لِكَثْرَتِهِ وَتَفْصِيلِهِ

آئینوں سے زیادہ وسیع ہے مگر اپنی کثرت اور اپنی تفصیل کی وجہ سے اسے (عالم کبیر) کوئی

اسماء و صفات کا ظہور ہوتا ہے، اس کے شیونات و اعتبارات کا ظہور ہوتا ہے، تجلی ذات کا  
 ظہور ہوتا ہے۔

۲۳ اسی لئے حدیث قدسی ہے کہ زمین و آسمان میری گنجائش نہیں رکھتے میری  
 گنجائش فقط بندہ مومن کا قلب رکھتا ہے (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ جزء اول: ۱۴۷) یعنی  
 اللہ فرماتا ہے کہ آسمان و زمین کی وسعتیں میرے جلوؤں کی گنجائش نہیں رکھتیں۔ کائنات  
 و ممکنات میری تجلیات کے آئینے بننے کی پوری صلاحیت نہیں رکھتی۔ میرے جلوؤں کے  
 تحمل اور برداشت کرنے کی طاقت و صلاحیت فقط بندہ مومن کا دل ہی رکھتا ہے۔

مضغہ گوشت لطیفہ قلب نہیں

صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مضغہ گوشت (دل) جو ہمارے سینے میں  
 ہے، یہ لطیفہ قلب نہیں یہ تو گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا ہے۔ اس میں اتنی وسعت کہاں بلکہ یہ  
 تو اس قلب نوری کے آشیانے کی مانند ہے لہذا قلب نوری ہی تجلیات الہیہ کا آئینہ بننے  
 کی صلاحیت رکھتا ہے بقول شاعر



دو جہاں کی وسعتیں کہاں تجھ کو پا سکیں  
اک میرا ہی دل ہے جہاں تو سما سکے

## اقسام قلب

اہل طریقت نے قلب کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں  
قلب صنوبری اور قلب نوری

## قلب صنوبری

صنوبر کے پھل کی مانند مائل بہ بیضویت ہے جو انسان کے سینے میں بائیں طرف  
الثالثکا ہوتا ہے۔ اسلئے دل کی ظاہری ہیئت کی وجہ سے اسے قلب صنوبری کہا جاتا ہے۔  
اسے مضغہ گوشت بھی کہتے ہیں۔

## قلب نوری

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک قلب صنوبری کے متصل نیچے دو  
انگلیوں کے وسط میں مائل بہ پہلو ایک محل نور ہے جسے قلب نوری کہا جاتا ہے۔  
حدیث نبوی الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۷۷۳) کے  
مطابق ہم بشکل نور عالم ارواح میں رہتے تھے۔ عالم ارواح کا وہ نور جو اس جہان میں  
ہمارے لئے قلب کا کام کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اس نور  
کا تعلق جسم انسانی میں مضغہ گوشت کے ساتھ قائم کر دیا، اسی محل نور کا نام لطیفہ قلب ہے۔

صفائے قلب شیخ کی توجہات پر موقوف ہے

شیطانی تصرفات اور قلب صنوبری کی مجاورت کی وجہ سے قلب نوری پر بھی



کثافتیں چھا جاتی ہیں۔ اب کوئی ایسا مرد کامل چاہئے جو نفی اثبات کے پانی اور توجہات کے صابن سے دھو بی کی مانند ان آلائشوں اور کثافتوں کو دھوئے اور قلب نوری کو صاف شفاف، مصفی و مزنگی کر کے اس کا تعلق دوبارہ عالم بالا کے ساتھ قائم کر دے۔ اسی تصفیہ و تزکیہ کرنے والی شخصیت کو شیخ کامل مکمل کہا جاتا ہے۔ ایسا شیخ جب کسی سالک کے قلب کا تصفیہ کر دیتا ہے تو اہل دل کہتے ہیں کہ اس سالک کا لطیفہ قلب روشن ہو گیا ہے۔

اس سعادت کے حصول کے لئے دو چیزیں شرط ہیں۔ ایک مرید و سالک و طالب کی محنت اور اس سے بھی بڑھ کر محض اللہ تعالیٰ کا فضل، اگر اللہ تعالیٰ کا فضل کسی طالب کے شامل حال ہو جائے تو اس کے عالم باطن کے لطائف اور جواہر چمک جاتے ہیں، اس چمک اور روشنی سے آگے عجیب معاملہ ہے جو زبان و بیان اور تحریر و تقریر سے بالا ہے۔



لَا مُنَاسَبَةَ لَهُ مَعَ مَنْ لَا كَثْرَةَ فِيهِ أَصْلًا وَلَا تَفْصِيلَ فِيهِ رَأْسًا وَالْحَرِيُّ لِلْمُنَاسَبَةِ  
 مناسبت نہیں اس ذات (اللہ) کے ساتھ جس میں قطعاً نہ کثرت ہے اور نہ تفصیل  
 هُوَ الضِّيقُ الْأَوْسَعُ وَالْبَسِيطُ الْأَبْسَطُ وَالْأَقْلُ الْأَكْثَرُ كَمَا لَا يَخْفَى فَإِذَا بَلَغَ  
 ہے ذرہ بھر ۲۴ اور جو ذات کی مناسبت کے لائق ہے وہ تنگ (لیکن) بہت وسیع ہے  
 الْعَارِفُ الْأَتَمُّ مَعْرِفَةً وَالْأَكْمَلُ شُهُودًا هَذَا الْمَقَامُ الْعَزِيزُ وَجُودُهُ وَالشَّرِيفُ  
 بسیط ہے (لیکن) ابط اقل ہے (لیکن) اکثر ۲۵ جیسا کہ مخفی نہیں۔ پس جب عارف  
 اتم معرفت اور اکمل شہود تک پہنچ جائے۔ اس مقام کا وجود عزیز ہے اور اس کا رتبہ شریف ہے

۲۴ آپ فرماتے ہیں اگرچہ عالم کبیر (کائنات) اپنی کثرت و تفصیل کے پیش نظر  
 مرتبہ ظہور میں تمام آئینوں سے زیادہ وسیع ہے۔ مگر اس تمام تر کثرت اور تفصیلات کے  
 باوجود کائنات کو ذات حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ قطعاً مناسبت نہیں۔ کیونکہ ذات حق  
 تعالیٰ ہر قسم کی کثرت اور تفصیلات سے کلیتہً پاک ہے۔ وہاں تو وحدت مطلقہ اور احدیت  
 مجردہ ہے وہ ذات حق ہر قسم کی ترکیب و تبعیض، تجزی و تقسیم، تعدد و تحدید اور تکثر سے وراء  
 الوراء ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالك علواً كبيراً

ذات حق تعالیٰ کے لئے کثرت بھی عیب ہے اور تفصیل بھی عیب، تو اس عالم کبیر  
 (کائنات) میں جتنی کثرت اور تفصیل ہے اتنی ہی اس ذات واحد کے ساتھ کائنات کی  
 مناسبت کم ہوتی گئی حتیٰ کہ مناسبت کا شائبہ بھی نہ رہا۔ کائنات میں جتنی کثرت ہوتی گئی  
 اس کی اللہ سبحانہ کے ساتھ مناسبت ختم ہوتی گئی بلکہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
 مناسبت کا کوئی تصور بھی نہیں۔

۲۵ یہاں حضرت امام ربانی فرما رہے ہیں:



چونکہ حق تعالیٰ ابط البساط اور احد الا حاد ہے اس لئے اس کے ساتھ اسی قلب کو مناسبت ہوگی جو تنگ، بسیط اور اقل ہو کر بھی سب سے زیادہ وسعت والا، سب سے زیادہ پھیلاؤ والا اور اکثر ہو، لہذا جو نسبت قلب اور قلب کو ذات حق سبحانہ کے ساتھ ہے وہ عالم کبیر (کائنات) کو نہیں۔

### حضرت ابن عربی کا نظریہ کثرت و وحدت

حضرت ابن العربی قدس سرہ کے نزدیک کثرت، عین وحدت ہے اور وحدت، عین کثرت ہے۔ وحدت اور کثرت میں کوئی تمایز اور نقیض نہیں۔ پس جب کائنات کٹی تو وحدت ہوگئی اور جب پھیلی تو کثرت ہوگئی۔ جس طرح کہ کیمیائی عمل سے پانی کو برف بنایا جاتا ہے اور جب برف کو پگھلایا جائے تو پانی بن جاتی ہے بس برف پانی ہے اور پانی برف ہے، ایسے ہی وحدت، کثرت ہے اور کثرت، وحدت ہے..... ذات، ممکنات ہے اور ممکنات، ذات ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ذات و کائنات کی عینیت کا قول کرنے اور اس کے لئے تنزلات اور تعینات کا اثبات کرنے والے صوفیاء مغلوب الحال اور معذور ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اس معرفت (توحید و جودی) سے اوپر دوسری معرفت (توحید شہودی) ہے جس پر پہنچ کر ذات کے لئے تنزلات و تعینات کا قول بھی طبیعت پر گراں محسوس ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تنزلات اور تعینات سے پاک ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً لہذا بیچ اور درخت، برف اور پانی جیسی مثالیں حق تعالیٰ کے شایاں شان نہیں ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ لیسَ کَمِثْلِهِ شَيْءٌ (الشوریٰ ۱۱:۴۲) سے واضح ہے۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ این توحید از



رُتْبَةً يَصِيرُ ذَالِكَ الْعَارِفُ قَلْبًا لِلْعَوَالِمِ كُلِّهَا وَالظُّهُورَاتِ جَمِيعِهَا وَهُوَ

وہ عارف ہو جاتا ہے (بذات خود) قلب تمام جہانوں کا اور ان کے تمام ظہورات کا ۲۶

الْمُتَحَقِّقَ بِالْوَلَايَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالْمُشْرِفَ بِالذُّعْوَاتِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَي

اور وہ (عارف) ولایت محمدیہ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ

صَاحِبِهَا الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ وَالتَّحِيَّةِ

والسلام والتحية سے مشرف ہو جاتا ہے۔

فَالَا قَطَابُ وَالْأَوْتَادُ وَالْأَبْدَالُ دَاخِلُونَ تَحْتَ دَائِرَةِ وِلَايَتِهِ وَالْأَفْرَادُ

پس اقطاب، اوتاد اور ابدال داخل ہوتے ہیں اس کی ولایت کے دائرہ کے تحت، اور افراد،

وَالْأَحَادُ وَسَائِرُ فِرْقِ الْأَوْلِيَاءِ مُنْدَرِجُونَ تَحْتَ أَنْوَارِ هِدَايَتِهِ لِمَا هُوَ

احاد اور اولیاء کے جملہ گروہ درج ہوتے ہیں اس کی ہدایت کے انوار کے تحت کیونکہ وہ قائم

النَّائِبُ مَنَابِ رَسُولِ اللَّهِ وَالْمَهْدِيُّ بِهَدْيِ حَبِيبِ اللَّهِ .

مقام ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کا اور ہدایت یافتہ ہوتا ہے اللہ کے حبیب ﷺ کی ہدایت سے ۲۸

شعبده هائے غلبه محبت است (مکاتیب شریفہ مکتوب: ۱۱۰) یعنی وحدت

الوجود غلبہء محبت کے شعبدے ہیں۔

۲۶ آپ فرماتے ہیں یہ مقام جو نہایت عزیز الوجود اور اشرف ترین مرتبہ ہے جب

کوئی عارف اتم معرفت اور اکمل شہود کے اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ عارف بذات خود

تمام عالمین کا قلب بن جاتا ہے۔ وہ تمام عالمین کے مظاہر ہوں یا تفصیلات قلب کی

طرح سب کو دیکھتا ہے ہر وقت ان پر نظر رکھتا ہے اور عالمین کی ہر شے اس پر ظاہر



ہو جاتی ہے۔

## ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات

۲۷ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ولایت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ولایت عامہ اور ولایت خاصہ، ولایت عامہ سے مراد مطلق ولایت ہے اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت ہے جس میں فنائے تام اور بقائے اکمل حاصل ہو جاتی ہے جو شخص اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوتا ہے اس کا بدن اطاعت حق سبحانہ میں مطیع ہو جاتا ہے، اسلام حقیقی کیلئے اس کا شرح صدر ہو جاتا ہے، نفس مطمئنہ ہو کر راضیہ مرضیہ کے مرتبہ پر فائز المرام ہو جاتا ہے۔ یہ ولایت عروج و نزول کے دونوں اطراف میں ولایت کے تمام مراتب سے ممتاز اور جدا ہے اور یہ ولایت کا انتہائی درجہ ہے۔

یاد رہے کہ صاحب ولایت محمدیہ، غیر محمدی المشرب سالک مجذوب کو تصرف فرما کر دائرہ ولایت محمدیہ میں داخل کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ کو ولایت موسوی علیہ السلام سے تمکین کر ولایت خاصہ محمدیہ کے دائرہ میں داخل فرما دیا تھا۔ (مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات مکتوب: ۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)

۲۸ اس قسم کا عارف جب ولایت محمدیہ سے متحقق اور دعوات مصطفویہ سے مشرف ہوتا ہے تو سارے اقطاب، اوتاد، ابدال، افراد، احاد اور اولیاء کے تمام گروہ اس کے دائرہ ولایت کے تحت ہو جاتے ہیں اور تمام اولیاء اسی عارف کامل کے انوار ہدایت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہوتا ہے اور بارگاہ رسالت مآب علی صاحبہا الصلوٰات سے اس کی برابر رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔



وَهَذِهِ النِّسْبَةُ الشَّرِيفَةُ الْعَزِيزُ وَجُودُهَا مَخْصُوصَةٌ بِأَحَدِ الْمُرَادِينَ

اور اس شریف اور نادر نسبت کا وجود مخصوص ہے مرادوں میں سے کسی ایک کے ساتھ

وَلَيْسَ لِلْمُرِيدِينَ مِنْ هَذَا الْكَمَالِ نَصِيبٌ. هَذَا هُوَ النِّهَايَةُ الْعُظْمَى

اور نہیں ہے مریدوں کے لئے اس کمال سے کچھ حصہ ۲۹ یہ بڑی نہایت اور آخری غایت

وَالْغَايَةُ الْقُصْوَى لَيْسَ فَوْقَهُ كَمَالٌ وَلَا أَكْرَمَ مِنْهُ نَوَالٌ

ہے نہیں اس سے بالا کوئی کمال اور نہ ہی اس سے زیادہ عزت والی کوئی عطا (مرتبہ)

لَوْ وُجِدَ بَعْدَ الْوَفِّ سَنَةٍ مِثْلُ هَذَا الْعَارِفِ لَا غُنْمَ وَيَسْرِي بَرَكَتُهُ

اگر پایا جائے ہزاروں سالوں کے بعد اس قسم کا عارف تو غنیمت ہے اور جاری

إِلَى مُدَّةٍ مَدِيدَةٍ وَاجَالٍ مُتَبَاعِدَةٍ وَهُوَ الَّذِي كَلَّمَهُ دَوَاءٌ وَنَظَرُهُ

رہتی ہے اس کی برکت مدت مدید اور عرصہ بعید تک یہ وہ (ہستی) ہے جس کا کلام

شِفَاءٌ وَحَضْرَتُ الْمَهْدِيِّ سَيُوجَدُ عَلَى هَذِهِ النِّسْبَةِ الشَّرِيفَةِ مِنْ

دواء ہے اور اس کی نظر شفا ہے ۳۰ اور حضرت امام مہدی عنقریب پائے

هَذِهِ الْأُمَّةِ الْخَيْرَةَ

جائیں گے اسی نسبت شریفہ پر اس نیکی والی امت میں۔ ۳۱

۲۹ اللہ تعالیٰ کے طالبوں کی دو قسمیں ہیں:

۱..... مرید ۲..... مراد

وہ ولی جو اللہ کا محبت ہو مرید کہلاتا ہے اور وہ ولی جو اللہ کا محبوب ہو مراد

کہلاتا ہے بالفاظ دیگر جو ولی، اللہ کی رضا چاہتے ہیں مرید کہلاتے ہیں اور وہ ولی جن



کی رضا اللہ چاہتا ہے مراد کہلاتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مذکورہ نسبت شریفہ نہایت ہی نادر و نایاب ہے اور یہ مرتبہ اللہ کے مراد اولیاء میں سے بھی کسی کسی کو ملتا ہے اور وہ اولیاء جو مریدین ہیں ان کو اس کمال سے ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ملتا۔ یاد رہے کہ یہاں مرید اور مراد سے شیخ طریقت کے عقیدت مند مراد نہیں بلکہ اللہ کے مرید اور مراد ہیں۔

۳۰ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات والتحیات وہ عظیم المرتبت مقام ہے جسے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نہایت عظیمی اور غایتِ قصویٰ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے اوپر ولایت کا کوئی مرتبہ نہیں۔

ولایت محمدیہ کا حامل عارف اگر صدیوں بعد ظہور پذیر ہو تو اس کا وجود مسعود تمام جہانوں کے لئے غنیمت ہوتا ہے کیونکہ اس کا کلام قلبی آفات کے لئے دوا اور اس کی نظر روحانی امراض کے لئے شفاء ہے۔

## الف سنة اور الوف سنة میں مطابقت

زیر نظر نسخہ کے الفاظ بعد الوف سنة (ہزاروں سال بعد) ہیں۔ جبکہ حضرت خواجہ محمد ہاشم جان رحمۃ اللہ علیہ کے فارسی نسخہ میں بعد الف سنہ کے لفظ ہیں۔ ہو سکتا ہے نقل و نقل میں غلطی ہو گئی ہو تاہم اگر الف سنة اور الوف سنة دونوں اقوال کے درمیان تطبیق دے لی جائے تو قریب الفہم مطابقت یہ ہے کہ گو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے یہاں اپنی ذات کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں فرمایا مگر ربط و ضبط عبارات اور مکتوبات شریفہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار سال بعد اس نسبت شریفہ کا کامل تر ظہور حضرت امام ربانی قدس



سرہ پر ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار سال بعد تجدید دین اور احیائے اسلام کا سہرا آپ کے ہی سر سجا، اسی لئے آپ کو مجد الف ثانی کہا جاتا ہے۔

اور اگر بعد الوف سنة لیا جائے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں سال بعد اس نسبت شریفہ کا کامل ترین ظہور قرب قیامت و ارث کمالات محمدیہ حامل نسبت صدیقہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ پر ہوگا۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

۳۱ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس امت میں یہ نسبت شریفہ اب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص ہے اور آپ ہی اس کے وارث ہوں گے۔ آپ کے ارشاد گرامی سے دو اشارے ملتے ہیں۔

اولاً..... حضرت امام مہدی کی نسبت نقشبندیہ ہوگی اور آپ اس نسبت کی تکمیل و تممیم فرمائیں گے۔

ثانیاً..... آپ کی ولایت، محمدیہ، ہدایت، مصطفویہ، دعوت، اکمل اور ارشاد، اتم ہوگا اور آپ چودہ طبق کی کائنات بلکہ تمام عالمین کا آئینہ ہوں گے۔ بلکہ قلب کائنات ہوں گے اور ساری کائنات کو فیض و برکت انہی کے وجود اقدس کی برکت سے جاری و ساری ہوگی۔



ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ. وَحُصُولُ هَذِهِ  
 يَهْدِيكَ اللَّهُ إِلَى مَا تَبْتَغِي وَرَبُّكَ يَهْدِيكَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ. فَضْلُ عَظِيمٍ هُوَ  
 الدَّوْلَةُ الْقُصْوَى مَنْوُطَةٌ بِاتِّمَامِ طَرِيقِي السُّلُوكِ وَالْجَذْبَةِ تَفْصِيلاً مَرْتَبَةً  
 بَعْدَ مَرْتَبَةٍ وَإِكْمَالَ مَقَامِ الْفَنَاءِ الْآتِمِّ وَالْبَقَاءِ الْأَكْمَلِ دَرَجَةً بَعْدَ دَرَجَةٍ  
 وَهَذَا لَا يَتَيَسَّرُ إِلَّا بِكَمَالِ مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَحَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
 عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ مِنْ الصَّلَوَاتِ أَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيمَاتِ أَكْمَلُهَا  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَنَا مِنْ مُتَابِعِيهِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے بنایا ہمیں ان کے تابع فرمانوں میں سے

۳۲ ولایت محمدیہ وہ دولت قصویٰ ہے جو سلوک و جذبہ کے راستوں کو علیحدہ علیحدہ  
 تفصیلاً و تدریجاً طے کرنے پر منحصر ہے۔ تبھی اس سالک پر ولایت محمدیہ کے علوم و  
 معارف عیاں ہوں گے اور وہی ان کا ادراک کر سکے گا۔ سلوک و جذبہ کو طے کرنا فنائے  
 اتم اور بقائے اکمل تک جانا متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰت و التسلیمات کے بغیر محال  
 ہے۔







ارزقنا ایاہا۔ بقول کے

ما برائے استقامت آدمیم

نے برائے کرامت آدمیم

(متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کے سات درجات کی اجمالاً تفصیلات

البینات شرح مکتوبات مکتوب: ۷۷ جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)۔

۳۴ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا

الصلوات کے عجیب و غریب علوم و معارف، اسرار و حقائق اور رموز و دقائق جو اس فقیر نے

بیان کئے ہیں اولیائے کبار میں سے بھی آج تک کسی نے بیان نہیں فرمائے بلکہ ان کی

طرف کسی نے اشارۃ و کنایۃ بھی نہیں فرمایا۔ والحمد لله علی ذالک

علوم و معارف حضرت امام ربانی کے ساتھ مختص ہیں

۳۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تحدیث نعمت کے طور پر فرما رہے ہیں

کہ ان اسرار و معارف کے ابواب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وا کیے ہیں اور یہ حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا صدقہ ہے، ان اسرار کے ظاہر کرنے میں میری مرضی اور

علوم مرتبت مطلوب نہیں بلکہ یہ فقیر ان کے افشاء و اظہار پر مامور ہے۔



اگر پادشہ بردر پیرزن بیاید تو امے خواجہ سبلیت مکن

اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آجائے تو تو اے خواجہ اسے ملامت نہ کر

لَيْسَ قَبُولُهُ تَعَالَى مُعَلَّلًا بِشَيْءٍ وَلَا مُسَبَّبًا بِسَبَبٍ يَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ

نہیں قبولیت اس (اللہ) تعالیٰ کی معلل کسی چیز کے ساتھ اور مسبب کسی سبب کے

وَيَحْكُمُ مَا يُرِيدُ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے اور حکم دیتا ہے جس کا ارادہ فرماتا ہے اور اللہ

مخصوص فرمالتا ہے اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ وَعَلَى جَمِيعِ

اور اللہ تعالیٰ درود بھیجے ہمارے سردار حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی آل پر اور سلامتیاں

الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَعَلَى عِبَادِهِ الصَّالِحِينَ

اور برکتیں ہوں تمام انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اس کے صالح بندوں پر اور

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور (حضرت) مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

پیروی کو لازم جانے۔



## مِنْهَا-۱۳

روح از عالمِ بے چونی است، پس لامکانیتِ او را  
 روح عالمِ بے کیف سے ہے پس اس کی لامکانیت  
 متحقق باشد۔ ہر چند بے چونی اونسبت بمرتبہ  
 متحقق ہو گئی اگرچہ اس کی بے کیفی مرتبہ وجوب تعالت و تقدست  
 وجوب تعالت و تقدست عینِ چون ست۔ و لامکانیت  
 کی نسبت عینِ کیف ہے اور اس کی لامکانیت لامکانی  
 او نظربہ لامکانی حقیقی جلّ سلطانہ عینِ مکانیت۔  
 حقیقی جلّ سلطانہ کے اعتبار سے عینِ مکانیت ہے۔

روح مکانی ہی ہے

۱۔ زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے  
 ہیں کہ روح، عالمِ بے چون سے ہونے کی وجہ سے لامکانی ہے مگر مرتبہ وجوب کے  
 اعتبار سے مکانی اور عینِ چون ہے یعنی روح واجب اور قدیم نہیں جیسا کہ بعض فلاسفہ  
 نے روح کے قدم کا قول کیا ہے۔



گویا عالم ارواح برزخ است در میان آن عالم و مرتبہ برے  
 گویا عالم ارواح برزخ ہے اس عالم اور مرتبہ بے کیف کے درمیان  
 چونی، پس ہر دو رنگ دارد۔ ناچار عالم چون اورا بیچون  
 پس (عالم ارواح) دونوں رنگ رکھتا ہے لامحالہ عالم کیف اس کو بے کیف جانتا ہے  
 میداند، و نظر بمرتبہ برے چونی عین چون ست، و این  
 اور مرتبہ بے کیفی کے اعتبار سے عین کیف ہے<sup>۲</sup> اور اس کو یہ نسبت برزخیت،  
 نسبت برزخیت اورا باعتبار فطرت اصلی اوست۔  
 اس کی فطرت اصلی کے اعتبار سے ہے<sup>۳</sup>

۲ عالم ارواح مرتبہ چوں (عالم امکان) اور مرتبہ بے چوں (واجب تعالیٰ) کے  
 درمیان برزخ ہے۔ برزخ اس درمیانی حجاب، واسطے اور رابطے کو کہا جاتا ہے جس کا تعلق  
 دونوں طرف قائم ہو۔ ایک طرف سے فیض لے اور دوسری طرف فیض دے۔ روح ایک  
 جہت سے لامکانی اور ایک جہت سے مکانی ہے۔ مرتبہ و جوب کے سامنے روح مکانی ہے  
 اور عالم امکان کی نسبت سے لامکانی ہے، لہذا یہ مکانیت اور لامکانیت دونوں رنگ رکھتی ہے۔

## سالک کا مشاہدہ روح

دوران سلوک سالک کی نظر جب عالم ارواح پر پڑتی ہے تو عالم ارواح کے مرتبہ  
 و جوب کے ساتھ محض صوری مناسبت کی وجہ سے سالک اسی عالم ارواح کو حق سمجھ کر اس  
 عالم کے مشاہدہ کو مشاہدہ حق جل سلطانہ تصور کر لیتا ہے اور اسی سے مخطوظ ولذت اندوز  
 ہوتا ہے۔ بعض مشائخ اسی مقام میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش  
 کرتے رہے اور جب انہیں اس مقام سے گزار دیا گیا تو پھر اس کی برائی کا انہیں علم



ہوا۔ (معارف لدنیہ معرفت: ۲۷)

غالباً اسی مشاہدہ روح کے مقام پر حضرت ابن عربی قدس سرہ العزیز نے بھی روح کے قدم کا قول کیا ہے یہاں یہ امر مستحضر رہے کہ یہ ان حضرات کا بیان حال ہے بیان عقیدہ نہیں اس لئے انہیں معذور جاننا چاہئے یقیناً وہ اس قسم کے مقامات سے آگے گذر گئے ہونگے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں روح کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم منہا میں قارئین کیلئے سہولت رہے۔ وباللہ التوفیق

## روح کیا ہے؟

روح ایک لاہوتی لطیفہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی جُثے میں ودیعت فرمایا ہے، وہ ذی شعور اور مدرک الحقائق ہے لیکن خود کیف و اینیت سے وراء ہے۔ انسانی بدن سے اس کا تعلق بس تدبیر و تصرف کا ہے یہی وجہ ہے کہ عقل انسانی اس کی حقیقت کا ادراک کرنے سے عاجز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (الاسراء: ۸۵) سے عیاں ہے مگر آیت کریمہ وَمَا أُوْتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (الاسراء: ۸۵) کے مطابق قلیل لوگوں کو اس کا علم دیا گیا ہے جنہیں راسخین فی العلم کہا جاتا ہے۔

## روح کی تعریف

روح کا لفظ ریح سے ماخوذ ہے جس کا معنی ”ہوا“ ہے۔ روح بھی ہوا کی جنس سے ہے۔ کتاب و سنت سے اس کا نفخ (پھونک) ہونا بھی ثابت ہے کیونکہ روح کی پیدائش نفخ ملائکہ سے ہوئی اور ملائکہ کی تخلیق نور سے ہے لہذا روح، ملائکہ سے زیادہ لطیف ہوئی جیسے جسم انسانی کا سانس اس کے جسم سے زیادہ لطیف ہے ایسے ہی ملائکہ



کاسانس ان کے جسم سے زیادہ لطیف ہے۔ روح بدن میں اس طرح سرایت اور نفوذ کر جاتی ہے جیسے گلاب کے پھول میں خوشبو، زیتون میں تیل اور کولے میں آگ کا سریان ہوتا ہے۔

## اقسام روح

اجمالی طور پر روح کی دو قسمیں ہیں۔

۱..... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ ہوتا ہے وہ ارواح انسانیہ حیوانیہ ہیں جو متصرفہ بدن ہوتی ہیں۔

۲..... وہ ارواح جن کا تعلق ابدان کے ساتھ نہیں ہوتا وہ متصرفہ بدن نہیں ہوتیں، انسانی جسم ان کے تصرف کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس سے مراد ملاء اعلیٰ کی ارواح ہیں جنہیں ملائکہ کہا جاتا ہے، یہ بھی ارواح کی ایک قسم ہے اور انہیں ارواح مہیمنہ کہتے ہیں جو ملاء اعلیٰ میں رہتی ہیں۔ ملاء اعلیٰ ارواح کا دیس ہے اور ملاء اعلیٰ ایک ولایت ہے، جن اولیائے کرام کو ملاء اعلیٰ کی ولایت نصیب ہوتی ہے ان کا تعلق ان ارواح سے ہوتا ہے۔

## روح کے دو بدن

صوفیائے محققین کے نزدیک روح کے دو بدن ہیں۔ ایک عنصری اور دوسرا مثالی ایک روح تو حیات دنیوی میں اس عنصری اور محدود بدن سے متعلق رہتی ہے اور اس بدن ظاہری کے فنا ہو جانے کے بعد مذکورہ بدن مثالی میں جو بدن ظاہری کی نسبت لطیف ہوتا ہے، منتقل ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن بدن مثالی (برزخی) سے نکل کر دوبارہ بدن عنصری میں آ جائے گی۔

سب جانتے ہیں کہ انسان کا عنصری بدن نیند میں معطل اور بے کار ہو جاتا ہے۔

انسان کو خواب میں جو بدن انسانی نظر آتا ہے وہ یہ بدن عنصری نہیں بلکہ وہی مثالی بدن



ہوتا ہے لہذا روح دونوں بدنوں کی تدبیر کرتی ہے، ورنہ بدن عنصری فاسد ہو جائے اور روح عالم مثال میں عالم ملکوت کے عجائبات کی سیر کرتی رہے۔

## موت اختیاری

اولیائے کاملین کی رو میں اس بدن عنصری سے ذاتی اختیار کے تحت بھی جدا ہو سکتی ہیں۔ اس حالت کو اصطلاح تصوف میں انتزاع اور انخلاع (الگ ہونا) کہتے ہیں، اس قسم کی موت اختیاری ہوتی ہے۔ جس پر مشق و ریاضت سے قدرت و اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔

روح کی لاتعداد اور بیشتر اقسام ہیں جو احاطہ ادراک سے باہر ہیں۔ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک روح واحد ہے اور وہ روح محمدی ہے (علیٰ صاحبہا الصلوٰات والتحیات) اور روح کی اقسام سے مراد روح کے تعینات ہیں۔ جیسے درخت کا بیج ایک ہوتا ہے اور اس بیج سے درخت کا پھیلاؤ اسی بیج کے تعینات ہیں لہذا شاخ، تنا، پتا، پھول، پھل، کاٹا وغیرہ سب بیج کے تعینات ہیں۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ علمائے متکلمین اہل سنت کی تائید میں فرماتے ہیں کہ روح ایک نہیں بلکہ ارواح، متعدد و متکثر ہیں۔ آپ کے نزدیک روح محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰات حقیقۃ الحقائق ہے جسے روح اعظم بھی کہا جاتا ہے اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُودٌ مُّجَنَّدَةٌ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۷۷۳) یعنی ارواح لشکروں کی صورت میں ہیں، سے ارواح کے متعدد ہونے کی دلیل شرعی ہے جس سے روح واحد کے قول کی نفی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کا قول کہ روح ایک ہے، دلیل کشفی سے ثابت ہے اور دلیل کشفی سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے جبکہ دلیل شرعی سے علم قطعی



یقینی حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نیز روح جو ہر فرد بھی نہیں کہ حدیث شریف میں کافر کی موت کے وقت روح کی کیفیت یہ بتائی گئی ہے تَتَفَرَّقُ فِي جَسَدِهِ (شرح الصدور: ۵۶) کہ میت کے بدن میں متفرق ہو جاتی ہے۔ (مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۲ میں ملاحظہ ہوں)

۳ روح کی نسبت برزحیت اس کی فطرت اصلی کے اعتبار سے ہے یعنی روح کی فطرت اصلی میں برزخ بننے کی استعداد رکھ دی گئی ہے اور اسی استعداد کی وجہ سے وہ عالم وجوب کا فیض، عالم امکان کی طرف منتقل کرتی ہے۔



اسا بعد از تعلق باین بدن عنصری و گرفتاری باین ہیكل  
 بہر حال اس بدن عنصری کے ساتھ تعلق اور اس ہیكل ظلمانی (تاریک ڈھانچہ)  
 ظلمانی او از برزخیت برآمدہ است، و بتمام بعالم چون  
 کے ساتھ گرفتاری کے بعد وہ برزخیت سے نکل آتی ہے اور کلیتاً  
 فرود آمدہ، و رنگ بیچونی از وے ستواری گشتہ۔  
 عالم کیف میں نیچے اتر آئی اور بے کیفی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو گیا۔

### روح اور جسم کا باہمی تعلق

حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے ہیكل ظلمانی اور بدن انسانی  
 میں روح کو یوں مقید کر دیا کہ روح کو جسم انسانی کا عاشق بنا دیا اور جسم انسانی کو روح کا  
 معشوق بنا کر باہمی اتصال و مجاورت کے ذریعے روح کی جلا اور چمک میں اضافہ کر  
 دیا ہے کیونکہ

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

جیسا کہ آئینہ ساز، گرد آلود آئینے میں صفائی اور لطافت پیدا کرنے کیلئے اس کو  
 خاک آلود کرتے ہیں حتیٰ کہ ظلمتِ ترابیہ کی رگڑ سے شیشے کی صورتِ نورانیہ ظاہر ہو جاتی  
 ہے۔ پس جب حکمت الہی کا تقاضا ہوا کہ روح انسانی کو اپنے قرب و ارتقاء کی منزلوں پر  
 فائز کیا جائے تو اس ذاتِ حق تعالیٰ نے جسموں سے پہلے روحوں کو تخلیق فرما کر ان کو عالم  
 امر (لامکاں) میں قیام بخشا اور ان کی توجہات کو مرتبہ و وجوب کی جانب مبذول کر دیا  
 لیکن چونکہ روحوں کو ذات کے مزید قرب و وصال کی تمنا تھی اور کمالِ قرب و وصال کو اللہ



تعالیٰ نے مجاہدے اور ریاضت پر موقوف کر رکھا تھا اور عالمِ قدس (عالمِ امر) مجاہدے کی مشقتوں اور کلفتوں سے پاک تھا۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے روح کو عالمِ امر کی نورانیتوں سے نکال کر عالمِ خلق میں انسانی بدنوں کی ظلمتوں میں داخل کر کے نفس کی مخالفت پر مامور کر دیا۔

مگر روح نے اپنے معشوقِ ظلمانی میں فنایت اور استغراق کی وجہ سے اپنی لامکانیت و نورانیت کو فراموش کر دیا اور بے چونی کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو گیا۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ اسی بنا پر روح کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

چند باشی از مقام خود جدا  
چند گردی در بدر اے بے حیا

### مولانا روم اور روح

جب روح بدنِ انسانی میں پھنس کر اپنی بے چونی اور نورانیت کو کھو بیٹھی تو روح کی بے چینی بے قراری اور آہ و زاری کی حالت کو حضرت مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے تمثیلی انداز میں مثنوی شریف کے آغاز میں یوں بیان فرمایا

بشنو از نے چوں حکایت می کند  
و ز جدائی ہا شکایت می کند  
کز نیتان تا مرا بریدہ اند  
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند  
سینہ خواہم شرح شرحہ از فراق  
تا بگویم شرح درد اشتیاق

ترجمہ: بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے اور جدائیوں کی کیا شکایت کرتی ہے کہ جب



سے مجھے بانس کے جنگل سے کاٹا ہے، میری آہ وزاری سے مرد و عورت سبھی روتے ہیں۔ میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو فراق سے پارہ پارہ ہوتا کہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں۔

یعنی روح ہجر و فراق اور ابتلاء و آزمائش کو بیان کر رہی ہے کہ مجھے عالم ارواح سے نکال کر انسانی پنجرے میں قید کر دیا گیا۔ مزید برآں دنیاوی آلائشوں، جسمانی کدورتوں، بدنی ظلمتوں، گناہوں کی کشافتوں، غلاظتوں کے چرکوں اور زخموں سے میرا سینہ چھلنی ہو گیا ہے۔ اب میں اپنی فطری برزخیت و نورانیت کو گم کر کے تمہارے جیسی ہو گئی ہوں۔

اب جو مرد کامل روح کو اس کے سابقہ مقام پر پہنچادے اور اس کی کثیف نورانیت کو دوبارہ چمکادے، اسی کو شیخ کامل کہتے ہیں اسی حقیقت کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے تمثیلاً یوں بیان فرمایا

آپ فرماتے ہیں کہ ایک شہزادہ سیر کرنے گیا، راہ میں ایک بھنگن پر عاشق ہو گیا اور عاشق ہو کر بھول گیا کہ میں کون ہوں؟ اس کو یاد نہ رہا کہ میری ماں کون ہے..... میرا باپ کون؟ میری نسل کیا ہے..... میری اصل کون؟ میں کون ہوں..... میرا خاصا کیا ہے؟ میں کہاں سے آیا ہوں..... میں نے کہاں جانا ہے؟ وہ بھنگن کے گھر جا کر بھنگی ہو گیا..... سر پر ٹوکرا رکھ کر..... ہاتھ میں جھاڑو لے کر..... گلیاں صاف کرنے لگا..... گویا وہ فریب صورت کے جادو کا اسیر ہو گیا۔

اس کا علاج یہ ہوا کہ کسی صاحب بصیرت نے آ کر اس کو بتایا کہ بھلے آدمی تو بھنگی نہیں بلکہ شہزادہ ہے۔ تو صفائی کرنے والا نہیں..... کرانے والا ہے۔ تو غلام نہیں..... آقا ہے۔ تو پابند نہیں..... آزاد ہے۔ تو اس بدبودار ماحول میں کیوں رہتا ہے تو خوشبودار ماحول کا باسی ہے۔ اس نے اس کو اصل کی سیر کرائی..... ماں باپ سے



ملایا..... تخت و تاج دکھایا تو شہزادے کو یقین آیا..... تو پہلی بات یہ ہے کہ شہزادے کی غلط فہمی دور کی جائے اور اسے بتایا جائے کہ تو کون ہے؟ اور جو اس کو بتادے کہ تو کون ہے اسی کو مرشد یا پیر کہتے ہیں۔ (مقالات خطیب الاسلام: ۲۲۶)

اگر روح، انسانی پنجرے کے استغراق میں رہ کر فنایت مطلقہ تک نہ پہنچی تو اس کیلئے یقیناً ہلاکت اور بربادی ہے کیونکہ وہ اپنے وطن اصلی سے دور رہ کر اپنی استعداد و صلاحیت کے جوہر کو ضائع کر رہی ہے۔ اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو اپنی طرف دعوت دینے کا فریضہ تفویض فرمایا اور لوگوں کو ان کے وطن اصلی کی یاد دلانے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش

باز جوید روزگار وصل خویش

چنانچہ اہل سعادت کی ارواح انبیاء و اولیاء کی دعوت الی اللہ پر لبیک کہتے ہوئے اپنے وطن اصلی کی طرف عروج کرتی ہیں اور صالحین و مقربین کا مقام حاصل کر لیتی ہیں۔ جبکہ اہل شقاوت کی ارواح اس دعوت سے اعراض و انکار کر کے اپنے معشوق ظلمانی (جسم) کی قید میں رہ کر فاسق و فاجر اور عاصی و کافر کا خطاب پاتی ہیں۔

## استغراقِ جسم کے اعتبار سے روح کی اقسام

روح کے بدن میں استغراق کی دو قسمیں ہیں۔ اگر روح اپنے وطن اصلی کو مکمل طور پر فراموش کر دے اور وہ کچھ بھی یاد نہ رکھے تو ایسے لوگوں کو طائفہ ناسیاں کہتے ہیں۔ اگر روح اپنے وطن اصلی کو فراموش نہ کرے تو ان لوگوں کو طائفہ سابقاں کہا جاتا ہے۔



مثل اومثل ہاروت ماروت است کہ بواسطہ بعضے  
 اس (روح) کی مثال ہاروت و ماروت کی مثل ہے کہ بعض حکمتوں  
 حکم ومصالح ارواح ملائکہ بحضیض بشریت فرود آمدہ  
 اور مصلحتوں کے واسطہ سے ارواح ملائکہ بشریت کی پستی میں نیچے اتر  
 اند۔ چنانچہ گفتہ اند پس اگر عنایت خداوندی جل شانہ  
 آئیں ۵ جیسا کہ (اہل تفسیر) کہتے ہیں اگر عنایت خداوندی جل شانہ  
 دستگیری نماید تا ازیں سفر رجوع واقع شود  
 دستگیری فرمائے یہاں تک کہ اس سفر سے رجوع واقع ہو جائے۔

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح ہاروت اور  
 ماروت فرشتوں کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کے پیش نظر بشریت کا جامہ پہنا کر دنیا میں  
 بھیجا گیا ایسے ہی روح کو مختلف حکمتوں و مصلحتوں کی بنا پر جسم انسانی میں مقید کر دیا گیا۔  
 یاد رہے کہ عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ  
 رقمطراز ہیں کہ اہل یہود کا ہاروت و ماروت کے متعلق بیان کردہ قصہ من گھڑت اور  
 اسرائیلی روایات میں سے ہے اور اسرائیلی روایات ناقابل التفات ہیں۔ امر واقعہ  
 صرف اسی قدر ہے جس کو قرآن مجید نے بیان فرمایا ہے کہ ہاروت و ماروت کو تعلیم سحر  
 کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔ جیسا کہ آیت  
 کریمہ وَمَا نَزَّلْنَا عَلَى الْمَلَائِكِیْنِ بَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا  
 یُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتّٰی یَقُولَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (البقرہ ۲: ۱۰۲)  
 سے عیاں ہے۔



وازیں تنزل عروجے فرماید، نفس ظلمانی و بدن عنصری نیز اور اس تنزل سے عروج کرے نفس ظلمانی اور بدن عنصری بھی اس بمتابعتِ او عروجے خواہند نمود، و طے منازل خواہند فرمود کی اتباع میں عروج چاہیں گے اور طے منازل چاہیں گے ۱۔  
دریں ضمن آنچہ مقصود از تعلق روح و تنزل اوست بظہور اس ضمن میں روح کے تعلق اور اس کے تنزل سے جو مقصود ہے ظاہر ہو خواہد آمد، و امارہ باطمینان خواہد پیوست۔  
جائے گا اور (نفس) امارہ کو اطمینان مل جائے گا۔

جب روح کو عالم ارواح سے لا کر جسم انسانی میں داخل کر دیا گیا تو جسمانی ظلمت اور نفسانی مجاورت کی وجہ سے روح کی نورانیت مکر اور غلیظ ہو گئی۔ بقول شاعر  
بکے لامکان مکان اساڈا ایستھاں آن بتاں وچ پھاسے  
اس نفس شیطان پلید چا کیتا کوئی اصل پلید تے ناسے

## روح کا عروج

۱۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل، شیخ کامل کی توجہات اور لطائف میں ذکر کی بدولت روح بیدار ہو کر عالم قدس کی طرف پرواز کرتی ہے تو یہ بدن عنصری روح کی متابعت میں عروج چاہے گا اور اوپر چڑھنے کی کوشش کرے گا کیونکہ روح نے کچھ عرصہ بدن میں رہ کر اسے اپنی مناسبت سے واقف اور محرم کر دیا اور جسم کو روح کی مناسبت محسوس ہوتی تھی اگرچہ جسم نے غلبہ کر لیا تھا۔ جب روح عروج کر گئی تو پیچھے پیچھے بدن کو بھی کشش ہوئی اور یہ بھی اوپر جانے کی کوشش کرنے لگا جس طرح روح ظلمانیت سے نکل کر



نورانیت کی طرف عروج کرتی ہے یہ بدن بھی اتنا ہی نورانیت کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اس کو تزکیہ نفس کی کیفیت کہتے ہیں جب روح عروج اور منازل طے کرتی ہے تو عناصر کا بھی تزکیہ ہو جاتا ہے۔

یوں جسم میں لطافت اور نورانیت آ جاتی ہے۔ چنانچہ نفس مزگی و مطہر ہو کر نزول کرتا ہے اور روح مزید کمالاتِ قرب حاصل کرنے کیلئے عروج کرتی رہتی ہے۔ اس طرح یہ دونوں (روح و نفس مع الجسد) اپنے اپنے مقاماتِ اصلیہ و کمالاتِ علیہ پر پہنچ کر روحی و نفسی عروج و نزول سے مشرف ہو کر فنا و بقائے نفسی و روحی سے شاد کام ہو جاتے ہیں (والحمد لله على ذلك) اور روح کے جسد میں نزول سے جو مقصود تھا، وہ پورا ہو جاتا ہے اور روح اپنی اصلی برزخیت میں پہنچ جاتی ہے۔

- بقول شاعر

دل اپنی طلب میں صادق تھا گبھرا کے سوئے مطلوب گیا  
دریا ہی سے موتی نکلا تھا دریا میں ہی جا کے ڈوب گیا



وظلمانی بنورانی مبدل خواہد گشت - وچوں روح این  
 اور ظلمانی نورانی کے ساتھ بدل جائے گی اور جب روح اس  
 سفر را تمام کند و آنچه مقصود از نزول بود بانجام رساند، بہ  
 سفر کو مکمل کرے گی اور جو کچھ نزول سے مقصود تھا انجام تک پہنچ جائے گا  
 برزخیت اصلی خواہد رسید، ونہایت در رجوع بہ ہدایت  
 تو اصلی برزخیت کو پہنچ جائے گی اور نہایت رجوع میں  
 خواہد یافت،  
 ہدایت کو پالے گی کے

کے جب روح عروجی منازل اور روحانی مدارج طے کرتی ہوئی دوبارہ عالم ارواح  
 میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی انتہاء، ابتداء کی طرف لوٹ جاتی ہے اور نفس مطمئنہ ہو جاتا  
 ہے۔ بدن عنصری میں لطافت آ جاتی ہے تو روح کے جسم میں مقید کرنے کا مقصد پورا ہو  
 جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ روح کو دوبارہ عالم ارواح میں کیسے پہنچایا جائے؟ صوفیائے  
 کرام نے اس کے متعلق دو بنیادی باتیں بیان فرمائی ہیں۔

- ۱..... سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اس کا فضل محض بندے کے شامل حال ہو۔
- ۲..... دوسرے اولیائے طریقت نے راہ سلوک کا جو طریقہ وضع فرمایا اور اس کے لئے  
 جو نصاب مرتب کیا ہے اس پر پورے اخلاص و تندہی سے پابندی کی جائے لیکن یہ سب  
 کچھ کسی شیخ کامل مکمل کی زیر نگرانی ہونا چاہئے۔ و بدو نہ خرط القتاد



دم عارف نسیم صبح دم ہے  
 اسی سے ریشہء معنی میں نم ہے  
 اگر کوئی شعیب آئے میر  
 شبانی سے کلیسی دو قدم ہے

### پیری مریدی سے مقصود

پیری، مریدی سے مقصود شجرے، جبے، قبے، عبائیں، قبائیں، دستاریں، نیازیں،  
 تعویذ دھاگے، اوراد و وظائف وغیرہا نہیں بلکہ لوگوں کے دل بہلانے کیلئے یہ سب  
 کھلونے ہیں۔ پیری مریدی کا مقصد نہ تو عوام کا لانعام سے نذرانے بٹورنا اور روپیہ  
 پیسہ ہتھیانا ہے اور نہ ہی تصوف کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کمانا ہے بلکہ یہ سب دنیا دار پیروں  
 کے طلسمات اور شعبدے ہیں جن کا تصوف و طریقت اور حقیقت و شریعت سے دور کا  
 بھی کوئی تعلق نہیں۔

پیری مریدی کا مقصد نمود و نمائش بھی نہیں، اس قسم کے تمام امور جہالت کی  
 پیداوار اور شیطانی افکار ہیں۔ اس قسم کے سب کام حرام ہیں۔ جن کے تصور سے بھی  
 شرک کی بو آتی ہے۔ بقول اقبال مرحوم

بتوں سے تجھ کو امیدیں ، خدا سے نومیدی

مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

درحقیقت شجرے، دستاریں، اوراد و وظائف اور اذکار وغیرہا اس ڈگڈگی کی

مانند ہیں جس کو بجا کر مداری شعبدے دکھاتا ہے۔ مقصود اس سے بالا ہے اور وہ یہ ہے

کہ روح کو روحانی توجہات، ذکر و فکر و مراقبات اور سنت و شریعت پر پابندی کے

ذریعے بدن کی تاریکی اور گناہوں کی آلودگی سے پاک و مطہر کر کے دوبارہ اس کا تعلق



عالم ارواح سے جوڑ دیا جائے اور گناہوں میں لتھڑی ہوئی انسانیت کا پھر سے خدا کے ساتھ رابطہ استوار کر دیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے سلاسل طریقت کے مقرر کردہ سلوک (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) کو طے کروایا جاتا ہے۔ عالم امر اور عالم خلق کے لطائف میں توجہات دی جاتی ہیں۔

مگر ہائے افسوس! طریقت کے راہ نوردوں کو جبہ و دستار اور چلوں تک محدود کر دیا گیا ان کو حقیقت سے آگاہی نہ بخشی گئی۔ ”اٹھا میں مسجد و خانقاہ سے نمناک“ کے مصداق خانقاہیں اور مساجد و مدارس کسی صاحب نظر صوفی اور کسی صاحب توجہ درویش کی منتظر ہیں کہ جس کی ایک توجہ سے دل و دماغ میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ لیکن بقول اقبال مرحوم صد افسوس!

نہ مومن ہے نہ مومن کی امیری  
 رہا صوفی گئی روشن ضمیری  
 خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ  
 نہیں ممکن امیری بے فقیری!

## شیخ کامل مکمل

حقیقت یہ ہے کہ شیخ کامل مکمل (بکسریم ثانی) وہ ہے کہ جس کی ایک ہی باطنی توجہ مرید کے قلب و نظر میں انقلاب برپا کر دے اور وہ مرید کے قلب کو ذاکر بنا دے بلکہ خالص نقشبندی فقیر اور پیر تو وہ ہوتا ہے جو تصرف فرما کر مرید کے قلب سے شیطانی اثرات، نفسانی خواہشات و وسوس کو مٹا کر اس کے دل پر اسم ”اللہ“ نقش کر دے، اسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز کر کے نسیانِ ماسوی اللہ کے مرتبے تک پہنچا دے، جو شیخ یہ کام کرے مرید کے لئے وہی اپنے زمانے کا امام ہے۔ بقول اقبال مرحوم



وچوں قلب از عالم ارواح است، نیز در برزخیت توطن  
 اور چونکہ قلب عالم ارواح سے ہے وہ بھی برزخیت میں قیام پذیر ہو جائے گا  
 خوابد نمود، و نفس مطمئنہ کہ رنگے از عالم امر دارد چہ او  
 اور نفس مطمئنہ جو عالم امر سے ایک طرح کا رنگ رکھتا ہے کیونکہ وہ برزخ  
 برزخ ست میان قلب و بدن نیز بہما نجا اقامت خوابد نمود  
 ہے قلب اور بدن کے درمیان بھی اسی جگہ قیام پذیر ہوگا ۵

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے  
 حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے  
 ہے وہی تیرے زمانے کا امام بر حق  
 جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

اور مرید کے متعلق اہل طریقت نے تحریر فرمایا ہے:

الْمُرِيدُ مَنْ لَا يُرِيدُ إِلَّا اللَّهَ یعنی مرید وہ ہے جو شیخ سے اللہ کے قرب کے  
 سوا کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے۔

۵ جب روح کی عالم ارواح تک رسائی ہو جاتی ہے تو قلب بھی عالم ارواح سے  
 تعلق کی بنا پر مقام برزخیت پر متمکن ہو جاتا ہے۔ روح کے عالم امر (عالم ارواح) تک  
 رسائی کے دوران نفس بھی مطیع ہو جاتا ہے اور عالم امر کے رنگ سے رنگین ہو جانے کی  
 وجہ سے مقام اطمینان پر فائز ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ قلب اور بدن کے درمیان برزخ کی  
 حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔



و بدن عنصری کہ مرکب از عناصر اربعہ است بعالم  
 اور بدن عنصری جو عناصر اربعہ سے مرکب ہے عالم کون و مکان میں  
 کون و مکان استقرار خوابد یافت، و بطاعت و عبادت  
 قرار پائے گا اور اطاعت و عبادت میں مشغول ہو جائے گا اس  
 خوابد پرداخت۔ بعد ازین اگر سرکشی و مخالفت واقع  
 کے بعد اگر کوئی سرکشی اور مخالفت واقع ہو المختصر (وہ)  
 شود فی الجملہ منسوب بطبائع عناصر خوابد بود  
 عناصر کی طبیعتوں کی طرف منسوب ہو گی۔ ۹

۹ جب عالم امر کے لطائف (قلب، روح، سر، خفی اور اخفی) کی رسائی عالم  
 ارواح تک ہو جاتی ہے اور نفس بھی ان کی اتباع میں لطیف اور مطمئن ہو جاتا ہے تو  
 لطائف کے عالم قدس کی طرف پرواز کر جانے کے بعد نفس عنصری خالی رہ جاتا ہے تو  
 اس وقت عارف ہر قسم کی بشری کدورتوں اور نفسانی شرارتوں سے پاک اور محفوظ ہو جاتا  
 ہے تب وہ حق تعالیٰ کے حضور یوں گویا ہوتا ہے

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

جب حق تعالیٰ اس کے قلب میں جلوہ فرماتا ہے تو وہ ظاہری طور پر دنیا میں  
 رہتا ہے لیکن باطنی طور پر حق کے ساتھ ہوتا ہے۔

جیہدے دل وچ توں آوسیوں اوہ دنیا وچ نہ وسدے نیں

اک وار جو پھائیوں اڈ جاون مڑ دوجی وار نہ پھسدے نیں



عالم امر کے لطائف پر وارد ہونے والے انوار و تجلیات بدن عنصری (خاک، باد، نار، آب) پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ نتیجتاً جسم اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مصروف ہو جاتا ہے۔

تصفیہ لطائف، تزکیہ نفس اور عالم خلق کے عناصر اربعہ پر انوار کے غلبہ کے باوجود، ان عناصر کی بغاوت، ثقالت، کثافت، رذالت جو دب گئی تھیں کبھی کبھی وہ پھر ابھرتی اور جوش مارتی ہیں۔ دراصل یہ ان جواہر و عناصر کی فطرت میں شامل و داخل ہیں جو صوفی و سالک کو گناہ پر آمادہ کرتیں اور احکام الہیہ کی مخالفت پر کمر بستہ کر دیتی ہیں جس کی وجہ سے درویش سے کوئی نہ کوئی خطا و قصور واقع ہو جاتا ہے۔ تو یہ سرکشی و مخالفت ان عناصر کی طبیعتوں کی طرف منسوب کی جائے گی، نفس کی طرف نہیں، کیونکہ نفس تو مقام اطمینان پر فائز المرام ہو چکا ہے۔



مثلاً جزو ناری کہ بالذات سرکش و مخالفت طلب ست  
 مثلاً جزو آتش جو ذاتی طور پر سرکش اور مخالفت طلب ہے  
 دررنگِ ابلیس لعین ندائے انا خیر منہ، خواہد بر آورد، و نفس  
 ابلیس لعین کی طرح انا خیر منہ کی صدا لگائے گا کہ نفس مطمئنہ  
 مطمئنہ از سرکشی بازمانده است چہ او از حق جلّ  
 سرکشی سے باز آ جاتا ہے کیونکہ وہ حق جل سلطانہ سے راضی ہو گیا  
 سلطانہ راضی گشتہ، وحق سبحانہ ازوے راضی  
 اور حق سبحانہ اس سے راضی (ہو گیا)  
 و سرکشی از راضی و مرضی متصور نیست۔ اگر  
 اور سرکشی ایک دوسرے سے راضی ہونے والوں سے متصور نہیں ہے اگر  
 سرکشی است از قالب ست۔  
 سرکشی ہے تو قالب (جسم عنصری) سے ہے لہٰذا

## عنصر ناری

۱۰ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عناصر اربعہ میں عنصر ناری کی مثال دیتے  
 ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ بغاوت اور مخالفت ناری سرشت میں داخل و شامل ہے۔  
 یہی وجہ ہے کہ عنصر ناری شیطان لعین کی مانند اپنی خیریت و فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔  
 کیونکہ شیطان جنات میں سے ہے اور جنات کی تخلیق نار سے کی گئی لہذا ناری مخلوق  
 ہونے کی وجہ سے سرکشی و بغاوت اور دشمنی و مخالفت اس کی طبیعت میں داخل ہے۔



بنابریں جب اسے حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم ملا تو اس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے بہتر و اعلیٰ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جیسا کہ آیات کریمہ وَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ اور اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (ص ۷۶:۳۸) سے واضح ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ صوفیاء کرام جو نفس امارہ کو مٹانے کی بات کرتے ہیں تو مٹانے سے ان کی مراد دبانا ہے۔ کیونکہ بدن انسانی کی تکمیل نفس کے بغیر ممکن نہیں اس لئے اس کو بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا البتہ نفس کے سرکش گھوڑے کے منہ میں عبادات و ریاضات، اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کی لگام دے دی جاتی ہے تاکہ اس کی بغاوت و مخالفت دب جائے یعنی نفس کا ازالہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا امالہ ہو سکتا ہے، یوں اسے گناہوں کی دلدل سے نکال کر نیکی کی راہ پر گامزن کر دیا جاتا ہے۔

## اسلام میں معیار فضیلت

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جیسے شیطان نے لاکھوں سال عبادت کرنے کے باوجود اپنی طبعی بغاوت کی وجہ سے انا خیر منہ کی متکبرانہ صدا بلند کر دی تھی ایسے ہی دنیا دار لوگ زاہد و عابد ہونے کے باوجود برادری ازم کے پجاری ہوتے ہیں۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اپنی برادری کو مقدم سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے مخصوص خونی مزاج کی وجہ سے ان میں اکھڑپن، تکبر، ظلم، بغاوت، شرارت وغیرہ جیسی اخلاقی کمزوریاں اور روحانی بیماریاں ہوتی ہیں، خواہ کوئی شخص ولی بھی بن جائے اس کا خاندانی مزاج پھر بھی اس میں کچھ نہ کچھ رہتا ہے گو اسلام میں ادنیٰ اور اعلیٰ کا تصور نسل، برادری، رنگ اور قوم میں منحصر نہیں بلکہ فضیلت کا معیار تقویٰ ہے، جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْقَاكُمْ (الحجرات ۱۳:۴۹) سے عیاں ہے۔ اس لئے



برادری، رنگ اور نسل کی پوجا سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں  
یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے  
غبار آلودہ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے  
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پر فشاں ہو جا  
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو  
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تم مسلمان بھی ہو

اللہ تعالیٰ کے ارشاد وَ جَعَلَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (الحجرات ۴۹):

(۱۳) کے مطابق برادریاں اور قبیلے محض باہمی تعارف کیلئے بنائے گئے اس لئے معیار  
فضیلت برادری نہیں بلکہ پرہیزگاری ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب صحابی رسول  
حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ان کا شجرہ نسب پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً  
ارشاد فرمایا سلمان بن اسلام بن اسلام، شاید اسی لئے سید المرسلین صلی اللہ  
علیہ وسلم نے انہیں سَلْمَانَ مِّنْ اَهْلِ الْبَيْتِ کا مشردہ سنا کر اپنی اہلبیت میں شامل  
فرمایا۔ سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی نے اس مفہوم کو  
یوں بیان فرمایا ہے:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

جب کسی خوش قسمت کو عشق الہی کی دولت میسر آتی ہے تو الْعِشْقُ نَارٌ يُحْرِقُ

مَاسِوَى اللّٰہ کے مقولہ کے مصداق اس کی ساری روحانی بیماریاں اور اخلاقی کمزوریاں  
ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کی دعا مستجاب، توجہ اکسیر اور نگاہ شفا بن جاتی ہے اور جملہ کائنات  
اور موجودات کی کرامت و سیادت کا تاج اس کے سر پر سجایا جاتا ہے۔



حضرت مولانا روم مست باوہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:  
 ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد  
 او ز حرص و عیب کلی پاک شد  
 شادباش! اے عشق خوش سودائے ما  
 اے طبیب جملہ علت ہائے ما  
 اے دوائے نخوت و ناموس ما  
 اے تو افلاطون و جالینوس ما  
 ہر کہ عاشق شد جمال ذات را  
 او ست سید جملہ موجودات را

### جسم عنصری میں بغاوت کا امکان

۱۔ جب نفس مطمئنہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف سے راضیہ اور مرضیہ کے خطاب سے نوازا جاتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر ۹۰: ۲۶، ۲۷)** سے واضح ہے تو اس سے بغاوت ممکن نہیں ہوتی کیونکہ جہاں رضا آتی ہے وہاں سرکشی ختم ہو جاتی ہے لہذا اگر سرکشی کا امکان ہوتا ہے تو وہ جسم عنصری سے ہی متوقع ہو سکتا ہے۔



مانا کہ سید البشرِ عَلِيهِ وَعَلَىٰ إِلِهِ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمَاتِ اَتْمَهَا  
 شاید جسے سید البشر علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰت و التسلیمات اتمھا و اکملھا  
 وَاكْمَلَهَا تعبیر بجهاد اکبر ازیں سرکشئی ابلیسی  
 نے جہاد اکبر سے تعبیر (فرمایا) اسے ابلیسی سرکش فرماتے ہوں  
 فرمودہ باشند کہ منشاء آن جزو قلبی است۔ وآنکہ  
 جو اس جزو قلبی کا منشا ہے ۱۲ اور وہ جو فرماتے  
 فرمودہ اند ”اسلم شیطانی“ مراد ازاں یا شیطان آفاقی ست  
 ہیں ”میرا شیطان مسلمان ہو گیا“ اس سے مراد یا آفاقی شیطان ہے۔

۱۲ شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ابلیسی سرکش کی وجہ سے ابلیس کے ساتھ جہاد  
 کو جہاد اکبر فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی ہے: رَجَعْنَا مِنَ الْجَهَادِ الْأَصْغَرِ  
 إِلَى الْجَهَادِ الْأَكْبَرِ (تفسیر روح المعانی جزء ۴/۱۹۳) یعنی کفار کے ساتھ جہاد اصغر  
 کیا ہے اب آؤ شیطانی اثرات اور نفسانی خواہشات کے خلاف اعمال صالحہ بجالا کر  
 جہاد اکبر کریں۔ کیونکہ جس طرح ابلیس کی فطرت میں سرکشئی ہے اسی طرح انسانی عناصر  
 اربعہ کی فطرت میں بھی سرکشئی ہے اور شیطان کا انہی عناصر پر قبضہ ہوتا ہے انہی پر قابض  
 ہو کر وہ سالک سے گناہ کرواتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي  
 مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۹۷) (شیطان بدن  
 انسانی میں خون کی رگوں میں گردش کرتا ہے) یعنی اس کو بدن عنصری پر کنٹرول حاصل  
 ہوتا ہے اسی لئے شیطانی اثرات کی وجہ سے انسانی جسم میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے۔  
 جہاد اکبر جزو قلبی کا منشا ہے یعنی انسانی عناصر میں جو شیطانی اثرات پیدا ہوئے ہیں  
 ان کے ساتھ مقابلے کو ”جہاد اکبر“ کہا گیا ہے۔



کہ قرین اوست علیہ الصلوٰۃ والسلام و مراد این جا شیطان  
 جو ان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرین ہے اور مراد اس جگہ (در حدیث جہاد اکبر) نفسی شیطان  
 انفسی است، ہر چند صولت این شیطان نیز شکستہ  
 ہے اگرچہ اس شیطان کا زور بھی ٹوٹ چکا ہے اور سرکشی سے باز آ گیا ہے لیکن جو  
 است و از تمرد بازماندہ اما ما بالذات لاینفک عن الذات  
 چیز ذاتی ہوتی ہے وہ ذات سے جدا نہیں ہوتی ۱۳  
 سیاہی از حبشی کہے رود کہ خود رنگ ست  
 سیاہی حبشی سے کیسے دور ہو کیونکہ وہ بذات خود رنگ ہے

و یا مراد ازاں شیطان انفسی است و اسلام آن مستلزم  
 اور یا (اسلم شیطانی) سے مراد نفسی شیطان ہے اور اس کا اسلام  
 انتفائی سرکشی بالکلیہ نیست ،  
 سرکشی کی مکمل نفی کو مستلزم نہیں ہے

۱۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک سوال مقدر کا جواب ارشاد فرما  
 رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ بدن انسانی میں شیطانی تصرف کی وجہ سے جو بغاوت و  
 غفلت پیدا ہوتی ہے جس کے خلاف اعمال صالحہ بجالانا جہاد اکبر کہلاتا ہے، ارشاد نبوی  
 علی صاحبہا الصلوٰۃ ہے اَسْلَمَ شَيْطَانِي (تفسیر انیشاپوری جزء ۳: ۸۵) (میرا  
 شیطان مسلمان ہو گیا ہے) کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فضیلت جہاد نہ  
 رہی کیونکہ جہاد اکبر بدن میں شیطانی تصرفات و اثرات کے برخلاف اعمال صالحہ بجا



لانے کا نام ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جو ابائیوں ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان کی دو قسمیں ہیں۔

شیطان انفسی اور شیطان آفاتی

## شیطان انفسی

وہ شیطان جس کے خلاف ہمہ وقت جہاد جاری رہتا ہے اس سے مراد شیطان انفسی ہے۔ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت اَسْلَمَ شَيْطَانِيْ كَيْ مَتَعْلَقِ دَوَقَوْلِ هِي - يَاتُو اس سے مراد شیطان آفاتی ہے یا شیطان انفسی۔

## شیطان آفاتی

شیطان آفاتی وہ ہے جسے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں قرین فرمایا گیا ہے اور اسے ہمزا بھی کہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرین کے متعلق ارشاد فرمایا:

مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَقَدْ وَكَّلَ بِهِ قَرِينُهُ مِنَ الْجِنَّ وَ قَرِينُهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۵۰۳۴) یعنی تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کے ساتھ اس کا مصاحب (ہمزاد) جنوں اور فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو۔ جبکہ دوسری روایت میں ہے:

مَا مِنْ بَنِي آدَمَ مَوْلُودٌ إِلَّا يَمَسُّهُ الشَّيْطَانُ حِينَ يُولَدُ فَيَسْتَهْلُ صَارِحًا مِنْ مَسِّ الشَّيْطَانِ غَيْرَ مَرِيْمَ وَابْنَهَا

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۱۷۷)

یعنی ابن آدم میں کوئی مولود ایسا نہیں مگر وقت ولادت، شیطان اس کو چھوتا ہے



اور اس چھونے کی وجہ سے وہ چیختا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے صاحبزادے کے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا وَ اَيَّاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فرمایا اَيَّايَ مِيرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا لیکن اَتَانِي مِيرَاقْرِينِ مِيرے پاس آیا فَلَمَّا رَانِي اَسْلَمَ شَيْطَانِي یعنی جب اس نے میرا جمال باکمال دیکھا تو میرا شیطان مطیع و مسلمان ہو گیا۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ کا شیطان مطیع و مسلمان ہو گیا اس لئے اس کے اثرات و تصرفات کا حضور پر اثر نہیں ہوتا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ

جہاد اکبر والی حدیث میں جس شیطان سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد شیطان انفسی ہے۔ شیطان کے خلاف ہمہ وقت جہاد سے اگرچہ شیطان کی صولت و بغاوت کا زور ٹوٹ جاتا ہے مگر آیت کریمہ اِنَّ الشَّيْطَانَ لِرِئَاسِ اِنْسَانٍ عَدُوٌّ مُّبِينٌ کے مطابق اس کی شرارت و عداوت بالکل ختم نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ اس کی سرشت میں داخل ہے اور جو چیز کسی کی ذات اور طبیعت میں شامل ہو وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتی۔ جس طرح حبشی کے بدن کی سیاہ رنگت ہزار جتن کرنے سے بھی ختم نہیں ہوتی ایسے ہی شیطان انفسی اور شیطان آفاقی مطیع تو ہو جاتے ہیں مگر ان کی طبعی عداوت و شیطنت ختم نہیں ہوتی۔

ارشاد نبوی اسلم شیطانى گو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے مگر آپ کی تبعیت و وراثت میں علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کو بھی اس سے حظ نصیب ہوتا ہے اس لئے ان کا شیطان بھی مطیع ہو جاتا ہے۔ مگر مطیع ہو جانے کے باوجود وہ ذاتی خباثت، جبلی شرارت اور طبعی عداوت سے باز نہیں رہتا کیونکہ کلی طور پر اس کی سرکشی اور بغاوت ختم نہیں ہوتی بلکہ اس کی اطاعت جزوی ہوتی ہے۔



باوجود اسلام اگر ترک عزیمت خواہد و مرتکب رخصت  
 (بلکہ) اسلام کے باوجود اگر عزیمت ترک کر دے اور رخصت کا مرتکب  
 گردد جائز است، و اگر صغیرہ بوجود آید کہ در آن حسنہ  
 ہو (تو) جائز ہے<sup>۱۲</sup> اور اگر کوئی ایسا صغیرہ سرزد ہو جائے کہ اس میں  
 نباشد ہم گنجائش دارد۔ بلکہ حسنہ ابرار کہ نزد مقربان  
 حسنہ (نیکی) نہ ہو (تو) بھی گنجائش رکھتا ہے بلکہ ابرار کی نیکی جو مقربین کے نزدیک  
 سیئہ است نیز ازین قبیل است۔  
 سیئہ (بدی) ہے (وہ) بھی اسی قبیل سے ہے۔

<sup>۱۲</sup> شیطان نفسی جو جزوی طور پر مطیع ہوا ہے، اپنی جبلی سرکشی کی وجہ سے اگر صوفی کو  
 عزیمت سے نہ روک سکے تو اسے رخصت پر ہی گامزن کر دیتا ہے۔ اگر وہ کبیرہ گناہ نہ  
 کروا سکے تو صغیرہ گناہ کا ہی مرتکب بنا دیتا ہے مقربین بارگاہ قدس جل سلطانہ سے ابرار  
 جیسے اعمال کروا دیتا ہے جو مقربین کے نزدیک سیئات کے قبیل سے ہوتے ہیں جیسا کہ  
 مقولہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ سے عیاں ہے۔ یعنی مقربین کو ان  
 کے مرتبہ و مقام کے لائق اعمال نہیں کرنے دیتا بلکہ انہیں نچلے مرتبے جو کہ ابرار کا مرتبہ  
 ہے، میں لا کر ان سے وہ کار خیر سرانجام دلاتا ہے جو مقربین کے نزدیک گناہ  
 ہوتا ہے۔ (رخصت و عزیمت کی مکمل بحث البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۷۳  
 میں جبکہ مقولہ حسنات الابرار سیئات المقربین کی تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد  
 اول مکتوب ۳: میں ملاحظہ فرمائیں)



ایس ہمہ اقسام سرکشی است واین بقائے سرکشی ازوے  
 یہ تمام سرکشی کی قسمیں ہیں اور اس سے اس سرکشی کی بقا اس کی  
 از برائے اصلاح و ترقیء اوست۔ چہ بعد از حصول این امور  
 اصلاح و ترقی کے لئے ہے ۱۵ کیونکہ ان امور کے حصول کے

۱۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بدن انسانی میں شیطانی بغاوت کے  
 باقی رہنے کا دوسرا پہلو بیان فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اپنی فطری عداوت کی وجہ سے  
 صوفی سے عزیمت کی بجائے رخصت اور مقربین سے ابرار کے سے کام کرواتا ہے،  
 جس پر صوفی پریشان و پشیمان اور نادم و شرمندہ ہوتا ہے تو یوں صغائر کا ارتکاب اور  
 وسوسوں کا اکتساب وغیرہا بندہ مومن کے لئے اصلاح کا باعث بن جاتے اور اس پر  
 انفعال و ندامت ترقی درجات کا موجب ہو جاتی ہے۔



کہ نہایت نقص دران بحصول ترک اولیٰ است آن قدر  
 بعد ان میں انتہائی نقص ترک اولیٰ کے حصول سے ہے اس قدر  
 ندامت و پشیمانی و توبہ و استغفار دست می دہد، کہ  
 شرمندگی، پشیمانی، توبہ اور استغفار ہاتھ آتی ہے جو بے انتہاء  
 موجب ترقیات برے نہایت می گردد۔  
 ترقیوں کا موجب ہو جاتی ہے۔ ۱۶

۱۶ عزیمت کی بجائے رخصت اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجوع جو ترک اولیٰ کے  
 قبیل سے ہیں، کے اکتساب سے صوفی کے مقامات و مدارج میں جو نقص اور کمی واقع  
 ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ مقامات تک رسائی حاصل نہیں کر پاتا تو اس  
 پر پشیمان و نادم ہوتا ہے، اللہ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار اور آہ و فریاد کرتا ہے اس لئے  
 اعلیٰ مقامات اور بے شمار درجات حاصل کر لیتا ہے۔

انابت، ندامت، رجوع، توبہ، آہ و زاری اور در ماندگی و انکساری وہ اعلیٰ مرتبہ  
 ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں کو مقربین کی صفوں میں لاکھڑا کرتا ہے،  
 چوروں کو قطب بنا لیا جاتا ہے۔ یوں شیطان کی ساری سازشیں دھری کی دھری رہ جاتی  
 ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے وہ صوفی گناہوں سے کنارہ کش ہو کر راہ حقیقت و  
 ہدایت پر گامزن ہو جاتا ہے۔ اس طرح اس کی خطائیں اور غلطیاں اس کی اصلاح اور  
 بلندی درجات کا زینہ بن جاتی ہیں۔



وچوں بدن عنصری در مقر خود استقرار یافت، بعد از مفارقت اور جب بدن عنصری اپنے جائے قرار میں قرار پاتا ہے۔ چھ لطائف سے جدائی اور ان لطائف ستہ و عروج آنها در عالم امر ہر آئینہ خلیفہ آنها دریں کے عالم امر میں عروج کے بعد ہر آئینہ جو ان (لطائف) کا خلیفہ (ہے) کئے عالم ہمیں بدن خواہد ماند و کارہمہ آنها خواہد کرد اس جہاں میں یہی بدن رہ جائے گا اور ان تمام کے کام کرے گا۔

### کے لطائف ستہ کا خلیفہ

جب صوفی کے جسم سے لطائف ستہ (قلب، روح، سر، خفی، اخفی، نفس) عالم امر کی طرف عروج کر جاتے ہیں تو ان میں سے ہر ہر لطیفے کا خلیفہ یہی بدن عنصری ہوتا ہے چونکہ اب یہی بدن عنصری اصل والے کام سرانجام دیتا ہے تو نور و ظہور، سرور و حضور عبادات و طاعات اور ترقیات وغیرہا جیسے بھی کام بدن انسانی ہی بطور نیابت و خلافت سرانجام دیتا ہے۔



بعد ازیں اگر الہام است برہمیں مضغہ است کہ خلیفہ  
 اس کے بعد اگر الہام (ہوتا) ہے اسی مضغہ گوشت پر (ہوتا) ہے  
 حقیقت جامعہ قلبیہ است، و آنچه در حدیث نبوی علیہ  
 جو حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ ہے<sup>۱۸</sup> اور وہ جو حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 الصلوٰۃ والسلام آمدہ است ”مَنْ أَخْلَصَ لِلَّهِ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا ظَهَرَ  
 میں آیا ہے جو مخلص ہوا اللہ کیلئے چالیس صبحیں (تو) حکمت کے  
 يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَى لِسَانِهِ“ مراد ازیں قلب  
 چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں اس قلب سے مراد  
 واللہ سبحانہ اعلم“ ہمیں مضغہ است  
 اللہ سبحانہ زیادہ جانتا ہے یہی مضغہ ہے۔<sup>۱۹</sup>

### مضغہ گوشت پر الہام

۱۸ جب لطیفہ قلب (قلب نوری) عالم امر کی طرف عروج کر جاتا ہے جسے حقیقت  
 جامعہ قلبیہ کہتے ہیں تو وہ اپنے انوار و اثرات اور فیوض و برکات قلب صنوبری پر چھوڑ  
 جاتا ہے جسے مضغہ گوشت بھی کہتے ہیں۔ خلیفہ ہونے کی وجہ سے قلب نوری والی  
 صلاحیتیں اور استعدادیں مضغہ گوشت میں پیدا ہو جاتی ہیں، اسی لئے اگر الہام نازل  
 ہوتا ہے تو مضغہ گوشت پر ہی ہوتا ہے۔

۱۹ مضغہ گوشت پر وارد ہونے والے الہام کی مثال حضرت امام ربانی قدس سرہ  
 العزیز نے حدیث شریف سے بیان فرمائی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ارشاد فرمایا کہ جو شخص چالیس دن اپنے آپ پر اس طرح کنٹرول کرے کہ سوائے اللہ



تعالیٰ کی مرضیات، عبادات اور اعمال صالحہ بجالانے کے، ہر قسم کے گناہوں سے بچنے، مخلوق خدا کی ایذا رسانی سے اجتناب کرے، تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے اور دانائی کے سوتے اُبلتے ہیں جن کا اظہار و اعلان اس کی زبان سے ہوتا ہے۔ اس کا ایک ایک کلمہ دلوں پر اثر کرتا ہے..... اس کے وعظ و نصیحت، قلب و نظر میں انقلاب برپا کر دیتے ہیں..... اس کے درس و تدریس کا ایک ایک لفظ دل و دماغ پر نقش ہوتا چلا جاتا ہے اس کی تحریر و تقریر سے بھٹکے ہوئے راہ راست پر آ جاتے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا پورا مہینہ اعتکاف فرمایا۔ بعض لوگ ۴۰ کا عدد پورا کرنے کیلئے ماہ رمضان کی آمد سے قبل ہی ۱۰ دن اعتکاف بیٹھ جاتے ہیں اور بعض لوگ پورا ماہ رمضان اعتکاف بیٹھنے کے علاوہ مزید دس دن اعتکاف کرتے ہیں تاکہ ماہ شوال کے چھ روزے بھی رکھ لیں اور ۴۰ کا عدد بھی پورا ہو جائے۔ یوں جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے پیش نظر ۴۰ روز اعمال صالحہ اور افعال حسنہ بجالاتا ہے تو اس کے قلب پر حکمت الہیہ کا نزول شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں قلب سے مراد حقیقت جامعہ قلبیہ نہیں بلکہ مضغہ گوشت ہے۔



و در احادیث دیگر ایس مراد متعین است، کما قال علیہ  
 اور دیگر حدیثوں میں یہ مراد متعین ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد  
 الصلوٰۃ والسلام ”انہ لیغان علی قلبی“

فرمایا بلاشبہ میرے دل پر (ہلکا سا) غبار طاری کر دیا جاتا ہے ۲۰

### إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَي قَلْبِي كِي وَضَاة

۲۰ قلب سے مراد مضغہ گوشت ہے اس موقف کی تائید میں حضرت امام ربانی قدس  
 سرہ دیگر احادیث مبارکہ بطور تائید بیان فرماتے ہیں۔ ان میں سے ایک إِنَّهُ لَيُغَانُ  
 عَلَي قَلْبِي (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۸۷۹) ہے اسکی قدرے وضاحت درج ذیل  
 ہے۔

اس حدیث میں قلب سے مراد قلبِ قلبِ نوری نہیں کہ جس پر غبار چھا جائے۔  
 بلکہ وہ قلب تو ہمہ وقت جلوؤں میں محور ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ تو کلیۃ غبار سے محفوظ ہو گیا  
 ہے۔ لہذا غین جس قلب پر آتا ہے اس سے مراد مضغہ گوشت ہی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور پر غبار آنے کی وجوہات میں سے ایک  
 وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے حال پر انتہائی شفقت و مہربانی سے پیش  
 آنے کی وجہ سے ان کی قلبی کثافتوں اور باطنی نجاستوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے جو غبار کی  
 طرح نظر آتا تھا، جسے غین سے تعبیر فرمایا گیا۔ (مزید تفصیلات کے لئے البینات شرح  
 مکتوبات جلد سوم مکتوب ۱ کا مطالعہ فرمائیں)

### حجاب قلبی کی اقسام

طاؤس الفقراء حضرت امام ابو نصر سراج طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے قلبی حجاب کی



چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

- ۱..... ”ختم“ اور ”طبع“ حجاب کی یہ قسم کفار کے دلوں پر ہوتی ہے۔
  - ۲..... ”رین“ اور ”قسوة“ حجاب کی یہ قسم منافقوں کے دلوں پر ہوتی ہے۔
  - ۳..... ”صدأ“ اور ”غشاوہ“ حجاب کی یہ قسم مومنوں کے دلوں پر چھاتی ہے۔
  - ۴..... ”غین“ حجاب کی یہ قسم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر آتی۔
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر غین (حجاب) چھانے کی مثال آئینہ کی سی ہے کہ جب آئینے کے سامنے انسان سانس لے تو وہ ہلکا سا دھندلا جاتا ہے مگر چند لمحوں کے بعد پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے۔

## اثرات صحبت

مشائخ عظام اپنے مریدین و سالکین کو حجابات قلبی سے محفوظ رکھنے کیلئے صحبت ناجنس سے منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ برے لوگوں کے قلبی اثرات، نفسانی وسواس و خطرات نامعلوم اور پوشیدہ طریقہ سے سرایت کرتے رہتے ہیں نتیجتاً باطنی مزاج بگڑ جاتا ہے اور روحانی پرواز میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

جبکہ صالحین کی صحبت اپنا رنگ دکھاتی ہے اور برے لوگوں کی صحبت قلوب پر غبار لاتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور بری صحبت کے اثرات کو تمثیلاً یوں بیان فرمایا ہے:

مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالشُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ

الْكَبِيرِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۱۰۸)

یعنی اچھے اور برے مصاحب کی مثال مشک اٹھانے والے اور بھٹی دھونکنے

والے جیسی ہے کستوری اٹھانے والا تمہیں کچھ دے گا یا تم اس سے خریدو گے یا تمہیں



اس کی عمدہ خوشبو آئے گی جبکہ بھٹی دھونکنے والا یا تمہارے کپڑے جلانے گا یا تمہیں اس کی ناگوار بدبو آئے گی۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا ترجمہ بزبان پنجابی یوں کیا ہے

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں  
 سودا بھاویں مول نہ لینے حلے آؤن ہزاراں  
 برے لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں  
 کپڑے بھاویں کنج کنج پھے چنگاں پین ہزاراں  
 کسی فارسی شاعر نے اہل اللہ کی صحبت و زیارت کی اہمیت یوں بیان کی  
 گرد متاں گرد اگر مے کم رسد بوئے رسد  
 گرچہ بوئے ہم نباشد رویتِ ایشاں بس است  
 ترجمہ بوہی کافی ہے اگر مے کش نہیں دیتے شراب  
 بو بھی گر حاصل نہیں، دیدار سے ہو فیضیاب



عروض غین بر مضغہ است نہ بر حقیقت جامعہ کہ او  
 غین (غبار) کا چھا جانا مضغہ گوشت پر ہے نہ کہ حقیقت جامعہ پر کیونکہ  
 بکلّیۃ از غین بر آمدہ است و در احادیث دیگر آمدہ از  
 وہ مکمل طور پر غین سے باہر آ گیا ہے اور دوسری احادیث میں (جو) قلب کا پلٹنا آیا  
 تَقَلَّبَ قَلْبٌ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ  
 (ہے) جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا مومن کا قلب  
 اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمَنِ"..... الخ

رحمن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے ۱۱

## قلب مومن کی تقلیب

۱۱ حدیث پاک قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمَنِ  
 يُقَلِّبُهُ، كَيْفَ يَشَاءُ (تفسیر الکبیر ج ۶، ۴۳۸/۶) (مومن کا قلب رحمن کی دو انگلیوں  
 کے درمیان ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے اسے پلٹتا ہے) میں قلب سے مراد متعین  
 مضغہ گوشت ہے جو الٹا پلٹتا رہتا ہے۔ کیونکہ حقیقت جامعہ الٹ پلٹ سے پاک ہے۔  
 (یہ حدیث پاک مشابہات میں سے ہے۔ مشابہات کے متعلق حضرت امام  
 ربانی قدس سرہ العزیز کا موقف البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۷۷ میں ملاحظہ  
 فرمائیں)



وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ كَرِيْشَةٍ فِي أَرْضِ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا دل اس ریشہ (پرنده کے پر کا معمولی حصہ) کی مانند

فَلَاةٍ ..... الخ - وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ

ہے جو بیابان میں (پڑا) ہو اور انہوں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے اللہ

قَلْبِي عَلَى طَاعَتِكَ

میرے دل کو اپنی اطاعت پر ثابت رکھ۔ ۲۳

## قلب مومن

۲۲ زیر نظر حدیث پاک بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے اس موقف کی تائید میں پیش فرما رہے ہیں کہ قلب سے مراد متعین مضغہ گوشت ہے یعنی بندہ مومن کا قلب، پرنده کے اس پر کی مانند ہے جو کسی جنگل بیابان میں پڑا ہو۔ جس طرح ہوائیں پر کے کٹے ہوئے ریشہ کو اڑائے پھرتی ہیں، ایسے ہی مومن کا دل دنیا کے جنگل میں اڑتا پھرتا ہے جس طرف سے دباؤ پڑتا ہے اسی طرف ہو جاتا ہے گویا قلب کی کیفیت یوں ہوتی ہے۔

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

۲۳ زیر نظر حدیث مبارکہ کے دعائیہ جملے میں اللٹنے پلٹنے اور اڑنے والے دل کے اطاعت الہی پر ثبات و قرار کی التجا کی جا رہی ہے۔ اے خدایا! گو قلوب کی تقلیب و تغیر تیری مشیت پر موقوف ہے لیکن تیرے حضور ہم ملتجی ہیں کہ ہمارے قلوب اپنی اطاعت و فرمانبرداری پر ہی مستقیم رکھنا۔ اللھم آمین

مذکورۃ الصدر احادیث مبارکہ سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ تلویحات و



وَالْتَقَلُّبُ وَعَدَمُ الثَّبَاتِ ثَابِتَةٌ لِهَذِهِ الْمُضْغَةِ لِأَنَّ الْحَقِيقَةَ الْجَامِعَةَ  
 اور دل کا پلٹنا اور عدم ثبات ثابت ہے اسی گوشت کے ٹکڑے کیلئے کیونکہ حقیقت جامعہ  
 لَا تَقْلُبُ لَهَا أَصْلَابٌ هِيَ مُطْمَئِنَّةٌ رَاسِخَةٌ عَلَى الْإِطْمِينَانِ وَالْخَلِيلِ عَلَى  
 کیلئے ہرگز کوئی قلب نہیں ہے بلکہ وہ مطمئنہ ہے (اور) اطمینان میں راسخ ہے۔  
 نَبِينَا وَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ حَيْثُ طَلَبَ الْإِطْمِينَانَ لِلْقَلْبِ أَرَادَ بِهِ  
 اور حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب قلب کیلئے اطمینان مانگا  
 الْمُضْغَةَ لِأَنَّ قَلْبَهُ الْحَقِيقِيَّ قَدْ كَانَ مُطْمَئِنًّا بِلَارَيْبٍ بَلْ نَفْسُهُ  
 مراد اس سے مضغہ ہے۔<sup>۲۳</sup> نہ کہ کوئی اور چیز کیونکہ ان کا قلب حقیقی  
 أَيْضًا كَانَتْ مُطْمَئِنَّةً بِسِيَاسَةِ قَلْبِهِ الْحَقِيقِيَّ .

تو بلاشبہ مطمئن تھا بلکہ ان کا نفس بھی مطمئن تھا ان کے قلب حقیقی کی سیاست کی بنا پر۔

تقلیبات اور ثبات و عدم ثبات مضغہ گوشت کیلئے ہی ہے کیونکہ حقیقت جامعہ، مقام  
 اطمینان پر متمکن ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے تقلیبات و تلوینات سے بالا ہے۔

۲۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک سوال مقدر کا جواب بیان فرما  
 رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جد الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے احیاء موتی کے  
 ذریعے اطمینان قلبی مانگا تھا، اس سے مراد حقیقت جامعہ ہے یا مضغہ گوشت ہے؟

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں قلب سے مراد مضغہ گوشت ہے کیونکہ  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قلب حقیقی یقیناً مقام اطمینان پر فائز المرام تھا بلکہ قلب حقیقی  
 کی تربیت و سیاست کی وجہ سے ان کا تو نفس بھی مطمئنہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی



اس دعا کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أُولَٰئِكَ  
تُؤْمِنُونَ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوبُكَ (البقرہ ۲: ۲۶۰) یعنی جب ابراہیم علیہ  
السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ فرمائے گا فرمایا کیا  
تجھے یقین نہیں؟ عرض کیا یقین کیوں نہیں لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو  
جائے۔

اس آیت مبارکہ میں اطمینان قلب سے مراد مضغہ گوشت کا اطمینان ہے کیونکہ  
آپ کا نفس تو پہلے ہی مطمئن تھا۔



قَالَ صَاحِبُ الْعَوَارِفِ قُدْسِ سِرُّهُ "إِنَّ إِلَهَامَ صِفَةِ النَّفْسِ  
 صَاحِبِ الْعَوَارِفِ قُدْسِ سِرُّهُ" نے فرمایا ہے شک الہام نفس مطمئنہ کی صفت ہے جو  
 الْمُطْمَئِنَّةِ الَّتِي عَرَجَتْ فِي مَقَامِ الْقَلْبِ وَإِنَّ التَّلْوِينَاتِ وَالتَّقْلِيْبَاتِ  
 مقام قلب میں عروج کر گیا<sup>۲۵</sup> اور بے شک تمام رنگتیں اور تبدیلیاں اس وقت  
 ح تَكُونُ صِفَاتِ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّةِ وَهُوَ كَمَا تَرَى مُخَالَفٌ لِلْأَحَادِيثِ  
 نفس مطمئنہ کی صفات ہوتی ہیں اور یہ جیسا کہ آپ نے دیکھا احادیث مذکورہ  
 الْمَذْكُورَةَ وَلَوْ تَيْسَّرَ الْعُرُوجُ مِنْ هَذَا الْمَقَامِ الَّذِي أَخْبَرَ الشَّيْخُ عَنْهُ  
 کے مخالف ہے اور اگر (انہیں) عروج میسر ہو جاتا<sup>۲۶</sup> اس مقام سے جس کے متعلق شیخ  
 لَعَلِمَ الْأَمْرَ كَمَا هُوَ عَلَيْهِ وَلَا حَ صِدْقٌ مَا أَخْبَرْتُ بِهِ وَطَابَقَ الْكَشْفُ  
 نے خبر دی ہے تو ضرور انہیں اس معاملے کا علم ہو جاتا جس کی انہوں نے بات کی ہے  
 وَالْإِلَهَامُ بِالْأَخْبَارَاتِ النَّبَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتِ وَالسَّلَامِ وَالتَّحِيَّةِ  
 اور ظاہر ہو جاتی صداقت اس کی جس کی میں نے خبر دی ہے اور کشف والہام  
 اخبارات نبویہ کے مطابق ہو جاتا۔ (علی صاحبہا الصلوات والسلام والتحية)

### صاحب عوارف کے قول پر تبصرہ

۲۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صاحب عوارف المعارف حضرت شیخ  
 شہاب الدین سہروردی قدس سرہ العزیز کے ایک قول پر تبصرہ فرما رہے ہیں کہ جب  
 نفس مطمئنہ کو مقام قلب تک رسائی نصیب ہو جائے تو الہامات و تلوینات و تقلیبات  
 و تغیرات اور رنگ آمیزیاں نفس مطمئنہ پر وارد ہوتی ہیں حالانکہ گذشتہ احادیث مبارکہ



میں تلونیات و تقلیبات کا محل مضغہ گوشت ہے لہذا ان کا یہ قول حدیث سے مطابقت نہیں رکھتا۔ دراصل حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ہر حال میں کتاب و سنت کی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ صوفیائے کرام کے مکشوفات والہامات کا قرآن و حدیث سے موازنہ کرتے ہیں اگر الہامات وغیرہا کتاب و سنت کے عین موافق ہوں تو انہیں قبول کر لیتے ہیں اور جو مکشوفات والہامات، کتاب و سنت سے متصادم ہوں انہیں رد کر دیتے ہیں۔ اس لئے سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی، قطب ربانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی، شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربی اور حضرت صدر الدین قونوی (رحمۃ اللہ علیہم) کے شریعت مطہرہ سے متصادم مکشوفات والہامات کو قابل رد سمجھتے ہیں لیکن ان حضرات کی عظمت کے پیش نظر ان کا ذکر خیر نہایت احترام سے کرتے ہیں اور ان کی کشفی خطا کو فقہاء کی خطائے اجتہادی کی مانند گردانتے ہیں۔ نیز اسے غلبہء حال اور سکر وقت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں تاکہ ان اولیائے عظام کا ادب و احترام لوگوں کے قلب و نظر میں بھی جاگزیں رہے اور ان کی عقیدت و جذبات میں کسی قسم کا کوئی فتور واقع نہ ہو۔

۲۶ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز احتراماً حضرت شیخ کے قول کی بابت فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت شیخ نفس مطمئنہ کے مقام پر فائز تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے ہی مقام و مرتبے کی خبر دی ہے البتہ اگر انہیں نفس مطمئنہ کے مقام سے اوپر عروج نصیب ہوتا تو ان پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی اور ان کا کشف والہام احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کے مطابق ہو جاتا۔



وَلَقَدْ تَعَلَّمُ أَنَّ مَا أَخْبَرْتُ بِهِ مِنْ خِلَافَةِ الْمُضْغَةِ وَرُودِ الْإِلْهَامِ عَلَيْهَا وَ  
 اور البتہ تحقیق تمہیں علم ہو یقیناً کہ جس کے بارے میں مضغہ گوشت  
 صَيْرُورَتِهَا صَاحِبِ أَحْوَالٍ وَتَلْوِينَاتٍ مِمَّا كَبُرَ عَلَى الْمُتَعَصِّبِينَ  
 کی خلافت کی میں نے خبر دی ہے اور الہام کا ورود اسی پر ہوتا ہے اور اس کا احوال  
 الْجَاهِلِينَ الْقَاصِرِينَ عَنْ حَقِيقَةِ الْأَمْرِ وَثَقُلَ عَلَيْهِمْ فَمَاذَا يَقُولُونَ فِي  
 وتلوینات والا ہونا کئے یہ باتیں جو شاق گذریں، متعصبین، جاہلین حقیقت حال سے  
 الْأَخْبَارِ النَّبَوِيَّةِ عَلَيْهِ وَعَلَى إِلِهِ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامُ

قاصرین پر اور گراں گذریں ان پر۔ ۲۸ تو وہ کیا کہیں گے اخبار نبویہ علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ  
 والسلام کے بارے میں

۲۷ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی بیان فرمودہ گذشتہ تحقیق سے عیاں ہو گیا  
 ہے کہ مضغہ گوشت، حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ بن جاتا ہے فلہذا الہام کا مورد بھی مضغہ  
 گوشت (قلب صنوبری) ہی ہوتا ہے۔ اس لئے صاحب احوال وتلوینات وتقلبات  
 بھی یہی قلب صنوبری ہوتا ہے۔

۲۸ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رنج وملال وافسوس کا اظہار فرما رہے  
 ہیں کہ ہماری تحقیق حقیقت حال سے بے خبر، جہال اور متعصبین پر بڑی گراں وثقیل  
 گذرتی ہے۔ دراصل تعصب ایسا اخلاقی وروحانی مرض ہے جس میں مبتلا انسان اپنی  
 ہٹ دھرمی اور ڈھٹائی کی وجہ سے غلط بات پر ڈٹ جاتا ہے۔ وہ بات کی تہہ تک پہنچنے کی  
 کوشش ہی نہیں کرتا اس لئے حقیقت حال سے محروم رہتا ہے۔ سالک اور صوفی کو اس قسم  
 کی حرکات سے کلیۃً اجتناب کرنا چاہئے۔



حَيْثُ قَالَ "إِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ لَمْضَغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ  
 جِيسے انہوں نے ارشاد فرمایا بے شک بنی آدم کے جسم میں ایک مضغہ گوشت ہے  
 كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" جَعَلَ صَلَّى اللَّهُ  
 جب وہ درست ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جائے تو سارا  
 تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمَضَغَةُ هِيَ الْقَلْبُ عَلَى سَبِيلِ الْمُبَالَغَةِ وَنَاطَ  
 جسم بگڑ جاتا ہے آگاہ رہو وہ قلب ہے انہوں نے مضغہ کو برسبیل مبالغہ قلب بنایا  
 صَلاَحَ الْجَسَدِ وَفَسَادَهُ بِصَلَاحِهَا وَفَسَادِهَا

ہے اور متعلق فرمادیا جسم کی اصلاح اور فساد کو اس کی درستگی اور خرابی کے ساتھ۔ ۲۹

تعصب چھوڑ ناداں دہر کے آئینہ خانے میں  
 یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے  
 بعض لوگ بے علمی اور نادانی کی وجہ سے کسی غلط موقف پر اڑ جاتے ہیں اور بعض  
 لوگوں میں حقیقت حال تک پہنچنے کیلئے روحانی استعداد اور علمی قابلیت ہی نہیں ہوتی۔  
 اس لئے وہ بھی اپنے غلط موقف پر ڈٹے رہتے ہیں اس قسم کے جاہل اور احمق لوگوں کا  
 آپ یہاں شکوہ فرما رہے ہیں۔

۲۹ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جاہل اور نادان  
 لوگوں کو اگر میری تحقیق سے اختلاف ہے تو وہ اس حدیث مبارکہ کا کیا جواب دیں گے  
 جس میں واضح طور پر مضغہ گوشت کو قلب فرمایا گیا ہے۔ لہذا ہماری بیان کردہ تحقیق ہی  
 کتاب و سنت کے عین مطابق ہے۔ (وللہ الحمد)

حدیث پاک کے الفاظ درج ذیل ہیں:



فَجُوزُ لِهَذِهِ الْمُضْغَةِ مَا يَجُوزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِيقِيِّ وَإِنْ كَانَ عَلَى سَبِيلِ  
 پس جائز ہے اس مضغہ کیلئے جو جائز ہوتا قلب حقیقی کے لئے اگرچہ ہو نیابت اور  
 النِّيَابَةِ وَالْخِلَافَةِ. وَاعْلَمْ أَنَّ الرُّوحَ لَمَّا فَارَقَ الْجَسَدَ بِالمَوْتِ الَّذِي  
 خلافت کے طریق پر جان لو بیشک روح جب جدا ہو جاتی ہے جسم سے اس موت  
 هُوَ قَبْلَ المَوْتِ وَجَدَ العَارِفُ الوَاصِلُ رُوحَهُ غَيْرَ دَاخِلِ  
 کے ذریعے جو قبل از موت ہو (تو) پاتا ہے عارف واصل اپنی روح کو نہ جسم میں  
 فِي الْجَسَدِ وَلَا خَارِجَ عَنْهُ، وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهُ وَلَا مُفْصِلٍ عَنْهُ،  
 داخل نہ اس سے خارج اور نہ اس سے متصل اور نہ اس سے جدا

إِنَّ فِي جَسَدِ بَنِي آدَمَ لَمْضُغَةً..... أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ  
 یہی مضغہ گوشت جسے مبالغۃً قلب فرمایا گیا ہے، خیر و شر اور صلاح و فساد کا محل  
 ہے جس کے صلاح و فساد پر جسم کی صحت و عدم صحت کا دار و مدار ہے۔ لہذا یہ بات عیاں  
 ہو گئی کہ جو الہامات و پیغامات قلب حقیقی پر وارد ہوتے ہیں ان الہامات کا ورود مضغہ  
 گوشت پر بھی ہوتا ہے اگرچہ نیابت و خلافت کے طور پر ہی ہو۔  
 ۳۰ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جب سالک کی روح  
 دوران سلوک عروجی منازل طے کرتی ہوئی عالم بالاتک رسائی حاصل کر لیتی ہے  
 تو اسے فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے جسے موت قبل از موت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

### اقسام موت

روح کے جسم سے نکلنے کے اعتبار سے موت کی دو قسمیں ہیں۔



## صورت موت

اس موت میں نفس غلبہ محبت کے ظہور اور صاعقہ احدیت کے نزول کے باعث ماسوا کی دید و دانش سے آزاد ہو جاتا ہے اور انسانیت سے گذر جاتا ہے بلکہ اپنا کوئی نام و نشان بھی نہیں چھوڑتا اور غیب ہویت کی تیغ آرزو سے مقتول ہو جاتا ہے۔ اَوْ مَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ (الانعام: ۱۲۶) (کیا ایسا نہیں ہے کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا) کی خوشخبری اور مَن قَتَلْتُهُ فَأَنَادِيْتُهُ (تفسیر روح المعانی جزء ۲/۱۳۴) (جس کو میں قتل کرتا ہوں اس کی دیت میں خود ہوں) کی بشارت، اس طرح کے مقتول و گم شدہ کو سر بلند کر دیتی ہے اور اس کے معاملے کو سب سے آگے کر دیتی ہے۔ اس موت میں گو روح عالم بالا تک پہنچ جاتی ہے مگر اس کا تعلق و نگرانی جسم کے ساتھ بدستور قائم رہتا ہے۔ اس موت کو مَوْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کو فناء مطلق بھی کہتے ہیں۔

بے فناء مطلق و جذب قوی کے حریم وصل محرم شوی

## حقیقت موت

وہ موت ہے جس میں انسان کی وفات پر اس کی تجہیز و تدفین کا اہتمام کیا جاتا ہے اسے طبعی موت بھی کہا جاتا ہے۔ جس میں اولیائے کرام دار فنا سے دار بقا کی طرف نقل مکانی کرتے ہیں۔ جیسا کہ روایت میں ہے: أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا يَمُوتُونَ وَلَكِنْ يَنْتَقِلُونَ مِنْ دَارٍ إِلَى دَارٍ (مرقاۃ المفاتیح جزء ۸/۶) یعنی آگاہ رہو کہ یقیناً اولیاء اللہ مرتے نہیں لیکن ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ بقول شاعر

ہیں دونوں گھرانہی کے جس گھر میں جی چاہا جا بیٹھے  
کبھی اس گھر میں آ بیٹھے کبھی اس گھر میں جا بیٹھے



وَوَجَدَ أَنَّ لِلرُّوحِ تَعَلُّقًا مَعَ الْجَسَدِ لِصَلَاحِ الْجَسَدِ بَلْ لِعَرَضٍ يَعُودُ  
 اور پاتا ہے روح کا تعلق جسم کے ساتھ جسم کی اصلاح کیلئے بلکہ اس غرض کے لئے بھی کہ  
 إِلَى الرُّوحِ كَمَالُهُ، أَيْضًا وَذَلِكَ التَّعَلُّقُ هُوَ مَنْشَأُ الصَّلَاحِ وَالْخَيْرِ فِي  
 لوٹ آئے روح کی طرف اس کا کمال بھی اور یہ تعلق وہ ہے جس کی منشا جسم میں  
 الْجَسَدِ وَلَوْلَا ذَلِكَ التَّعَلُّقُ لَصَارَ الْجَسَدُ بِحَدَافِيرِهِ شَرًّا وَنَقْصًا.  
 خیر اور بھلائی ہے اور اگر یہ تعلق نہ ہو تو جسم مکمل طور پر (سراپا) شر اور نقص ہو جائے ۳۱

### عارف کے احساسات

۳۱ جب عارف کو عالم قدس تک وصل نصیب ہو جاتا ہے تو وہ باطنی طور پر اپنی روح  
 کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ نہ میرے جسم میں داخل ہے اور نہ جسم سے باہر ہے.....  
 نہ جسم سے متصل ہے اور نہ اس سے جدا ہے کیونکہ چلنا، پھرنا، کھانا، پینا، سونا، جاگنا  
 وغیرہ روح مع الجسد کے کام ہیں۔

◎..... جب عارفِ داخل کو روح کے جسم کے ساتھ اندر و باہر، اتصال و انفصال کا کچھ  
 بھی علم نہیں ہوتا تو وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ روح کا جسم کے ساتھ تعلق صرف جسم کی  
 اصلاح و درستگی کے لئے ہے بلکہ عارف کے جسم میں ابقائے روح سے یہ بھی غرض ہوتی  
 ہے کہ روح کلی طور پر جسم سے جدا نہ ہو اور روح مرتبہ کمال تک پہنچ جانے کے بعد پھر جسم  
 کی طرف عود کر آئے تاکہ جسم کی اصلاح و خیر و درستگی قائم رہے اور اگر روح کا جسم کے  
 ساتھ یہ تعلق نہ ہوتا تو سارا جسم شر و نقصان و فساد کا محل ہو جاتا خیر و صلاح اس میں بالکل  
 نہ رہتی۔



وَهَكَذَا الْحَالُ لِلْوَاجِبِ تَعَالَى مَعَ الرُّوحِ وَغَيْرِهِ فَإِنَّهُ تَعَالَى غَيْرُ دَاخِلٍ فِي  
یہی حال واجب تعالیٰ کا روح وغیرہ کے ساتھ ہے پس یقیناً وہ تعالیٰ نہ عالم میں داخل  
العَالَمِ وَلَا خَارِجٍ عَنْهُ، وَلَا مُتَّصِلٍ مَعَهُ، وَلَا مُنْفَصِلٍ عَنْهُ، وَلَهُ سُبْحَانَهُ تَعَلُّقٌ

ہے اور نہ اس سے خارج اور نہ اس کے ساتھ متصل ہے اور نہ اس سے منفصل اور اس

مَعَ الْعَالَمِ خَلْقًا وَابْقَاءً وَإِفَاضَةً لِلْكَمَالَاتِ وَإِيْلَاءً لِلنَّعْمِ وَالْخَيْرَاتِ فَإِنَّ

سبحانہ کا عالم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا، باقی رکھنے کا اور کمالات کے فیضان کا

قُلْتُ إِنَّ عُلَمَاءَ أَهْلِ الْحَقِّ مَا تَكَلَّمُوا فِي الرُّوحِ مِثْلَ هَذَا الْكَلَامِ بَلْ

اور نعمتوں اور بھلائیوں کی استعداد پیدا کرنے کا ہے۔ ۳۲ اگر تم کہو کہ علمائے اہل

كَادُوا لَمْ يُجَوِّزُوهُ وَأَنْتَ مُلتَزِمٌ وَفَاقَهُمْ فِي الْقَلِيلِ وَالْكَثِيرِ فَمَا وَجْهُهُ.

حق نے روح کے متعلق اس جیسا کلام نہیں کیا بلکہ تقریباً انہوں نے اسے جائز نہیں

قُلْتُ الْعَالَمِ بِحَقِيقَةِ الرُّوحِ قَلِيلٌ مِنْهُمْ فَهَمَّ مَعَ قَلْبِهِمْ إِنَّمَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا

فرمایا اور آپ قلیل و کثیر میں ان کی موافقت لازم جانتے ہیں تو اس کی کیا وجہ

بِكَشْفِ الْكَمَالَاتِ الرُّوحِيَّةِ

ہے؟ ۳۳ میں کہتا ہوں حقیقت روح کو جاننے والے ان میں قلیل ہیں لہذا انہوں نے

اپنی قلت کی وجہ سے روحی کمالات کے اظہار پر کلام نہیں فرمایا

۳۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ

جس طرح روح کا جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے ایسے ہی حق تعالیٰ سبحانہ کا روح اور

کائنات کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ جب عارف واصل روح کے متعلق یہ محسوس کرتا ہے



کہ وہ نہ جسم کے اندر ہے نہ باہر، نہ متصل ہے نہ منفصل تو وہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسے سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کہوں؟۔ اسی مقام پر فلاسفہ نے روح کے قدیم ہونے کا قول کر دیا۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز نے بھی کسی مقام پر روح کو مجرد عن المادة قرار دے کر اسے قدیم کہہ دیا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا یہ خصوصی کمال ہے کہ وہ اپنے کشف کو آوارہ اور بے لگام نہیں ہونے دیتے۔ اگر آپ کا کشف شریعت مطہرہ کے احکامات اور متکلمین علمائے اہلسنت کی تحقیقات کے مطابق درست ہو تو اسے تسلیم کر لیتے ہیں ورنہ اسے رد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نہ کائنات میں داخل ہے نہ خارج..... نہ متصل ہے نہ منفصل وہ تعالیٰ اتصال و انفصال و اتحاد سے پاک ہے۔ بس خدا، خدا ہے اور کائنات، کائنات ہے، تعلق ہے تو بس اتنا کہ اللہ خالق ہے اور کائنات مخلوق ہے..... اللہ رازق اور یہ مرزوق ہے..... اللہ رب ہے اور یہ مربوب ہے۔ لہذا روح وغیرہا کے قدم کا قول عبث اور فضول ہے۔

### ایک شبہ اور اس کا ازالہ

۳۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ علمائے متکلمین اہلسنت نے روح کے متعلق نہ ہی کلام کیا ہے اور نہ اس کے متعلق کلام کے جواز کا قول کیا ہے۔ آپ ان علمائے اہل حق کے ساتھ موافق ہونے کے باوجود روح کے متعلق اتنی تفصیلی گفتگو کیوں فرما رہے ہیں؟

آپ جو ابا ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقت روح کو جاننے والے علماء بہت کم ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی قلتِ علم کے پیش نظر روحی کمالات کی تفصیلات کو بیان نہیں فرمایا فقط اجمال پر ہی اکتفا فرمایا ہے کہ کہیں عوام کا لانعام سوائے فہم کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا



وَ اِكْتَفُوا بِالْاَجْمَالِ اجْتِنَاباً عَنْ سُوءِ فَهْمِ الْعَوَامِ وَ وَقُوعِهِمْ فِي الضَّلَالِ

اور انہوں نے اجمال پر اکتفا فرمایا، عوام کی کج فہمی اور ان کے گمراہی میں پڑنے سے

فَانَّ الْكَمَالَاتِ الرُّوحِيَّةَ شَبِيهَةً صُورَةً بِالْكَمَالَاتِ الْوُجُوبِيَّةِ وَالْفَرْقُ

اجتناب کرتے ہوئے، بے شک روحی کمالات، وجوبی کمالات سے صورتہ مشابہ ہیں

دَقِيقٌ لَا يَطَّلِعُ عَلَيْهِ اِلَّا الرَّاسِخُونَ مِنَ الْعُلَمَاءِ

(ان میں) فرق بہت ہی باریک ہے جس پر سوائے علمائے راسخین کے اور مطلع نہیں ہوتے

نہ ہو جائیں۔ چونکہ وجوبی کمالات ( کمالات الہیہ ) کے ساتھ روحی کمالات صورت

کے اعتبار سے ( حقیقت کے اعتبار سے نہیں ) بہت مشابہت رکھتے ہیں، اس لئے ان

دونوں کے درمیان فرق بہت باریک ہے۔ بنا بریں اس باریک اور دقیق فرق پر مطلع

ہونے والے علماء نے تفصیلات میں جائے بغیر اجمال ہی میں مصلحت دیکھی، بلکہ علمائے

راسخین نے بر بنائے احتیاط خود بھی اس کے متعلق گفتگو نہیں فرمائی اور اس کے متعلق کلام

کرنے والوں اور اس کی حقیقت کو بے نقاب کرنے والوں کا سرے سے انکار ہی کر دیا۔

تا کہ فتنہ کا دروازہ بند ہو جائے اور لوگ اس قسم کی باریکیوں میں الجھ کر کہیں کمالات روح

کو کمالات الہیہ نہ سمجھ لیں ورنہ وہ روحی کمالات کے ہرگز منکر نہ تھے۔



فَرَأُوا الْمَصْلِحَةَ فِي الْإِجْمَالِ بَلْ فِي الْإِنْكَارِ عَنْ بَيْنِهِ وَكَشَفَ  
پس انہوں نے مصلحت اجمال میں ہی جانی بلکہ انہوں نے اس کو بیان اور اس کی

عَنْ حَقِيقَتِهِ فَلَا يَنْكُرُونَ كَمَا لَا تَهِيَ الَّتِي سَبَقَ ذَكَرَهَا . وَالْعَبْدُ  
حقیقت کے انکشاف سے انکار کر دیا۔ پس وہ اس (روح) کے کمالات کا انکار نہیں کرتے

الضَّعِيفُ أَنْمَا بَيْنَهُ وَكَشَفَ عَنْ بَعْضِ خَوَاصِهِ اعْتِمَادًا عَلَى عِلْمِهِ  
جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا۔ اور بندہ ضعیف نے اس (روح) کے متعلق بیان اور اس

### الصَّحِيحُ وَكَشَفَ الصَّرِيحُ

کے بعض خواص کو منکشف کیا ہے ۳۴ علم صحیح اور کشف صریح پر اعتماد کرتے ہوئے

۳۴ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ازراہ عجز فرماتے ہیں کہ اس بندہ ضعیف نے

جو روح کے متعلق کلام کیا اور اس کے بعض خواص کو کھولا ہے یہ سب اللہ کی نصرت و

توفیق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اپنے کشف صریح اور علم صحیح پر اعتماد کرتے

ہوئے بطور تحدیث نعمت بیان کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اسے بیان کرنے سے جو شبہ

مانع تھا اس کا ازالہ بھی کر دیا ہے اور ان خصوصی علوم و معارف کے مطالعہ سے یہ امر واضح

ہو جاتا ہے کہ وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (الاسراء: ۱۷: ۸۵) کے مصداق

حضرت امام ربانی قدس سرہ راسخین فی العلم میں سے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ

عَلَى ذَلِكَ



بعون اللہ سبحانہ و توفیقہ و صدقہ حبیبہ علیہا الصلوٰۃ والسلام  
اللہ سبحانہ کی مدد اور اس کی توفیق اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام والہ  
والہ الکرام مع ازالۃ شُبہة مانعة عن البیان فافہم . ومما ینبغی  
الکرام کے صدقہ سے شبہ کے ازالہ کے ساتھ ساتھ جو بیان سے مانع تھا پس خوب سمجھ لو۔  
ان یرعلم ان الجسد کما استفاد من الروح کمالات لا تحصى  
اور مناسب یہ ہے کہ جانا جائے کہ جسم نے جیسے روح کے بے شمار کمالات سے استفادہ کیا  
فالروح ایضاً کتسب من الجسد فوائد عظیمی حیث صار  
پس روح نے بھی ۳۵ جسم سے عظیم فوائد کا اکتساب کیا یوں کہ  
سمیعاً بصیراً متکلماً متجسداً بجسد مکتسباً مباشراً لأفعال  
سننے والی، دیکھنے والی، کلام کرنے والی، مجتسد ہوگئی ایسے جسد کے ساتھ اکتساب کرنے والی

ناسبت بعالم الاجساد.

افعال کو بذات خود سنبھالنے والی ہے جو عالم اجسام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں

روح و جسد کا باہمی استفادہ و استفادہ

۳۵ جسم اور روح دونوں ایک دوسرے سے مستفیض اور مستفید ہوتے ہیں۔ جہاں  
جسم روح کے ذریعے بے شمار کمالات حاصل کرتا ہے وہاں روح کو بھی جسم سے کئی  
فائدے ملتے ہیں۔ روح جسم میں آ کر مجتسد ہو جاتی ہے اور جسم کے حواس سے سنتی،  
دیکھتی اور کلام کرتی ہے جن کا جسم کے بغیر احساس ممکن نہ تھا کیونکہ روح تو فطری طور پر  
اپنے آپ سے بھی بے خبر ہے اسے دوسروں کی کیا خبر ہوگی؟



غرضیکہ روح اور جسد کے باہمی استفادہ و استفادہ سے ایسا قریبی رابطہ ہو جاتا ہے کہ بقول حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا - اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا یعنی ہمارے جسم ہماری روحوں ہیں اور ہماری روحوں ہمارے جسم ہیں۔

جب عارف واصل باللہ ہو جاتا ہے تو انوار و تجلیات، فیوضات و برکات اور لطافت و نورانیت کی بدولت اس کی روح ایسے افعال کر سکتی ہے جو اجسام کے افعال کے مناسب ہوتے ہیں وہ اسی جسد مکتسب کی قسم سے ہیں اور اکابر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی روحانی امداد بھی اسی قسم کے جسمانی افعال کی مناسبت سے ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر مختلف طریقوں سے انہوں نے دشمنوں کو ہلاک کیا اور دوستوں کی امداد فرمائی وغیرہ۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۳۹)

عارف باللہ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں شہداء کے متعلق تحریر فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی يُعْطِيْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاۗءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاءُ وَاَنْ يَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَآءَهُمْ وَيُدْمِرُوْنَ اَعْدَاءَهُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی یعنی اللہ تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت دیتا ہے۔ وہ زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہیں جاتے ہیں اور وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آیت کریمہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ وَالشّٰهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ (الحديد: ۱۹) کے مطابق اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ صدیقیت اور درجہ شہادت پر فائز ہوتے ہیں وہ بھی اپنے مریدوں کی امداد اور ان کے دشمنوں کو برباد کرتے ہیں۔



وچوں نفس مطمئنہ بروحانیاں ملحق شد، چنانکہ بالا  
 اور جب نفس مطمئنہ روحانیوں کے ساتھ ملحق ہو گیا جیسا کہ پہلے  
 گذشتہ عقل بجائے اور عالم اجساد بخلافت اونشست  
 گذرا عقل اس کی جگہ عالم اجسام میں اس کی خلیفہ بن کر بیٹھی اور  
 وعقل معاد نام یافت۔

عقل معاد کا نام پایا ۳۶

## عقل معاد کی خلافت

۳۶ جب روح عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو اس کی جگہ نفس مطمئنہ مسند خلافت پر  
 متمکن ہو جاتا ہے اور جب روح کی اتباع میں نفس مطمئنہ بھی عالم ارواح میں رسائی  
 حاصل کر لیتا ہے تو جسم میں اس کا خلیفہ عقل معاد ہوتی ہے۔  
 اہل طریقت نے عقل کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱..... عقل معاش      ۲..... عقل معاد

## عقل معاش

وہ عقل ہے جسے ہمہ وقت پوشاک، خوراک، عیش و آرام، طعام اور ضروریات  
 زندگی کی فکر و انگیر رہے۔ دین و آخرت سے کوئی سروکار نہ ہو۔ اس قسم کی عقل خالص  
 دنیا داروں کی ہوتی ہے جو نیکو کار لوگوں کو خواہ اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو، بے وقوف  
 گردانتے ہیں۔ جس طرح منافق لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہتے تھے اور  
 طعن دیتے تھے کہ انہوں نے دنیا چھوڑ رکھی ہے، ہمہ وقت مسجد میں ہی بیٹھے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جواباً ارشاد فرمایا: لَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ (البقرہ ۴: ۱۳)



آگاہ رہو یہی لوگ بے وقوف ہیں۔

یاد رہے کہ دنیا داروں کی زندگی یاد خدا سے غافل ہونے کی وجہ سے قلبی سکون اور ذہنی اطمینان سے یکسر خالی ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے ان دنیا داروں کی زندگی کی خوب عکاسی کی ہے

یہ بھی کوئی زندگی ہے بے نظام و بے اساس  
جذبہ تقلید مغرب میں زبون و بد حواس  
آہ بھرتی زندگی، آنسو بہاتی زندگی  
موت کی دلدل کی تہہ میں کلبلاتی زندگی

دنیا اور دنیا داروں کی مذمت کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ مَلْعُونٌ مَا فِيهَا إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ (ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۱۰۲)

حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث پاک کا مفہوم

یوں منظوم فرمایا ہے

اہل دنیا چہ کہیں و چہ مہین  
لعنة الله عليهم اجمعين

## عقل معاد

وہ عقل ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی بنا پر ہر وقت آخرت کی فکر رہتی ہے۔

اس کی سوچ کا مرکز و محور دنیا کی بجائے دین اور آخرت ہوتا ہے۔ دراصل یہ حال مست

اور اہل اللہ کی عقل ہوتی ہے جنہیں نہ عزت مطلوب ہوتی ہے نہ ذلت کی پرواہ۔ تخت

شاہی پر بٹھا دو کوئی خوشی نہیں، بوریے پر بٹھا دو کوئی غم نہیں، ہر وقت مرضیٰ مولا پیش نظر

ہوتی ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اس قسم کے لوگوں کے متعلق خوب کہا



برتر از اندیشہء سود و زیاں ہے زندگی  
 ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی  
 یاد رہے کہ صوفی شعراء نے عقل پر کڑی تنقید کی ہے اور عقل و عشق کا بڑا موازنہ  
 کیا ہے بلکہ عقل سے اظہار نفرت فرمایا ہے۔ اس سے مراد وہ عقل ہے جو دنیا کے  
 دھندوں، اندیشوں اور مصلحتوں میں مصروف کار رہتی ہے جسے حضرت رومی کی زبان  
 میں عقل عیار بھی کہا گیا ہے۔ عقل معاد کی کسی نے بھی مخالفت و مذمت نہیں کی بلکہ اسے  
 عقل پاک اور عشق پاک کے ناموں سے معنون فرمایا ہے۔

علامہ اقبال مرحوم نے عقل و عشق کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے

عقل عیار ہے ، سو بھیس بنا لیتی ہے

عشق بیچارہ نہ ملا ہے ، نہ زاہد ، نہ حکیم

حدیث پاک میں عقل کو خلق اول فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اوّل مَا خَلَقَ اللّٰهُ

الْعَقْلُ (تفسیر الکبیر ج ۱۵: ۳۷) سے عیاں ہے۔ اکثر صوفیاء کرام کے نزدیک عقل اول

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، جسے حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات

والتسلیمات کہا جاتا ہے۔

## عقل کی تعریف

فاضل اجل حضرت علامہ شریف جرجانی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ عقل کی تعریف

کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

الْعَقْلُ مَا يَعْقُلُ بِهِ حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ قِيلَ مَحَلُّهُ الرَّأْسُ وَقِيلَ

مَحَلُّهُ الْقَلْبُ یعنی عقل وہ ہے جس کے ذریعے حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے بعض

نے اس کا محل سر (دماغ) کہا ہے اور بعض نے اس کا محل قلب کہا ہے۔



## محل عقل

آئمہ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا عقل کا محل دماغ ہے یا دل۔  
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک  
عقل کا محل دماغ ہے۔ جبکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقل کا مستقر  
قلب ہے اور حنابلہ کا بھی یہی موقف ہے۔

علمائے متکلمین نے ان اقوال کے درمیان تطبیق بیان فرمائی ہے کہ علم کے  
کو اسب، قوائے دماغیہ ہیں لیکن اس کا مستقر قلب ہے۔  
حضرت علامہ سید محمد رضی زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ  
اللہ تعالیٰ نے عقل کو دماغ میں پیدا فرمایا ہے مگر اس کا نور قلب میں ہے۔

(تاج العروس جلد ہشتم)

## حضرت خطیب الاسلام کی تطبیق

خطیب الاسلام، ابوالکلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ قدس سرہ  
العزيز (وارث مسند آ لومہار شریف ضلع سیالکوٹ پاکستان) تطبیق دیتے ہوئے رقمطراز  
ہیں کہ عقل کی دو قسمیں ہیں۔

عقل جزئی اور عقل کلی

## عقل جزئی

عقل جزئی کا مرکز سر (دماغ) ہے۔ جہاں سے وہ حواس خمسہ کے ذریعے عالم  
کثرت سے رابطہ کرتی ہے اور عالم رنگ و بو اور دنیائے صوت و صورت کے مشاہدہ میں  
محور رہتی ہے تا آنکہ وہ اپنے آپ کو اسی دنیائے آب و گل کا مکین یقین کر لیتی ہے۔



## عقل کلی

عقل کلی کا مرکز دل ہے اور اس کا مقصود مکان کی بجائے لامکان اور عالم کثرت کی بجائے دنیاے وحدت ہے۔ روح انسانی سر کے ذریعے عالم کثرت سے تعلق قائم رکھتی ہے اور دل کے ذریعے عالم وحدت سے مربوط رہتی ہے۔ (مقالات خطیب الاسلام) حضرت خطیب الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جس دل کو عقل کلی کا مرکز قرار دیا ہے قدوة الاخیار حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دل کو جوہر نورانی، عقل مستفاد، مطلع انوار، منبع اسرار اور عرش رحمانی کہا ہے

دل بہ معنی جوہر روحانی است  
 دل نہ از جسم است و نے جسمانی است  
 آنکہ دانا گفت عقل مستفاد  
 در حقیقت داں کہ دل بودش مراد  
 دل چه باشد مطلع انوار حق  
 دل چه باشد منبع اسرار حق  
 پیش سالک عرش رحمان است دل  
 جملہ عالم چوں تن و جاں است دل



ایس زمان فکر و اندیشہ اوہمہ برائے آخرت مقصود  
 اس وقت اس کی تمام فکر و سوچ ۳۷ آخرت کیلئے محدود ہو جاتی ہے اور دنیوی  
 گشت، واز اندیشہ معیشت فارغ آمد  
 اسباب کے فکر سے فارغ ہو گئی۔

۳۷ جب عقل معاد مند خلافت پر فائز المرام ہوتی ہے تو اس وقت عقل معاد کی سوچ  
 و بچار اور اندیشہ و افکار دنیوی نہیں رہتے بلکہ اخروی ہو جاتے ہیں۔

## فکر کی اقسام

عرفائے طریقت نے سوچ و فکر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

فکر لایہی اور فکر الہی

فکر لایہی: یہ خالص دنیا داروں کی سوچ ہوتی ہے جو اپنی کجی فکر کی وجہ سے اچھی بات  
 کا بھی غلط مفہوم لیتے ہیں اور یہ عقل معاش کا نتیجہ ہوتا ہے۔

فکر الہی: جب کسی صوفی و سالک کا تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس ہو جاتا ہے تو وہ بری بات  
 کا بھی اچھا اور مثبت مفہوم لیتا ہے یہ عقل معاد کا ثمرہ ہوتا ہے۔

جب سالک کو عقل معاد نصیب ہوتی ہے تو وہ دنیوی فکروں سے آزاد اور معاشی

اندیشوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور ہرچہ با د اباد کے مصداق کسی قسم کے نفع و نقصان  
 کی پرواہ نہیں کرتا تو اسے شرح صدر کی بدولت نور فراست نصیب ہوتا ہے۔



وشایان فراست شد بواسطہ نوری کہ اور اعطا فرمودہ اند این اور فراست کے لائق ہو گئی ۳۸ اس نور کے واسطہ سے جو اسے عطا فرماتے ہیں مرتبہ نہایت مراتب کمالات عقل ست ناقصے این جا یہ مرتبہ کمالات عقل کے آخری مرتبوں میں سے ہے۔ کوئی ناقص اعتراض نکند، کہ نہایت مراتب کمالات عقل می باید کہ اس جگہ اعتراض نہ کرے کہ کمالات عقل کے انتہائی مرتبوں میں چاہئے کہ درنسیان معاش و معاد متحقق شود، کہ در مبدأ اندیشہ او معاش اور معاد کا نسیان متحقق ہو جائے۔ کہ ابتدا میں اس کی فکر سوائے غیر حق سبحانہ و تعالیٰ ہیج نباشد چہ دنیا و چہ آخرت۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کے کوئی نہیں ہوتی خواہ دنیا ہو، خواہ آخرت۔

## فراست

۳۸ فاضل اجل حضرت شیخ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ فراست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

الْفِرَاسَةُ هِيَ مُكَاشَفَةُ الْيَقِينِ وَمُعَايِنَةُ الْغَيْبِ (کتاب التعریفات)

یعنی اہل حقیقت کی اصطلاح میں یقین کے مکاشفہ اور غیب کے معائنہ کا نام

فراست ہے۔ طریقت کی یہ اصطلاح ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات

اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۳۰۵۲)

(یعنی مومن کی فراست سے بچو بے شک وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) سے ثابت ہے۔

مومن کی فراست سے بچنے کا مطلب ڈرو اور ہوشیار رہو ہے اور نور فراست کا



مفہوم یہ ہے کہ اس کی رہنمائی اللہ کا نور کرتا رہتا ہے جو اس کی فکر کو جلا بخشتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِـلِـسُّلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهِ (الزمر ۳۹: ۲۲) یعنی جن لوگوں کا شرح صدر ہو جاتا ہے انہیں باطنی طور پر ایسا نور دکھائی دیتا ہے کہ جس معاملے کو وہ سمجھنا چاہیں یا جس راہ پر چلنا چاہیں تو اللہ کا نور شان فراست کے ساتھ ان کی رہنمائی کرتا ہے۔

## فراست کی اقسام

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں کہ امام الطائفہ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے فراست کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

اہل معرفت کی فراست اور اہل جوع و ریاضت کی فراست

## اہل معرفت کی فراست

اہل معرفت کی فراست کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال سے ہے جو سالکین و طالبین کی باطنی استعداد معلوم کرنے اور اولیائے واصلین کی شناخت کرنے سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کو ملاحظہ مخلوق سے محفوظ رکھا ہے ان کو اپنی جناب قدس جل سلطانہ کیلئے مخصوص کر لیا ہے ان کو اپنے ماسوئی سے جدا کر کے اپنی جانب مشغول کر لیا ہے اگر یہ اہل حقیقت، مخلوق کے احوال کے درپے ہو جائیں تو غیرت حق کی وجہ سے ان میں جناب قدس کی حضوری کی صلاحیت باقی نہ رہے۔

## اہل ریاضت کی فراست

جبکہ اہل ریاضت اور ارباب جوع کی فراست صورتوں اور احوال و مغیبات کے کشف کے ساتھ مخصوص ہے کہ جن کا تعلق مخلوقات سے ہے، چونکہ اکثر مخلوق جناب



قدس جل سلطانہ سے اپنا تعلق منقطع کئے ہوئے اور دنیا میں مشغول ہے۔ اس لئے ان کے دل بھی صورتوں کے کشف اور مخلوقات کی مغیبات کی جزئیات کی طرف مائل ہیں۔ یوں یہ معاملہ ایسے لوگوں کے نزدیک بہت بڑا کمال ہے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ یہ اہل خوارق اہل اللہ اور خواص میں سے ہیں۔

حالانکہ فضیلت اہل خوارق کے لئے نہیں بلکہ اہل معارف کیلئے ہے۔ حضرت محی الدین ابن العربی قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے کہ بعض اولیائے کرام جن سے کرامات و خوارق کا ظہور بہت ہوا ہے، اپنے آخری وقت میں وہ ان کرامات کے ظہور سے نادم و شرمندہ ہوئے اور تمنا کرتے تھے کہ کاش یہ تمام خوارق ہم سے ظہور میں نہ آتے۔

اگر فضیلت، خوارق کے بکثرت ظہور کے باعث ہوتی تو ان کے ظہور پر شرمندگی کے کیا معنی؟ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب: ۹۲)

یاد رہے کہ جب شرح صدر کی بدولت سالک کو دنیوی فکروں سے فراغت کے بعد نور فراست ملتا ہے تو یہ عقل معاد کے کمالات میں سے اس کا آخری اور انتہائی مرتبہ ہوتا ہے۔ اللہم ارزقنا ایہا



گویم کہ ایسے نسیان دراثنائے راہ اور حاصل شدہ بود در ہم کہتے ہیں کہ یہ نسیان اسے دوران راہ حاصل ہوا تھا۔ فنا فی اللہ مرتبہ فنا فی اللہ، وایں کمال بمراحل ازاں متجاوز است۔ ایں کے مرتبہ میں اور یہ کمال اس سے مرحلوں آگے ہے ۳۹ اس جار جوع علم ست بعد از حصول جہل وعود فرق است جگہ علم کا رجوع ہے حصول جہل اور عود فرق کے بعد ہے

بعد از تحقق جمع

تحقق جمع ۴۰

### حضرت امام ربانی کی فراست

۳۹ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی علوم اسلامیہ اور معارف روحانیہ پر کس قدر گہری نظر ہے کہ ممکنہ سوالات بھی خود ہی اٹھاتے ہیں اور خود ہی جوابات ارشاد فرماتے ہیں۔ یہاں بھی آپ نے ایک اعتراض اٹھایا ہے کہ اگر کوئی ناقص العقل اور قاصر الفہم کہے کہ جب عقل معاد آخری کمالات تک پہنچ جاتی ہے تو اسے نہ دنیا کی فکر رہنی چاہئے اور نہ ہی آخرت کی فکر ہونا چاہئے، دونوں کا نسیان ہو جانا چاہئے اور فقط ذات حق ہی یاد رہنی چاہئے۔

آپ جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ اے معترض! دنیا و عقبی دونوں کا نسیان جن کی بابت تم بات کر رہے ہو یہ تو اثنائے راہ فنا فی اللہ کے مرتبے میں پیچھے رہ گیا ہے۔ فنا کا مقام تو مرحلوں پیچھے رہ گیا ہے، بقا کا مقام فنا کے مرتبے سے بہت بلند ہے۔ فنا فی اللہ کے بعد جو بقا باللہ کا مرتبہ آتا ہے ہم اس کی بات کر رہے ہیں کہ جس میں اندیشہ دنیا تو



بھول جاتا ہے مگر فکر آخرت ہمہ وقت دامنگیر رہتی ہے۔

جب سالک بمقام بقا پر پہنچ جائے تو فنائے اتم کے بعد اس کی عقل معاد انتہائے کمال کو چھوٹی ہے تو دوران سلوک اثنائے راہ میں جن جن علوم کا نسیان ہو گیا تھا وہ سب عود کر آتے ہیں۔

## چند اصطلاحات طریقت

۴۰ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے یہاں چند اصطلاحات طریقت کو بیان فرمایا ہے جن کی قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔

◎..... جہل سے مراد فنا ہے اور علم سے مراد بقا ہے۔

◎..... جمع سے مراد فنا ہے اور فرق سے مراد بقا ہے۔

◎..... کفر طریقت کو مقام جمع کہا جاتا ہے اور فرق کو اسلام حقیقی کہتے ہیں۔

عروجی منازل میں سالک پر انوار و تجلیات اور فیوض و برکات وغیرہا کے ورود کی بدولت دوران فنا ہر چیز کا نسیان ہوتا جاتا ہے جسے جہل سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن نزولی مراتب میں فیضانِ نبوت اور کمالات رسالت کی وجہ سے جب سالک لوگوں کی رشد و ہدایت کیلئے بطور نیابت و خلافت مسند ارشاد پر متمکن ہوتا ہے تو وہ علم جس کا نسیان ہو گیا تھا دوبارہ اسے واپس لوٹا دیا جاتا ہے اسی کو بقا کہا جاتا ہے، اسی مرتبے کو مقام دعوت و ارشاد سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

## مقام جمع اور مقام فرق

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک ممکن اور واجب میں عینیت

ثابت کرنا مقام جمع ہے اور ممکن اور واجب میں تمیز کرنا مقام فرق ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ہاں نفس اور روح کا باہم جمع ہونا



مقام جمع اور نفس اور روح کا جدا ہونا مقام فرق ہے۔

اس اجمال کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک کثرت میں وحدت جلوہ گر ہے۔ یعنی مظاہر کثرت کے آئینوں میں اسماء و صفات کے ظلال کو انہوں نے ذات سمجھ لیا ہے۔ بنا بریں ذات اور کائنات، واجب اور ممکن کو ایک ہی گردانتے ہیں۔

یاد رہے کہ اگر کوئی اور شخص یہ بات کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا چونکہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کا یہ بیان عقیدہ نہیں بیان حال ہے۔ کیونکہ انکی نیت میں فتور نہیں وہ حقیقت میں مخلوق کو خدا نہیں مانتے، خدا کو خدا مانتے ہیں اور بندے کو بندہ جانتے ہیں۔ دراصل انہیں دوران کشف بر بنائے محبت، خدا کے سوا کچھ مشہود ہی نہیں ہوتا اس لئے وہ عینیت کا قول کر دیتے ہیں۔

جب کوئی شخص خالی الذہن ہو کر صرف حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کی کتب کا مطالعہ کرتا ہے تو ان کے علوم و معارف کے آفتاب کے سامنے قاری کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں، وہ علوم و معارف کے سمندر اچھالتے اور پہاڑ گراتے ہیں۔ اس پائے کے عظیم انسان ہیں حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز! لیکن جب حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز گویا ہوتے ہیں تو آپ ان علوم و معارف کے سمندروں کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں۔ ظاہر شریعت سے متصادم علوم و معارف کے گرائے ہوئے پہاڑوں کو ذرہ بنا کر اڑا دیتے ہیں اور متضاد علوم و معارف کے قائلین کے اقوال کی تاویل کر کے انہیں کفر و شرک کے فتوؤں سے بچا لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں ”اے صوفیو! اگر تمہیں ایک کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تو یوں کیوں کہتے ہو کہ کوئی اور ہے ہی نہیں۔“

بلکہ یوں کہو کہ ہمیں بس وہی نظر آتا ہے اگلا حکم نہ لگاؤ کہ کچھ اور ہے ہی نہیں



و حصول اسلام حقیقی است بعد از کفر طریقت کہ  
 اور اسلام حقیقی کے حصول کے بعد سے اے کفر طریقت کے بعد جو کہ  
 در مرتبہ جمع است،

مرتبہ جمع میں (ہوتا) ہے۔

کیونکہ ہمیں تو خدا بھی نظر آتا ہے اور ماسویٰ بھی نظر آتا ہے۔ مگر ہمیں خدا، ماسویٰ میں  
 نظر نہیں آتا بلکہ ذاتِ خدا، ماسویٰ سے وراء ہے اور ماسوا اس کے مقابلے میں گردِ راہ  
 ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ خدا، ماسویٰ کے محدود آئینوں میں نہیں سما سکتی جیسا کہ آیت  
 کریمہ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ سے عیاں ہے۔

اسلام حقیقی

۴۱ جب صوفی اور سالک پر وحدت اور کثرت کا فرق واضح ہو جائے اور خالق اور  
 مخلوق کے درمیان تمیز سمجھ میں آجائے تو اسے اسلام حقیقی کہتے ہیں اور یہ مرتبہ کفر  
 طریقت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

اہل طریقت نے کفر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

کفر طریقت اور کفر شریعت

کفر طریقت یہ ہے کہ بندہ فنائے مطلق کے بعد مشہود تجلیات میں ماسویٰ کا انکار  
 کر دے۔ اس مقام میں بندہ مقبول اور محبوب ہو جاتا ہے۔ شاید اقبال مرحوم نے کفر  
 طریقت کے متعلق ہی یہ کہا تھا

ع اگر ہو عشق ، تو ہے کفر بھی مسلمانی

کفر شریعت یہ ہے کہ بندہ ضروریات شرعیہ کا انکار کر دے، ایسا کرنے سے وہ  
 کافر اور مردود ہو جاتا ہے۔



وفلاسفہ کثیر السفہ کہ در عقل مراتب اربعہ ثابت کردہ  
 اور احمق فلاسفہ عقل کے چار مرتبے ۴۲ ثابت کرتے ہیں اور کمالات  
 اند، و کمالات عقل را دران منحصر دانستہ اند، از کمال  
 عقل کو ان میں منحصر جانتے ہیں یہ کمال نادانی ہے، حقیقت عقل کو  
 نادانیست۔ حقیقت عقل را با کمالات تابعہ او بعقل و وہم  
 اس کے توابع کمالات کے ساتھ عقل اور وہم سے  
 نمی توان دانست۔  
 نہیں سمجھا جا سکتا۔

۴۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل فلسفہ کی مذمت فرما رہے ہیں  
 حالانکہ فلسفی بڑے عقل مند اور دانش ور ہوتے ہیں۔ در حقیقت یہ لوگ عقل معاد سے  
 محروم اور عقل معاش کے بندے ہوتے ہیں کیونکہ عقل معاش حقیقت کے رخ زیبا سے  
 نقاب نہیں الٹ سکتی اس لئے انہیں حقیقت تک رسائی نصیب نہیں ہوتی۔ علمائے  
 اہلسنت و جماعت نے لکھا ہے کہ وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔

عقل اور ریاضت

عقل سے وجود باری تعالیٰ ثابت کرنے کے بھی دو طریقے ہیں۔

①..... جو لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت و سیرت اور دلائل عقلیہ سے

شہادت لا کر وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرتے ہیں انہیں متکلمین کہا جاتا ہے۔

②..... جو لوگ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے بغیر محض دلائل عقلیہ سے

وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں حکماء، مشائین اور فلاسفہ کہا جاتا ہے۔



©..... جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کی متابعت اور ریاضات کے ذریعے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں صوفیاء کہا جاتا ہے۔

©..... جو لوگ انبیائے کرام علیہم السلام کی پیروی کے بغیر صرف ریاضت سے وجود باری تعالیٰ کا اثبات کرتے ہیں انہیں اشراقین کہا جاتا ہے

علامہ اقبال مرحوم جرمنی کے مشہور مجذوب فلسفی نٹشے کے متعلق لکھتے ہیں

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں

تو اقبال اس کو سمجھاتا مقام کبریا کیا ہے

بوعلی سینا جو بہت بڑا فلسفی گزرا ہے جس نے مختلف موضوعات پر سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ حضرت شیخ مجدالدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا۔

مَا تَقُولُ فِي حَقِّ ابْنِ سِينَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ

رَجُلٌ أَرَادَ أَنْ يَصِلَ إِلَى اللَّهِ بِلَا وَاسِطِي فَحَجَبْتُ بِيَدِي هَكَذَا

فَسَقَطَ فِي النَّارِ (نفحات الانس مترجم: ۶۶۴)

یعنی آپ ابن سینا کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا وہ ایسا شخص تھا جس نے میرے واسطے کے بغیر خدا تک پہنچنے کا ارادہ کیا۔ بس میں

نے اس کو اپنے ہاتھ سے اس طرح روک دیا کہ وہ دوزخ میں گر گیا۔

## فلاسفہ اور صوفیاء

فلسفی کائنات کی چھان بین عقل کے ذریعے کرتے ہیں۔ چونکہ عقل معاش کے

آئینوں میں حقائق مندرج نہیں ہو سکتے اس لئے وہ حقیقت سے بے خبر رہتے ہیں۔

جب کہ عارف اور صوفی سینہ کائنات چیر کر اشیائے کائنات کی حقیقتوں تک پہنچ



جاتے ہیں اور اس سعادت کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا گو ہوتے ہیں  
 اللَّهُمَّ ارِنَا حَقَائِقَ الْأَشْيَاءِ كَمَا هِيَ اے اللہ ہمیں اشیاء کے حقائق  
 دکھا جیسے کہ وہ ہیں۔

انہیں واقفان حقیقت کو حدیث پاک میں جو اسیسُ القلوب بھی فرمایا گیا  
 ہے کیونکہ یہ لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے رازوں اور ارادوں کو بھی جان لیتے ہیں  
 چنانچہ روایت میں ہے:

إِذَا جَالَسْتُمْ أَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوهُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّهُمْ  
 جَوَاسِيسُ الْقُلُوبِ يَدْخُلُونَ فِي قُلُوبِكُمْ وَيَنْظُرُونَ إِلَى هَمَمِكُمْ  
 یعنی جب تم اہل صدق کی مجالس میں بیٹھو۔ تو صدق نیت کے ساتھ بیٹھا کرو۔  
 کیونکہ یہ لوگ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور  
 تمہارے ارادوں کو بھی دیکھتے ہیں۔ (تحفۃ الجمال و خزائن الاحوال قلمی)

محققین صوفیاء تو بحرِ توحید میں غوطہ زن ہو کر ایسے ایسے گوہر نایاب نکالتے ہیں کہ  
 جنہیں سن کر انسان ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جبکہ کچھ صوفی بحرِ توحید میں ایسے  
 غوطہ زن ہوئے کہ انہوں نے موتی کیا نکالنے تھے وہ تو اپنا آپ ہی گم کر بیٹھے یعنی  
 عروجی مرتبوں میں ہی مقام فنایت پر رہ گئے۔ لیکن نزولی مرتبوں میں کمالاتِ نبوت سے  
 فیضیاب ہو کر مسند دعوت و ارشاد پر جلوہ گر ہونے کی فضیلت سے محروم رہ گئے۔

عجیب سانحہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اسی قسم کے صوفیوں کی عظمت کی ڈھنڈورے  
 پیٹے ہیں۔ انہیں لوگوں کی ولایت کے دنیا میں ڈنکے بج رہے ہیں جو مقام جمع پر گئے  
 لیکن مقام فرق کی طرف واپس نہیں لوٹے..... کفر طریقت تک گئے لیکن اسلام حقیقی  
 سے مشرف نہ ہوئے..... فنا کی طرف گئے لیکن بقا کی طرف واپس نہیں آئے..... جہل  
 کی طرف گئے لیکن علم کی طرف نہیں آئے۔



ستم ظریفی کی انتہا ہے کہ وہ اولیاء کا ملین جو فنا کے بعد بقا کی طرف آئے .....  
 جہل کے بعد علم کی طرف لوٹے ..... جمع کے بعد فرق کی طرف عود کیا ..... کفر طریقت  
 کے بعد اسلام حقیقی سے مشرف ہوئے ..... فنا کے بعد بقا کی طرف مراجعت فرمائی .....  
 لوگ انہیں ولی ہی نہیں مانتے بلکہ اپنے جیسا تصور کرتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

### معیار فضیلت؟

عصر حاضر کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ جو سب سے زیادہ افضل ولی ہیں انہیں مخلوق  
 میں کوئی خاص شہرہ حاصل نہیں ہوتا اور جو مرتبہ فنا اور راہ میں ہی رہ گئے ان کی عظمت  
 کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ (فی اللعجب)

جو شخص تصوف و روحانیت کی باریکیاں جانے ..... شریعت و طریقت کا عالم  
 ہو ..... معرفت و حقیقت کی گتھیاں سلجھائے ..... اسرار و رموز کے دریا بہائے ..... لوگ  
 اسے ملا کہہ دیتے ہیں اگر لوگوں سے پوچھا جائے کہ ولی کون ہے؟ تو کہتے ہیں جو حواس  
 سے بے گانہ ..... لباس سے آزاد ..... گونگا اور ننگا ہو ..... وہ سب سے بڑا ولی ہوتا ہے۔  
 عوام تو رہے ایک طرف خواص بھی یہی سمجھ بیٹھے ہیں۔ لوگوں کی عقلوں پر ایسا پردہ آ  
 گیا ہے کہ اصل کی پہچان ہی نہیں رہی۔ العیاذ باللہ

ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جس مقام پر  
 پہنچ کر رہے ہیں، زمانے کے غوث، ابدال، اوتاد، وہاں تک نہیں پہنچتے بلکہ  
 زمانے کے قطب اور ابدال آپ کے در یوزہ گر ہیں۔

### حضرت امام ربانی کے ناقدین

لیکن نادان مولوی جس کے پاس عقل معاش تو ہے مگر عقل معاد سے محروم ہے



کہتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کو کیا حق تھا کہ بڑے بڑے اولیاء کرام کے مقامات کی تلاش کے بعد ان پر نقد و نظر کرتے۔ حضرت ابن العربی ہوں یا شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت رابعہ بصریہ ہوں یا شرف الدین منیری جیسے اکابرین پر نقد و نظر کرتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کو اصل بات کا علم ہی نہ تھا، بس علماء ظواہر کی طرح صوفیاء پر تبصرے کرتے ہیں۔

اصل معاملہ یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ناقدین اس حقیقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ آپ ہزار سال کے مجدد ہیں اگر آپ مجدد الف ثانی ہو کر بھی امت مسلمہ کو ان حقائق سے آگاہ نہ فرماتے تو اور کون کرتا؟ صوفیاء کے خلاف شرع مکشوفات والہامات کی نشاندہی اگر آپ نہ فرماتے تو اور کون کرتا؟ نیز ان کے شطیحات اور مخالف شریعت کلمات کی تاویل فرما کر مسلمانوں کو سوائے ظن کے فتنہ سے اگر آپ نہ بچاتے تو اور کون بچاتا؟ فرق ضالہ اور مستشرقین کے منہ میں اگر آپ لگام نہ دیتے تو اور کون دیتا؟ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہ کہنے میں حق بجانب ہیں

بہت مدت کے نخچیلوں کا اندازِ نگہ بدلا!

کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے مقام و مرتبہ سے نا آشنا متعصبین و معاندین سے ہمارا سوال ہے کہ بقول شما حضرت امام ربانی کو کس نے حق دیا ہے کہ وہ صوفیاء پر تبصرے کریں؟ ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز پر تنقید کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے، تم کس شمار میں ہو اور تمہاری علمی حیثیت اور روحانی صلاحیت کیا ہے؟

کثرت کرامات کی وجوہات

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ناقدین کی جہالت مسلم ہے۔ درحقیقت



راز یہ ہے کہ وہ صوفیاء جن کے خوارقِ عادات اور کرامات کے دنیا میں ڈنکے بج رہے ہیں ان کی عظمت کو ہمارا سلام ہو۔ ہم ان کی گرد راہ بھی نہیں..... ان لوگوں کی رسائی مقامِ قلب تک ہی ہوئی ہے..... یہ لوگ مقامِ جمع پر جلوہ گر ہیں..... مقامِ فنا پر فائز ہیں..... مقامِ صفات کے مسند نشین ہیں اور صفات کا تعلق ممکنات کے ساتھ ہے کیونکہ ممکنات صفات کی تجلیات سے ظاہر ہوئی ہیں اور کرامات بھی صفات کی تجلیات سے ہی ظاہر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مقامِ صفات پر فائز المرام حضرات سے کمالات اور کرامات کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔

## قلت کرامات کی وجوہات

وہ عرفائے کاملین جو مقامِ ذات کی سیر میں تجلیاتِ ذاتیہ سے مشرف ہوتے ہیں اور تجلیاتِ ذاتیہ ممکنات اور کائنات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ اسی لئے ان عرفائے کاملین سے کرامات کا ظہور بہت کم ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمہ وقت ذات کی طرف متوجہ رہتے ہیں، وہ کمالاتِ نبوت سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ نبوت کی نیابت اور رسالت کی خلافت کے جانشین ہوتے ہیں۔ چونکہ انبیاء کرام سے معجزات اور کمالات کا ظہور کم ہوا ہے اس لئے نبوت کی اتباع میں ان سے بھی کرامات کا ظہور بہت کم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ لوگ ہمہ تن مخلوقِ خدا کی رشد و ہدایت اور تبلیغ و دعوت کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ ترویجِ شریعت، تائیدِ ملت، احیائے سنت اور تخریبِ بدعت ان کے فرائض میں شامل ہوتے ہیں۔ باطنی تصرفات سے لوگوں کے دلوں میں ہدایتِ لقاء کرنا اور انسانیت کو ظاہر شریعت کی طرف دعوت دینا ان کے منصب میں شامل ہوتا ہے، اس لئے نبوت کی نیابت میں افضل لوگ یہی ہوتے ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تجلیاتِ ذاتیہ سے سیراب اور کمالاتِ نبوت



سے فیضیاب ہیں۔ اس لئے آپ ترویج شریعت اور حفاظت دین کی خدمت پر مامور تھے اور یہ منصب جلیلہ اولوالعزم رسل کا ہے۔ اسی لئے انبیاء کرام اور رسل عظام سے معجزات و کمالات کا ظہور کم ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ جب قوموں نے انبیاء کو کمالات و معجزات دکھانے پر مجبور کیا تو انہوں نے قوموں کو ٹال دیا۔ جب قریش مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات اور عجائبات کا مطالبہ کیا تو آپ خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔ بارگاہ قدس جل سلطانہ سے یوں جواب دے کر اعراض کرنے کا ارشاد ہوا

وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ  
السُّوءُ (الاعراف: ۷: ۱۸۸)

یعنی اگر میں اتنا غیب دان ہوتا تو میں بھی تمہاری طرح دنیوی مال و اسباب جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بیماری و تکلیف نہ آتی۔

نادانو! چلے جاؤ کیوں میری راہ میں روڑے اٹکاتے ہو۔ میں محض غیب بتانے، کمالات اور معجزات دکھانے نہیں آیا؟ میں تو دین اسلام کی تبلیغ و تکمیل کرنے آیا ہوں۔ ان حقائق کو مثال کے ذریعے یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی عالم دین طلباء کو دینی کتب کی تدریس کر رہا ہو، کوئی جاہل اور احمق آ کر اس سے گونا گوں نوعیت کے سوالات پوچھنا شروع کر دے تو وہ عالم دین اپنے مشن کے پیش نظر سوچے گا کہ یہ میرے مشن میں خلل ڈال رہا ہے۔ میں تو کچھ ذہن تیار کرنا چاہتا ہوں۔ علم کیلئے کچھ سنے تیار کرنا چاہتا ہوں۔ کچھ فکر دینا چاہتا ہوں اور یہ شخص میری راہ میں حائل ہو رہا ہے تو وہ تنگ آ کر کہے گا بابا! مجھے کچھ نہیں آتا۔ مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس عالم کو کچھ آتا ہی نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ میرے فرائض میں شامل نہیں۔ مجھے الجھاؤ نہیں بلکہ اپنا کام کرنے دو۔



یوں ہی جب انبیاء کرام سے کمالات کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے بھی ارشاد فرمایا ہم کوئی مداری اور شعبدے باز نہیں۔ ہماری ذمہ داری تکوینی امور پر نہیں۔ ہم تو تشریحی امور پر مامور ہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کا منصب بہت بلند ہے جو صوفیاء بطور تبعیت منصب نبوت والے کام کرتے ہیں ان سے کرامات و تصرفات کا ظہور کم سے بھی کم ہوتا ہے۔ وہ عام لوگوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ لوگ ان سے بدظن بھی ہو جاتے ہیں، انہیں برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ لیکن وہ لوگوں کے طعن و ملامت کی پرواہ کئے بغیر شریعت و سنت کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں۔

## کرامت ولایت کی دلیل نہیں

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ، قصر عارفاں میں ایک شخص بارہ سال تک اس نیت سے رہا کہ کوئی کرامت دیکھوں تو بیعت ہوں گا۔ دنیا دار لوگوں کا بھی عجیب مزاج ہوتا ہے، ان کے نزدیک ولی وہ ہے جو ہتھیلی پہ سرسوں جمائے..... ہو ا میں اڑ کر دکھائے..... مردے زندہ کرے وغیرہا۔

حضور شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی ڈیوٹی تکوینی امور پر نہ تھی بلکہ وہ تو دعوت و ارشاد کی مسند پر متمکن، ولی اور عارف بنانے پر مامور تھے۔ مردے زندہ کرنا ان کا منصب نہیں تھا بلکہ مردہ دلوں کو زندہ کرنا تھا کیونکہ مردے زندہ کرنا آسان کام ہے لیکن مردہ دل زندہ کرنا کاردارد ہے۔ بقول اقبال مرحوم

دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دو بارہ

کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

وہ شخص بارہ سال کے بعد ایک سرد آہ بھر کر اجازت کا خواہاں ہوا۔ آپ نے

فرمایا کس غرض کے لئے آئے تھے؟ کہنے لگا کوئی کمال اور کرامت دیکھنے آیا تھا وہ یہاں



نہیں دیکھ پایا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا کمال تجھے نظر آیا یا نہیں مگر یہ بتاؤ کہ بارہ سال کے طویل عرصہ میں ہمیں سنت و شریعت کے خلاف کوئی کام کرتے دیکھا ہے؟ عرض کرنے لگا یہ تو میں نے واقعی نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا ”اس سے بڑی کرامت اور کیا ہوگی“ جب بات اس کی سمجھ میں آگئی تو آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔ اصل بات یہ ہے کہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے اور اصل کرامت شریعت پر استقامت ہے۔ **إِلِ اسْتِقَامَةٌ فَوْقَ الْكِرَامَةِ**

### عصر حاضر اور ترویج شریعت

موجودہ دور میں دنیا کی رنگینیوں کو کون چھوڑتا ہے یہ سعادت تو صرف اسی کو ملتی ہے جس کے سینے میں دینِ حق کی تڑپ ہو۔ جو اس منصب پر مامور ہو، جسے شریعت و سنت کی ترویج اور خدمت دین پر استقامت نصیب ہو۔ یہی وہ خوش نصیب ہیں جو تجلیاتِ ذاتیہ سے حصہ پاتے اور بارگاہِ رسالتِ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات میں شرفِ حضوری سے سرفراز ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کی توجہ خدا و مصطفیٰ جل سلطانہ و صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمتِ دین کی طرف زیادہ مائل رہتی ہے۔ لوگوں کی طرف کم متوجہ ہوتے ہیں اسلئے لوگوں کے کام بھی کم کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے دنیوی کام لینا چاہے تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اگر کہیں حد درجہ مجبوری ہو تو بادلِ ناخواستہ تعویذ اور دم وغیرہ بھی کر دیتے ہیں۔

عامۃ الناس تشریحی امور پر مامور اولیائے کرام کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں حالانکہ ان کے پاس بھی کچھ ہوتا ہے۔ صرف تکوینی امور میں تصرف ان کے فرائض میں شامل نہیں ہوتا۔



کشف صحیح والہام صریح درکار است، کہ مقتبس از  
 (بلکہ اس کے لئے) کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے جو انوار نبوت کے مشکوٰۃ سے  
 انوار مشکوٰۃ نبوت است۔ صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علی  
 مقتبس ہے ۴۳ اللہ تعالیٰ کی صلوات اور اس کی تسلیمات ہوں تمام انبیاء و مرسلین پر عموماً  
 جمیع الانبیاء والمرسلین عموماً و افضلہم حبیب اللہ خصوصاً۔  
 اور ان میں سب سے افضل اللہ کے حبیب پر خصوصاً۔

۴۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عقل کے متعلق فلاسفہ کی فلسفیانہ  
 موشگافیوں کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ حقیقت عقل کو فہم و ذکا کے  
 ذریعے نہیں سمجھا جاسکتا۔ بلکہ کمالات عقل کو جاننے کیلئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار  
 ہے۔ ایسا کشف والہام جو کتاب و سنت کے عین مطابق ہو۔ و بدونہ خراط القناد



اگر پرسند کہ در عبارات مشائخ واقع شدہ است کہ ”عقل  
اگر پوچھیں کہ مشائخ کی عبارات میں واقع ہوا ہے کہ عقل روح کی ترجمان  
ترجمان روح است“ معنی آن چہ باشد۔  
ہے اس کا معنی کیا ہے؟ ۴۴

### کیا عقل روح کی ترجمان ہے؟

۴۴ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک سوال کا جواب مرحمت فرما رہے  
ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر لوگ پوچھیں کہ مشائخ نے فرمایا ہے کہ عقل روح کی ترجمان  
ہے اس کا مطلب کیا ہوگا؟۔

آپ جو اب ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جن علوم و معارف کا  
روحانی لقاء کے ذریعے ورود ہوتا ہے اور قلب عارف کا بھی عالم روحانیت سے تعلق  
ہوتا ہے اس لئے وہ ( قلب ) ان علوم و معارف کو اخذ کر لیتا ہے اور عقل ان علوم و  
معارف کے اجزاء کو باہم ترتیب دے کر تلخیص تیار کر کے ضبط تقریر و تحریر میں لاتی ہے  
تا کہ عالم خلق کے باسیوں کے لئے ان علوم و معارف کا سمجھنا آسان ہو جائے۔ اگر  
عقل، قلب کی ترجمانی نہ کرے تو لوگوں کیلئے ان علوم و معارف کو سمجھنا نہ صرف دشوار  
ہو بلکہ محال ہو جائے۔ چونکہ قلب پر وارد شدہ علوم و معارف کی ترتیب و تلخیص کر کے  
عقل انہیں قابل فہم بناتی ہے اس لئے عقل قلب کی ترجمان ہے، روح کی ترجمان  
نہیں۔



گویم کہ علوم و معارف کہ بتلقی روحانی از مبدء فیاض ہم کہتے ہیں کہ علوم و معارف جو روحانی القا کے ذریعے مبدء فیاض سے فائض می شود، قلب کہ از عالم ارواح است اخذ می کند، سے فائض ہوتے ہیں قلب جو عالم ارواح سے ہے (انہیں) اخذ کرتا ہے

### مبدأ فیاض

۲۵ مبدأ کا معنی جائے بدایت ہے۔ یعنی کسی شئی کے منبع اور سرچشمہ کو مبدأ کہتے ہیں۔ فیاض (بفتح یاء) بہت زیادہ فیض دینے والا، مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ مبدأ فیاض کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوقات کو جو ظاہری برکات اور باطنی انعامات میسر ہوتے ہیں وہ سب رزق، مال، دولت، عہدہ، صحت، جسم، روح، علم، ایمان، اسلام وغیرہا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتے ہیں۔

جب عارف کا مضغہ گوشت حقیقت جامعہ قلبیہ کا قائم مقام بن جاتا ہے تو اس (مضغہ گوشت) میں اصل کی سی استعداد و صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا مبدأ فیاض سے جن علوم و معارف کا ورود، مضغہ گوشت پر بواسطہ حقیقت جامعہ ہوتا ہے وہ تلقی روحانی کے ذریعے ہوتا ہے۔ یعنی روح کی طرح کی تلقی ہوتی ہے جسے مشائخ نے سمجھا کہ روح عقل کو تلقی کر رہا ہے اور عقل روح کی ترجمانی کر رہی ہے، اسی لئے انہوں نے ”عقل ترجمان روح ہے“ کا قول کر دیا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ مضغہ گوشت، جب قلب حقیقی کا خلیفہ بن کر تلقی (القا) کرتا ہے تو وہ روحانی تلقی ہوتی ہے۔ کیونکہ قلب عالم ارواح میں سے ہے۔ لہذا یہی کہا جائے گا کہ روح نے تلقی کی ہے۔ درحقیقت وہ تلقی روح کی نہیں بلکہ قلب ہی کی ہوتی ہے جس کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔ لہذا عقل روح کی ترجمان



ترجمان آن عقل ست، کہ آن رامحرر و ملخص ساخته  
 اس (قلب) کی ترجمان عقل ہے ۳۶ کہ ان (علوم و معارف) کو ضبط  
 شایان فہم گرفتاران عالم خلق می سازد، کہ اگر او  
 تحریر میں لاکر اور خلاصہ تیار کر کے عالم خلق کے گرفتاروں کی فہم کے لائق  
 ترجمانی نہ کند فہمیدن آن متعسر ست بلکہ متعذر و چون  
 بنا دیتی ہے کہ اگر وہ (عقل) ترجمانی نہ کرے ان (علوم و معارف) کا سمجھنا دشوار ہے  
 مضغہ قلبیہ، خلیفہ حقیقت جامعہ قلبیہ است، حکم اصل  
 بلکہ محال (ہے) اور جب مضغہ گوشت جامعہ قلبیہ کی حقیقت کا خلیفہ ہے (اس  
 پیدا کردہ است، و تلقی اونیز تلقی روحانی گشتہ و محتاج بہ  
 نے) اصل کا حکم پیدا کر لیا ہے اور اس کا القا بھی روحانی القا ہو گیا اور (وہ)  
 ترجمان آمدہ است۔

ترجمان کا محتاج ہو گیا ہے

نہیں بلکہ قلب کی ترجمان ہے۔

۳۶ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض سے فیض پہلے روح کو ملتا ہے جس کی  
 ترجمان عقل ہوتی ہے۔ بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ مبداء فیاض سے فیض پہلے قلب کو ملتا  
 ہے۔ حقیقت جامعہ کے عالم ارواح میں سے ہونے کی وجہ سے قلب اس کا جانشین  
 ہو جاتا ہے جن پر وارد شدہ علم و عرفان کی ترجمان عقل ہوتی ہے۔

غرضیکہ یہ بات دونوں طرح جائز ہے اگر یوں کہہ لیں کہ فیض پہلے روح پر وارد



باید دانست کہ زمانے بر عقل معاد می آید کہ باعث شوق  
 جاننا چاہئے کہ ایک وقت عقل معاد پر (ایسا بھی) آتا ہے جو نفس مطمئنہ کی  
 بہ مجاورت نفس مطمئنہ می گردد، بحدیکہ اورا بمقام آن می  
 مجاورت کے شوق کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ (وہ شوق) اس (عقل معاد کو)  
 رساند، قالب راتہی و خالی می گذارد، و این زمان تعقل  
 اس (نفس مطمئنہ) کے مقام تک پہنچا دیتا ہے (عقل معاد) قالب کو تہی اور خالی چھوڑ  
 وتذکر نیز بمضغہ قلبیہ قرار می یابد - ان فی ذلک لذكری لمن  
 دیتی ہے اور اس وقت سمجھنا اور یاد رکھنا بھی مضغہ گوشت میں قرار پکڑتا ہے یقیناً اس  
 کان لہ قلب - وح ہماں قلب خود ترجمان خود گردد -  
 میں نصیحت ہے اس شخص کیلئے جو قلب رکھتا ہے اور اس وقت وہی قلب خود اپنا ہی  
 ترجمان ہوتا ہے ۴۷

ہوتا ہے پھر قلب کی طرف منتقل ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے اورا گریوں کہا جائے کہ فیض  
 قلب پر وارد ہوتا ہے جس کی ترجمانی عقل کرتی ہے تو یوں بھی درست ہے۔

۴۷ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عارف کو یہ امر ذہن  
 نشین رکھنا چاہے کہ جب عقل، قلب کی ترجمان ہو جاتی ہے تو عقل معاد پر ایک وقت  
 ایسا بھی آتا ہے کہ اسے نفس مطمئنہ کی ہمسائیگی و مجاورت کا شوق دامنگیر ہوتا ہے بالآخر  
 یہ شوق عقل معاد کو نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیتا ہے۔ باقی قالب محض خاک کی ڈھانچہ  
 رہ جاتا ہے۔ اب سمجھنے اور یاد رکھنے کی صلاحیت بھی عقل معاد کی بجائے مضغہ گوشت کو  
 ہی حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ آیت کریمہ ان فی ذلک لذكری لمن کان



دریں وقت عارف رامعاملہ باقالب اُفتد، جزوناری آنکہ  
 اس وقت عارف کا معاملہ قالب کے ساتھ پیش آتا ہے ۴۸ جزوناری  
 ندائے ”اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ“ از نہاد آن ظاہر می شد۔ روبانقیاد  
 کہ اس کی طبیعت سے اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ کی ندا ظاہر ہوتی تھی۔ فرماں  
 می آرد وبتدریج بشرفِ اسلامِ حقیقی مشرف می  
 بردار ہونے لگتا ہے اور تدریجاً اسلامِ حقیقی کے شرف  
 گردد پس خلعت ابلیسی را ازوے زائل گردانیدہ  
 سے مشرف ہو جاتا ہے پھر ابلیسی جامہ کو اس سے زائل کر کے

لَهُ قَلْبٌ (ق ۵۰: ۳۷) سے واضح ہے۔ جب عالم امر کے لطائف، نفس مطمئنہ اور عقل  
 معاد عالم قدس کی طرف پرواز کر جاتے ہیں تو اب علوم و معارف، فیوضات و برکات،  
 حسنات و انعامات اور پند و نصائح کا مورد یہی قلب ہوتا ہے لہذا نہ کوئی روح کا ترجمان  
 ہوتا ہے نہ عقل کا ترجمان۔ عقل، نفس اور روح بھی یہی مضغہ (قلب) ہوتا ہے۔ بس  
 اس میں خلافت و نیابت کی وجہ سے استعدادات اور صلاحیتیں ودیعت کر دی جاتی ہے  
 اس لئے یہ قلب اپنا ترجمان خود ہی ہوتا ہے۔

۴۸ یہاں حضرت امام ربانی فرما رہے ہیں کہ عارف کے لطائف ستہ عالم بالا کی  
 طرف عروج کر جاتے ہیں مگر ان کا تعلق قالب کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ اس لئے عالم  
 امر کے لطائف اور نفس مطمئنہ والے اطاعت و انقیاد کے سارے تقاضے قالب میں جلوہ  
 گر ہو جاتے ہیں اور قالب اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں ہر وقت مستعد رہتا ہے۔  
 یہ بھی گویا ایک لطیفہ ہی بن جاتا ہے لہذا عبادت و ریاضت، ذکر و فکر کی بدولت وارد  
 ہونے والے انوار و تجلیات کا متحمل یہی قالب ہوتا ہے۔



بمقام اصلی نفس مطمئنہ می رسانند و نائب مناب آن می

نفس مطمئنہ کے اصلی مقام تک پہنچادیتے ہیں اور اسے (جزو ناری) کو (نفس مطمئنہ)

سازند - پس در قالب خلیفہ قلب حقیقی مضغہ آمد

کا قائم مقام بنادیتے ہیں پس قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہوا اور نفس

و نائب مناب نفس مطمئنہ جزو ناری گشت

مطمئنہ کا قائم مقام جزو ناری ہو گیا۔ ۴۹

زر شد مس وجود من از کیمیائے عشق

سونا بن گئی میرے وجود کی خاک کیمیائے عشق سے

و جزو ہوائی مناسبت بروح دارد

اور ہوائی جزو، روح کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔

لطیفہ نار کا اسلام حقیقی سے مشرف ہونا

۴۹ عارف کا جب معاملہ قالب کے ساتھ پڑ جاتا ہے اور قالب خاک، باد، آب اور

نار کا مجموعہ ہے۔ ان عناصر اربعہ میں سے جزو ناری جس کی سرشت سے ”آنا خیر منہ“

کی صدا بلند ہوتی ہے سرکشی و بغاوت کو ترک کر کے آہستہ آہستہ اسلام حقیقی سے مشرف

ہو جاتا ہے اور لطیفہ نار کی خلعت ابلیسی اتار کر پھینک دی جاتی ہے اس لئے وہ بغاوت کو

چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاتا ہے۔

جب عارف کے عالم خلق کا لطیفہ نار، اسلام حقیقی سے مشرف ہو جاتا ہے تو اسے

نفس مطمئنہ تک رسائی عطا کر کے اس کا خلیفہ بنادیا جاتا ہے۔ لہذا اب عارف کے

قالب میں قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت (قلب) ہوگا اور نفس مطمئنہ کا خلیفہ لطیفہ نار



ہو جائے گا۔

یاد رہے کہ جس طرح عمل کیمیا کے ذریعے تانبے کو تدریجاً سونا بنایا جاتا ہے ایسے ہی جب بندہ مومن کے قلب میں طلب حقیقی اور عشق الہی کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے تو آہستہ آہستہ عالم امر کے لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو ان لطائف کے اثرات و انوارات کی بدولت جسم کا تانبا بھی سونا ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً خاک، افلاک بن جاتی ہے، ذرہ آفتاب ہو جاتا ہے، قطرہ سمندر بن جاتا ہے۔ بقول شاعر

دل اپنی طلب میں صادق تھا گھبرا کے سوئے مطلوب گیا

دریا ہی سے موتی نکلا تھا دریا میں ہی جا کے ڈوب گیا

یاد رہے کہ دیگر سلاسل طریقت کے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کی سیر عالم خلق سے شروع ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی سیر تفصیلی ہو جاتی ہے اور سالک کا معاملہ طویل ہو جاتا ہے۔ جبکہ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرار ہم، سالک و طالب کو سیر، عالم امر کے لطائف سے شروع کرواتے ہیں اور انہی کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف بھی طے کروادیتے ہیں۔

یوں ان حضرات کی توجہات قدسیہ اور صحبت کے اثرات و برکات کی بدولت سالک کے قلب و قالب کا تانبا سونا بنتا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہماری نسبت کبریت احمر (سرخ گندھک) سے بھی زیادہ نایاب ہے جس کے سمجھنے سے بھی اکثر افراد قاصر ہیں۔ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

تو نقش نقشبنداں را چہ دانی	تو طفلی کار مرداں را چہ دانی
گیاہ سبز داند قدر باراں	تو خشکی قدر باراں را چہ دانی
هنوز از کفر و ایمانت خبر نیست	حقائق ہائے ایماں را چہ دانی



لہذا در وقت وصول سالک و عروج آن بمقام ہوا، گاہ باشد  
 لہذا سالک کے وصول کے وقت اور اس کے مقام ہوا تک عروج میں کبھی اسی  
 کہ ہمیں ہوا را بعنوان حقانیت بدانند، و گرفتار آن بماند، چنانچہ  
 ہوا کو عنوان حقانیت سمجھ لیتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے ۵۰ چنانچہ مقام  
 در مقام روح ہمیں شہود دست می دہد و گرفتار می ماند۔  
 روح میں یہی شہود ہاتھ آتا ہے اور اس میں گرفتار ہو جاتا ہے مشائخ میں سے  
 بعضے از مشائخ گفته اند کہ سی سال روح را بخدائی پرستیدم  
 بعض نے فرمایا کہ میں تیس سال روح کو خدا جان کر پرستش کرتا رہا۔

### لطیفہ باد

۵۰ انسانی قالب کے عناصر اربعہ میں سے ایک عنصر ہوا ہے جو روح کے ساتھ  
 مناسبت رکھتا ہے۔ اس لئے جب سالک کو لطیفہ باد تک رسائی اور وصل نصیب ہوتا ہے  
 تو لطیفہ باد میں فنایت پر سالک کبھی کبھی لطیفہ باد کو عنوان حقانیت جاننا شروع کر دیتا  
 ہے۔ یعنی لطیفہ باد میں سیر کے دوران سالک غلط فہمی کی بنا پر باد کو خدا سمجھ لیتا ہے۔  
 (معاذ اللہ)

یہ وہ نازک مقام ہے جہاں صوفی اور سالک پھسل جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ  
 کا فضل اور شیخ کامل کی توجہات قدسیہ شامل حال ہو جائیں تو وہ بچ سکتا ہے ورنہ  
 دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار  
 کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار



وچوں ازاں مقام گزرانید ند حق از باطل جدا شد، واین جزو اور جب اس مقام سے گذار دیا گیا (تو) حق باطل سے جدا ہو گیا اور یہ جزو ہوائی ہوائی بواسطہ مناسبت بمقام روحی دریں قالب قائم مقام مقام روح کے ساتھ مناسبت کے واسطہ سے اس قالب میں روح کا قائم روح سی گردد ودر بعض امور حکم روح پیدا می کند و جزو مقام ہو جاتا ہے اور بعض امور میں روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے ۵۲ اور جزو آبی جامعہ آبی مناسبت بحقیقت جامعہ قلبیہ دارد ولہذا فیض او بجمع قلبیہ کی حقیقت سے مناسبت رکھتا ہے لہذا اس کا فیض تمام اشیاء کو پہنچتا ہے اور ہم نے اشیاء سی رسد ”وجعلنا من الماء کل شیء حی“ باز گشت او نیز پانی سے تمام اشیاء کو زندہ کیا اس کی بازگشت بھی مضغہ قلبیہ ہے ۵۳ اور جزو خاکی بمضغہ قلبیہ است وجزو ارضی کہ جزو اعظم آن قالب است (مٹی) جو اس قالب کا جزو اعظم ہے۔

جب لطیفہ ہوا میں فنائیت پر سالک کو یہ ہوش نہیں رہتی کہ یہ میرے لطیفے کا مقام ہے یا مقام خدا ہے تو وہ اسے ہی خدا سمجھ بیٹھتا ہے۔

### خدا تعالیٰ اور روح کے انوار میں ظاہری مماثلت

۵۱ ایسے ہی کچھ اسی طرح کا معاملہ دوران سلوک مقام روح میں سالک کو پیش آتا ہے۔ یہاں تک کہ مقام روح میں رکے ہوئے بعض مشائخ لطیفہ روح میں اس قدر متحیر ہوئے کہ انہوں نے لطیفہ روح کے انوار کو خدا سمجھ کر باطنی طور پر اس کی پرستش شروع



کردی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ مقام روح میں رکے ہوئے صوفی تیس تیس برس تک روح کے انوار کو خدا سمجھ کر سجدے کرتے رہے ہیں۔ لیکن جب انہیں اس مقام سے آگے گزارا گیا اور ان پر حقیقت حال عیاں ہوئی تو انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور اس شرک سے توبہ کی اور خدا کا شکر ادا کیا کہ دنیوی زندگی میں ہی معاملہ کی حقیقت ہم پر واضح ہو گئی ہے۔ اگر کوئی سالک روح کے انوار کو خدا سمجھ کر پرستش کے دوران وفات پا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کل قیامت کے روز اسے مشرکوں کی صفوں میں کھڑا نہیں کرے گا کیونکہ وہ مقام روح میں فنایت کے دوران اس قدر مستغرق و محو مدہوش ہو گئے کہ حواس کے عدم توازن کی وجہ سے وہ معبود اور غیر معبود میں امتیاز نہ کر پائے۔ اس لئے انہوں نے حیرت میں مبتلا ہو کر مقام روح کو خدا سمجھ کر سجدہ کیا ہے۔ جان بوجھ کر ہوش و حواس کی سلامتی کے ساتھ ایسا نہیں کیا۔ اسی لئے ان کی بخشش و نجات و مغفرت کی قوی امید ہے۔

شرک تو تب ہوتا کہ وہ شیء کوشیء جان کر، مخلوق کو مخلوق سمجھ کر پھر خدا کہتے۔ جیسے مطلق مجذوب غلبہء جذب اور استغراق و استہلاک کی وجہ سے نماز، روزہ وغیرہا ادا نہیں کر پاتے، انہیں شریعت مطہرہ کی طرف سے احکامات شرعیہ معاف ہیں۔

یاد رہے کہ اس قسم کے مجذوب مقام صفات پر جلوہ گر ہوتے ہیں اس لئے انہیں مستہلکین کہا جاتا ہے۔ گوان کا شمار اولیاء میں ہوتا ہے لیکن یہ کامل نہیں ناقص ولی ہوتے ہیں۔ جبکہ راجعین صوفیاء مسند دعوت و ارشاد پر متمکن ہو کر فیضان نبوت سے سیراب ہوتے ہیں۔

چونکہ مجذوب حضرات گو کہ راہ میں پڑے ہوتے ہیں لیکن محبوب حقیقی (حق تعالیٰ) فرماتا ہے کہ میری راہ میں تو ہیں اس لئے ان کو معاف کر دیتا ہوں۔ اہل



طریقت و شریعت کا ان کے متعلق مبنی بر احتیاط یہی موقف ہے جو اسلم و اوفیٰ ہے۔

مقام روح میں رکے ہوئے صوفیاء کا جب اس مقام سے آگے گذر ہوتا ہے تو ان پر حق اور باطل کا امتیاز ہو جاتا ہے کہ جس مقام پر ہمیں غلط فہمی ہوئی وہ تو لطیفہ ہوا اور لطیفہ روح کے مقامات تھے، مقام ذات تو کہیں اس سے بالا ہے۔

۵۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں عالم خلق کے اجزائے اربعہ میں سے جزو ہوائی مقام روح کی مناسبت کے واسطہ سے عارف کے قالب میں روح کا خلیفہ بن جاتا ہے۔ تو بعض معاملات و امور میں مناسبت و نیابت کی وجہ سے روح کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ یوں سمجھیں کہ جس طرح عالم خلق کا لطیفہ مضغہ قلب عالم امر کے حقیقت جامعہ قلبیہ کے تحت آ جاتا ہے ایسے ہی عالم خلق کا لطیفہ باد، عالم امر کے لطیفہ روح کے نیچے آ جاتا ہے۔ غرضیکہ تدریجاً دوران سلوک عالم خلق کے جملہ لطائف، عالم امر کے لطائف کے تحت آ جاتے ہیں۔ لہذا جب عالم امر کے لطائف طے ہو جاتے ہیں تو ان کی برکت سے یہ بھی طے ہو جاتے ہیں۔

اسی مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا یہ فرمان سمجھ میں آتا ہے کہ مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین عالم ارواح کے لطائف کو جب طے کرتے ہیں تو ان کے ضمن میں عالم خلق کے لطائف از خود طے ہو جاتے ہیں۔

۵۳ بدن انسانی میں ایک عنصر آب ہے۔ جو جامعہ قلبیہ کی حقیقت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی عالم خلق کا لطیفہ آب، عالم امر کے قلب حقیقی کے ماتحت ہے اور قلب حقیقی (حقیقت جامعہ قلبیہ) بدن انسانی (قالب) میں سب سے زیادہ جامع اور جملہ فیوض و برکات کا حامل ہے۔ بدن عارف میں جزو آب چونکہ حقیقت جامعہ قلبیہ کے ماتحت ہوتا ہے اس لئے پانی کی اصل یہی حقیقت جامعہ قلبیہ ہے اور پانی قالب کے جملہ معاملات کی اصل ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ



شَسِيءٌ حَسِيءٌ (الانبیاء: ۲۱: ۳۰) اور ہم نے ہر زندہ شئی کو پانی سے بنایا ہے۔ یہاں تک کہ انسانی تخلیق بھی اچھلتے پانی (نطفہ) سے ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ (الطارق: ۸۶: ۶) سے واضح ہے۔ نیز تخلیق کائنات سے قبل اللہ تعالیٰ کا عرش بھی پانی پر ہی تھا۔ جیسا کہ آیت کریمہ هُوَ كَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ (ہود: ۱۱: ۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جب مخلوق کی طرف توجہ فرمائی تو پانی کا ظہور ہوا۔

عارف کے قالب میں حقیقت جامعہ قلبیہ کا خلیفہ مضغہ قلبیہ ہوتا ہے جو عالم خلق سے ہے اور لطیفہ آب بھی حقیقت جامعہ قلبیہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اس لئے یہ بھی عالم خلق سے ہے۔ چونکہ جزو آبی اور مضغہ گوشت دونوں عالم خلق سے ہیں اس لئے پانی کی جائے بازگشت مضغہ قلبیہ کے تحت آ جاتی ہے۔



بعد از تطہیر از تلویثِ دناءت و خست کہ از صفات کمینگی اور خست کی آلودگی سے پاکیزگی کے بعد جو اس کی ذاتی صفات ہیں ذاتیہ اویند، حاکم و غالب دریں قالب اوسی گردد و ہر چہ اس کے اس قالب میں حاکم اور غالب ہو جاتا ہے اور قالب میں جو کچھ ہے اسی بہت در قالب حکم او پیدا می کند، و رنگ آن می گیرد کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور یہ اس (خاک) کی وایں بواسطہ جامعیت تامہ اوست - جمیع اجزائے جامعیت تامہ کے واسطہ سے ہے قالب کے تمام اجزاء حقیقت میں قالب فی الحقیقت اجزائے اویند، ولہذا کرۃ ارضی اسی کے جزو ہیں ۵۴ اور اسی لئے کرۃ زمین عناصر اور افلاک کا مرکز ہے اور اس مرکز عناصر و افلاک آمد و مرکز او مرکز عالم -

(زمین) کا مرکز، عالم کا مرکز ہے۔ ۵۵

دریں وقت معاملہ قالب نیز بانجام رسید و نہایت عروج اس وقت قالب کا معاملہ بھی انجام کو پہنچ جاتا ہے اور عروج و نزول کی و نزول متحقق گشت، و کمال تکمیل نقد وقت آمد۔ این انتہاء ثابت ہو جاتی ہے اور تکمیل کا کمال اس وقت حاصل ہوتا ہے یہ ہے وہ انتہا

۵۴ انسانی قالب میں عناصر اربعہ میں سے چوتھا لطیفہ خاک ہے جو بدن کا جزو اعظم ہے خست، کمینگی اور پستی اس کی فطرت میں شامل ہے۔ عالم امر کے لطائف، عالم خلق



کے عناصر ثلاثہ (نار، باد، آب) کے تصفیہ اور نفس کے تزکیہ کے فیوضات و برکات و اثرات کی بدولت لطیفہ خاک اپنی طبعی کمینگی و ذلت سے تدریجاً پاک ہو جاتا ہے۔ نتیجتاً طہارت و نفاست اور نورانیت کی بنا پر قالبِ عارف، قلب اور روح کے مقام میں ہو جاتا ہے اس لئے جسمِ عارف میں حکومت و غلبہ مٹی کا ہی ہو جاتا ہے اور قالب (بدنِ عارف) میں جو کچھ بھی ہے وہ اسی کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔

◎ ..... عارف کے قالب میں جو حکومت، رنگت، غلبہ و تفوق، لطیفہ خاک کو حاصل ہوتا ہے وہ لطیفہ خاک کو جامعیت تامہ کے واسطے سے ہوتا ہے جس طرح قلب حقیقی کا خلیفہ مضغہ گوشت ہے ایسے ہی مضغہ گوشت کے اثرات و انوار و برکات کی بدولت لطیفہ خاک، قلب کا مقام پیدا کر لیتا ہے۔ لہذا اس لطیفہ خاک میں بھی جامعیت آ جاتی ہے گو یہ جامعیت عالم خلق کے اعتبار سے ہے۔ اسی جامعیت کی بنا پر قالب کے تمام اجزاء و عناصر درحقیقت اسی لطیفہ خاک کے اجزاء قرار پاتے ہیں۔

◎ ..... بدنِ انسانی کو عالمِ صغیر کہا جاتا ہے اور کائنات کو عالمِ کبیر۔ چونکہ انسان، خلاصہ کائنات ہے اور انسانی قالب میں عناصر اربعہ میں سے جزو خاک کی جامعیت تامہ حاصل ہے۔ عنصرِ خاک کی جامعیت تامہ کی وجہ سے ہی کرۂ ارض معدنیات اور کانوں کا مرکز بن گیا ہے اور تمام آسمانوں کی نگاہ کا مرکز بھی یہی جامعیت تامہ ہے۔ سورج اپنی روشنی اور چاند اپنی چاندنی زمین پر ہی بھیج رہے ہیں۔ غرضیکہ جملہ ممکنات اور مخلوقات میں زمین کو بڑی خصوصیت اور جامعیت حاصل ہے۔

## مرکز موجودات

۵۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ زمین کا مرکز تمام کائنات کا مرکز ہے۔ یعنی جملہ موجودات میں خانہ کعبہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے



زمین و آسمان کی تخلیق سے قبل ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ مشیت ایزدی سے سطح آب پر جھاگ نمودار ہوئی۔ جس سے زمین بن گئی اور پانی سے جو بخارات اٹھے ان سے آسمانوں کی تخلیق ہوئی۔ خانہ کعبہ زمین کے وسط میں یوں ہے جیسے بدن انسانی میں ناف ہوتی ہے۔ جس طرح بچے کو ماں کے شکم میں ناف کے ذریعے غذا ملتی ہے ایسے ہی خانہ کعبہ کی بدولت کائنات کو ہدایت و ایمان، یقین و عرفان، ظاہری عنایات اور باطنی انعامات ملتے ہیں۔ اسی بنا پر خانہ کعبہ کو سُرّة الارض کہا جاتا ہے۔ نیز اسی وجہ سے خانہ کعبہ کی طرف انبیاء، اولیاء، صلحاء، ملائکہ اور دیگر مخلوق خدا کھنچی چلی جا رہی ہے یعنی خانہ کعبہ کو مرکزیت اور جائے امن ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آیات کریمہ وَاذْجَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا (البقرہ ۲: ۱۲۵) اور اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِّلنَّاسِ لَلَّذِي بِنَكَّةٍ مُّبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ (آل عمران ۳: ۹۶) سے واضح ہے۔

بقول شاعر

مرکز توحید پہلے دن سے ہے بیت الحرام  
مشرق و مغرب میں ہے پھیلا ہوا جس کا نظام



ست نہایتے کہ رجوع بہ ہدایت دارد۔ بدان کہ روح جو ابتداء کی طرف رجوع رکھتی ہے ۵۶۔ جاننا چاہئے کہ روح اپنے مراتب اور باسراتب و توابع خود ہر چند بطریق عروج بمقر خود رسیدہ توابع کے ساتھ اگرچہ عروج کے طریقے پر اپنی جائے قرار کو پہنچ گئی تھی لیکن بود، اسچوں ہنوز تربیتِ قالب درپیش داشت توجہی چونکہ ابھی اسے قالب کی تربیت درپیش ہوتی ہے۔ (لہذا) اس عالم کی طرف اک قسم بسایں عالم درکار بود۔ وچوں معاملہ قالب بانجام رسید، کی توجہ درکار ہوگی اور جب قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ گیا

۵۶ عالم امر کے انوار و تجلیات و اثرات کی برکت سے انسانی قالب سے خست، دناءت، رذالت، کدورت اور کثافت رخصت ہو جاتی ہیں تو اس کا سارا جسم ہر قسم کے عیوب و نقائص، اخلاق رذیلہ اور عادات قبیحہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا

ہر کہ را جامہ ز عشق چاک شد

او ز حرص و عیب کلی پاک شد

◎..... جب بدن عارف کی کیمیائی حرکتیں، بری خصلتیں اور ردی عادتیں ختم ہو جاتی ہیں تو انسان فرشتہ سیرت بن جاتا ہے اب وہ خاکی ہو کر افلاکی ہے، بشری ہو کر نوری ہے۔ عالم امر کے لطائف کے تحت سالک کا قالب بھی عالم امر کے حکم میں چلا جاتا ہے اور قالب مکمل پاک ہو کر ذات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو قالب کا معاملہ انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔



## مسند دعوت و ارشاد

جب عارف کی عروجی منازل اور نزولی مراتب کے بعد تکمیل ہو جاتی ہے اور عارف کا معاملہ انجام و انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو عارف کا لطیفہ قلبیہ عالم قدس کی طرف سے فیوض و برکات لے کر واپس عالم دنیا میں دعوت و ارشاد کی مسند پر متمکن ہوتا ہے جو کہ نبوت کا منصب ہے۔ پھر وہ مخلوق خدا کی رشد و ہدایت پر مامور ہو جاتا ہے۔ لوگوں کا تصفیہ و تزکیہ کرتا ہے۔ لوگوں کی فکر وں کے زاویے بدلتا اور سوچوں میں انقلاب برپا کرتا ہے۔ شعور کو جلا بخشتا اور ذوق کو آگہی سے نوازتا ہے۔ مجالس، محافل، مدارس کا اہتمام کرتا ہے۔ درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کر کے لوگوں کو راہ ہدایت پر گامزن کرتا ہے۔ گناہوں سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ توجہات قدسیہ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کی تطہیر کر کے حریم یار سے آشنا کرتا اور قافلوں کے قافلے بارگاہ قدس تک پہنچاتا ہے۔

یوں ہی ان کے فیض یافتہ خلفاء مزید دیے سے دیے جلاتے رہیں گے۔ قیامت تک رجالِ کار تیار ہوتے رہیں گے اور لوگوں کے لئے رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت کا سامان ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ



روح باسر و خفی و اخفی و با قلب و نفس و عقل متوجہ جناب  
 روح، سر، خفی، اخفی، قلب، نفس اور عقل کے ساتھ بارگاہ قدس جل  
 قدس خداوندی جل سلطانہ گشت، و بکلیۃ ازیں قالب اعراض  
 سلطانہ کی طرف متوجہ ہوگئی اور اس قالب سے پوری طرح منہ پھیر لیا ۵۷  
 نمود، و قالب نیز بکلیت خود متوجہ مقام عبودیت آمد  
 اور قالب بھی اپنی کلیت کے ساتھ مقام عبودیت ۵۸ کی طرف متوجہ ہو گیا

۵۷ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ  
 سالک کی روح اپنے دیگر توابع سمیت عروجی منازل میں اپنے مقام اصلی (عالم  
 ارواح) تک رسائی حاصل کر لیتی ہے لیکن ابھی روح کے پیش نظر جسم سالک کی اصلاح  
 و تربیت ہوتی ہے۔ جسم کو طہارت و لطافت و روحانیت کے لئے تیار کرنا اور اللہ تعالیٰ کی  
 اطاعت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت پر ابھارنا ہوتا ہے اس لئے روح عالم  
 بالا کی طرف بھی متوجہ رہتی ہے اور بدن سالک کی طرف بھی متوجہ رہتی ہے۔

جب روح کے ذریعے قالب کی تربیت، تہذیب و تطہیر ہو جاتی ہے تو وہ اطاعت  
 و فرمانبرداری میں پوری طرح آمادہ ہو جاتا ہے، یوں قالب کا معاملہ انجام کو پہنچ جاتا  
 ہے۔

جب روح قالب کی تربیت کو مکمل کر لیتی ہے تو وہ عالم امر کے دیگر لطائف،  
 قلب، سر، خفی، اخفی، نفس اور عقل سب کو لے کر قالب سے منہ موڑ کر اور اسے چھوڑ کر  
 بارگاہ قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

جب روح، بدن عارف کی تربیت کے بعد کلیۃً قالب سے اعراض کر کے عالم



بالا کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو قالب بھی ہمہ تن گوش مکمل طور پر مقام عبودیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

## مقام عبودیت

۵۸ مقام عبودیت سے مراد احکامات شرعیہ اور مقامات عشرہ (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقویٰ، صبر، شکر، توکل، رضا، قناعت وغیرہا) کا اکتساب ہے۔ اس مقام پر سالک کا بدن اعمال صالحہ بجالاتا اور گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اور نیک کاموں کی طرف خود بخود کھنچا چلا جاتا ہے۔ اب وہ ہر قسم کی ذاتی مصروفیات اور دنیوی دھندوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سنت و شریعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں کا قالب مقام عبودیت پر فائز نہیں ہوتا۔ ان کا نفس بغاوت، دناءت اور خساست سے باز نہیں آتا۔ وہ دنیوی ذلتوں میں گرفتار رہتے ہیں۔ ان کا احکام شرعیہ کی طرف رجحان ہی نہیں ہوتا۔ اعمال صالحہ کی طرف ان کی طبیعت مائل ہی نہیں ہوتی۔ شعائر اسلام کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ متشرع و متدین لوگوں کو دیکھ کر آوازے کتے ہیں، اس قسم کے بدنہاد اور زبان دراز لوگ دوزخ کے قابل ہوتے ہیں۔

## عبادت اور عبودیت میں فرق

امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عبادت اور

عبودیت کا فرق یوں بیان فرمایا ہے

”عبادت میں طلب وجود ہوتا ہے جبکہ عبودیت میں تلف وجود ہوتا ہے۔ بلکہ

آپ سے یوں بھی منقول ہے کہ اگرچہ نماز روزہ حق تعالیٰ کے قرب کا سبب ہیں لیکن

ہمارے نزدیک اپنے وجود کی نفی اور دوسروں کا اثبات اقرب طریق ہے۔ آیت کریمہ

وَيُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر ۵۹:۹) میں اسی



طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر وجود باقی (اپنی ذات کی نفی نہیں) ہے۔ کوئی عمل نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوتا اور ظاہری آداب، باطنی آداب کا عنوان ہیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو حفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ جب بغداد تشریف لائے تو سید الطائفہ حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ دیکھا کہ ان کے مریدین ان کے اشارہ اور حکم کے منتظر باادب کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ جنید نے کہا کہ اَدَبَ اصْحَابِكَ اَدَبَ الْمُلُوكِ یعنی آپ نے اپنے مریدوں کو بادشاہوں جیسے آداب سکھار کھے ہیں۔ شیخ ابو حفص نے جواباً کہا لا يَا اَبَا الْقَاسِمِ وَلَكِنْ حُسْنَ الْاَدَبِ فِي الظَّاهِرِ عُنْوَانُ اَدَبِ الْبَاطِنِ (نوادر المعارف قلمی: ۴۸) اے شیخ جنید میں نے انہیں ملوکانہ آداب نہیں سکھائے لیکن ظاہری حسن ادب، باطنی ادب کا عنوان ہے۔



پس روح با مراتب خود در مقام شہود و حضور متمکن پس روح اپنے مراتب کے ساتھ شہود و حضور کے مقام پر متمکن ہے اور ست ، واز دید و دانش ماسوی ، بکلیت معرض ، و قالب ماسوا کی دید و دانش سے مکمل طور پر اعراض کرنے والی ہے اور قالب بہ تمام بمقام طاعت و بندگی راسخ است - این ست اطاعت اور بندگی کے مقام میں مکمل طور پر راسخ ہے۔ یہ ہے فرق بعدالجمع کا مقام فرق بعد الجمع - واللہ سبحانہ الموفق للکمالات مقام ۵۹ اور اللہ سبحانہ ہی کمالات کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

## فرق بعدالجمع

۵۹ جب روح اپنے تمام مراتب اور لطائف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر اور غیر حق سے کلیۃً روگردانی کر کے مقام مشاہدہ پر متمکن ہو جاتی ہے تو وہ دنیا اور ماسویٰ کی طرف لپجائی ہوئی نظریں اٹھا کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتی۔ جب روح ماسویٰ سے منہ موڑ کر مقام مشاہدہ پر جلوہ فگن ہو جاتی ہے تو عارف کا بدن ذکر و فکر، تعلیم و تدریس اور اطاعت و انقیاد وغیرہا میں مکمل طور پر ملکہ و رسوخ حاصل کر لیتا ہے۔ جب روح دیگر لطائف سمیت مقام مشاہدہ و حضور پر فائز المرام ہو جائے اور قلب، بندگی پر متمکن ہو جائے تو اسی کو مقام فرق بعدالجمع کہا جاتا ہے۔

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا مقام فرق بعدالجمع کے بارے میں اختلاف ہے۔



## ابن عربی کا تصور فرق بعد الجمع

آپ کے نزدیک واجب اور ممکن میں عینیت و اتحاد مقام جمع ہے اور واجب و ممکن میں امتیاز ہو جانا مقام فرق ہے۔

## امام ربانی کا تصور فرق بعد الجمع

آپ کے نزدیک روح اور قالب (نفس) کا اتحاد مقام جمع ہے اور روح کا عالم قدس کی طرف متوجہ ہو جانا اور قالب کا اطاعت میں مشغول ہو جانا مقام فرق بعد الجمع ہے۔ اللہم ارزقنا ایہا

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور ان کے متبعین کے نزدیک مقام جمع ولایت کا انتہائی مقام ہے اسلئے یہ اسی مقام کو ترجیح دیتے ہیں اور ان کے نزدیک یہی کمال ہے جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک مقام فرق سب سے کامل مقام ہے اس لئے آپ اسی کو ترجیح دیتے ہیں اور آپ کے نزدیک یہی کمال ہے۔

مقام جمع مرتبہ ولایت کا کمال ہے۔ جبکہ مقام فرق مرتبہ نبوت کا کمال ہے۔ مقام جمع میں عارف مخلوق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جبکہ مقام فرق میں عارف اللہ تعالیٰ سے ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو انبیاء کرام کا مقام فرق بعد الجمع ہے اور اولیاء کا مقام جمع ہے۔ عصر حاضر کے بعض صوفیاء حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ کو رئیس المکاشفین مانتے ہیں اور ان سے بڑا صاحب کشف اس امت میں کسی کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ ارباب روحانیت کو معارف مجددیہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے پھر وہ سمجھ جائیں گے کہ رئیس المکاشفین کون ہے؟



وایں درویش را دریں مقام قدم خاص ست، و آن رجوع روح  
 اور اس درویش کو اس مقام میں خصوصی رسائی حاصل ہے اور یہ روح کا رجوع ہے  
 است با مراتب خود بعالم خلق تابع جلّ و علا ایشاں را  
 اپنے مراتب کے ساتھ عالم خلق کی طرف تاکہ انہیں حق تعالیٰ کی  
 دعوت نماید، و روح دریں وقت حکم قالب پیدا می کند  
 طرف دعوت دے اور روح اس وقت قالب کے حکم میں ہو جاتی ہے ۶۰ اور اس کی  
 و تابع اوسى گردد، و کار تا بجائے می رسد کہ اگر قالب  
 تابع ہو جاتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اگر قالب حاضر ہے  
 حاضر ست روح نیز حاضر است۔

تو روح بھی حاضر ہے۔

۶۰ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے متعلق ارشاد فرما رہے ہیں کہ  
 مقام فرق بعد الجمع میں ہمیں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ سیاق کلام سے معلوم ہو رہا  
 ہے کہ مقام فرق میں ایک مقام عام ہے اور ایک مقام خاص۔

## مقام فرق کے مراتب

مقام فرق میں دو مرتبے ہیں

مرتبہ خاص

اور

مرتبہ عام

مرتبہ عام میں عارف کی روح قربت کا مقام حاصل کر لیتی ہے اور اس کا قالب

(بدن عنصری) مقام عبودیت پر متمکن ہو جاتا ہے۔



جبکہ مرتبہ خاص جس پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فائز المرام اور قدم خاص رکھتے ہیں اس میں روح اپنے توابع سمیت عالم قدس سے عالم خلق کی طرف رجوع اور عود کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسند دعوت پر بٹھایا جاتا ہے۔ اس مقام کے حاملین کو راجعین الی الدعوة کہا جاتا ہے۔

چونکہ مقام فرق کے مرتبہ عام میں عارف کو مقام مشاہدہ اور مرتبہ حضوری سے مزید ارتقاء نصیب نہیں ہوتا اس لئے اس کی روح مع التوابع طریق انبیاء کے مطابق عود کرتی ہے اور وہ عارف اپنی توجہات قدسیہ کی بدولت تصفیہ و تزکیہ کر کے قافلوں کے قافلے، حریم یار تک پہنچاتا ہے۔ یوں بطور تبعیت فیضان نبوت اور کمالات رسالت سے وافر حصہ پاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ فرق بعد الجمع میں ایک مرتبہ خاص ہے جسے مقام رجوع کہتے ہیں اور وہ دعوت خلق کا مقام ہے اور دعوت و تبلیغ انبیاء کرام کا طریق ہے اور یہ مقام دعوت کمالات نبوت کا مقام ہے، تمام اولیاء کا مرتبہ اس مقام سے نیچے ہے۔ اس فقیر کو بطور تبعیت اس مقام خاص میں ایک خاص قدم حاصل ہے۔  
والحمد لله على ذلك

مقام خاص میں جب عارف کی روح دعوت و ارشاد کیلئے قالب کی طرف واپس لوٹی ہے تو قالب کے تابع ہو جاتی ہے۔ قالب پہلے ہی عبادت، اطاعت و عبودیت میں مشغول ہوتا ہے۔ لہذا اب روح بھی قالب کے ساتھ مل کر دعوت و عبودیت میں مصروف ہو جاتی ہے۔



واگر قالب غافل ست روح نیز غافل - مگر در وقت ادائے اور اگر قالب غافل ہے روح بھی غافل (ہے) الا مگر نماز ادا کرنے کے وقت روح نماز کہ روح با مراتب خود متوجہ جناب قدس است جلّ اپنے مراتب کے ساتھ بارگاہ قدس جلّ شانہ کی طرف متوجہ شانہ قالب اگرچہ غافل باشد زیرا کہ نماز معراج مومن ست (ہے) قالب اگرچہ غافل ہی ہو کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے ۶۲

### روح اور قالب میں مطابقت

۶۱ جب روح، قالب کی طرف رجوع کر کے اس کی متابعت میں دعوت و عبودیت میں مشغول ہوتی ہے تو معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ دونوں کی حالتیں و کیفیتیں ایک جیسی ہو جاتی ہیں کہ جس کام میں قالب مشغول ہو روح بھی اسی کام میں مشغول ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر قالب حاضر ہے تو روح بھی حاضر ہے۔ اگر قالب غافل ہے تو روح بھی غافل ہے۔ اگر قالب حضوری میں ہے تو روح بھی حضوری میں ہے۔ اگر قالب مہجوری میں ہے تو روح بھی مہجوری میں ہے۔ غرضیکہ جو جو کیفیات و واردات قالب پر وارد ہوتی ہیں، وہی کیفیات روح پر بھی نازل ہوتی رہتی ہیں۔ مقام دعوت و ارشاد میں گو توجہ عالم خلق کی طرف رہتی ہے مگر عالم قدس سے تعلق ٹوٹتا نہیں۔ جیسے کوئی شخص اپنے گھر سے دفتر میں آتا ہے تو گو وہ اپنی دفتری مصروفیات میں مشغول رہتا ہے لیکن اس کا گھر یلو تعلق بدستور قائم رہتا ہے۔

### حقیقت نماز

۶۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک استثنائی امر بیان فرما رہے ہیں



کہ جو کیفیات قالب پر وارد ہوتی ہیں وہی کیفیات روح پر بھی وارد ہوتی ہیں مگر اس مقام فرق پر متمکن عارف جب نماز ادا کرتا ہے اگرچہ اس کا قالب غافل ہی کیوں نہ ہو لیکن اس کی روح لطائف سمیت حریم قدس جل سلطانہ کی طرف متوجہ رہتی ہے اور حالت نماز میں کبھی بھی غافل نہیں ہوتی۔ بلکہ حق تعالیٰ کے مشاہدے میں مصروف رہتی ہے یہی مومن کی معراج کا مقام ہے جیسا کہ الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ (تفسیر حقی جز ۸: ۲۵۳) سے عیاں ہے۔ روح کا اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں مشغول ہو جانا ہی حقیقت نماز اور اصل نماز ہے۔ بقول شاعر

اصل نماز ہے یہی ، روح نماز ہے یہی

میں تیرے روبرو رہوں تو میرے روبرو رہے

یہی وجہ تھی کہ جب نماز کا وقت قریب آتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بے قرار ہو کر فرماتے اَيُّسَنَ بِلَالٍ كَدَّهْرٍ هِيْنَ؟ جب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ حاضر ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے اَرِحْنَا يَا بِلَالُ (تفسیر روح المعانی جزء ۲۸۶: ۴) اے بلال ہمیں راحت پہنچاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سمجھ جاتے کہ آپ فرما رہے کہ اذان دو تا کہ ہم نماز ادا کریں کیونکہ اس سے آپ کو راحت ملتی تھی۔ یعنی حالت نماز میں آپ مقام قرب و مشاہدہ پر فائز ہوتے تھے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ (مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۱۸۲۵) نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ کس قدر قابل افسوس ہے یہ بات کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نماز میں راحت اور ٹھنڈک ہے اور امتی کہتا ہے کہ نماز میں سکون ہی نہیں۔ (معاذ اللہ، استغفر اللہ)

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے امتی کہلانے والے لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی محبت سے عاری ہیں۔ ادب و نیاز، سوز و گداز، دیوانگی و وارنگی سے خالی



ہیں۔ یہی چیزیں تو اصل میں مومن کی میراث ہیں۔ بقول اقبال مرحوم  
 قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں  
 کچھ بھی پیغام محمد کا تمہیں پاس نہیں

## حقیقت نماز سے بے خبر

حقیقت نماز سے بے خبر، غیر نماز میں راحت و چین تلاش کرنے والے لوگوں

سے مخاطب ہو کر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

اس طائفہ کی ایک کثیر جماعت نے اپنے اضطراب و بے قراری کی تسکین کو سماع

و نغمہ اور وجد و تواجُد میں تلاش کیا اور اپنے مطلوب کو بھی نغموں کے پردوں میں تلاش کرنا

چاہا اور رقص و رقاصی کو اپنا مسلک بنا لیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے سنا ہو گا مَا جَعَلَ اللَّهُ

فِي الْحَرَامِ شِفَاءً (اللہ تعالیٰ نے حرام چیز میں شفا نہیں رکھی) ہاں الْغَرِيقُ

يَتَعَلَّقُ بِكُلِّ حَشِيشٍ وَ حُبِّ الشَّيْءِ يُعْمِي وَيُصِمُّ (ڈوبنے والا شخص

تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) اگر نماز کے

کمالات کی کچھ بھی حقیقت ان پر منکشف ہو جاتی تو وہ ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور

وجد و تواجُد کو یاد نہ کرتے۔

ع جب حقیقت نہ ملی ڈھونڈ لی افسانے کی راہ

(الہیات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۶)

## اقسام صوفیاء

صوفی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جو بیرونی سہاروں کے ذریعے اپنے

اندردرد اور لذت پیدا کرتے ہیں۔ محفل سماع کے ذریعے آتش عشق کو بھڑکاتے ہیں۔

جیسا کہ شیخ الشیوخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ محفل سماع منعقد



کرتے اور درد و سوز میں وجد کرتے تھے۔ علمائے وقت نے قوالی کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرما دیا۔ سلطان شمس الدین التمش نے اپنے شیخ حضرت خواجہ قطب کو عرض کیا کہ آپ اپنا موقف بیان فرمائیں تو حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، حق ہے..... علماء کا فتویٰ، سچ ہے۔ لیکن میں علمائے کرام سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص اس قدر بیمار ہو کہ حلال شئی کوئی نہ ملے اور حرام میں ہی اس کا علاج ہو تو کیا ایسی مجبوری کی حالت میں حرام کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

علمائے کرام نے کہا کہ ہاں حالت اضطرار میں بقدر کفایت حرام حلال ہو جاتا ہے تو حضرت خواجہ قطب نے کہا کہ میں مرض عشق میں مبتلا ہوں جس کا علاج قوالی کے بغیر ممکن نہیں اب بتلائیے میرے متعلق کیا حکم ہے؟

علماء نے کہا کہ آپ صالح اور صادق شخص ہیں۔ اگر واقعی آپ کی مرض کا یہی علاج ہے تو آپ کچھ دیر کے لئے قولی کروالیا کریں۔

یوں حضرات چشتیہ دل کی تار کو چھیڑنے کیلئے باہر کی تاریں چھیڑتے ہیں اور لذت و درد حاصل کر کے وجد و رقص کرتے ہیں۔

جبکہ کچھ صوفی سر اور ساز کے اہتمام اور محافل کا انعقاد کے بغیر درد اور لذت حاصل کرتے ہیں، انہیں بیرونی سہاروں کی ضرورت نہیں پڑتی وہ تو ہر وقت آتش عشق میں سلگتے رہتے ہیں، یہی نقشبندی مزاج اور مذاق ہے۔ بقول شاعر

سُر کیسی ، ساز کیسا ، کیسی بزم سامعین

سوزِ دل کافی ہے ہم کو یارِ منانے کیلئے

یہ لوگ نغمہ و سماع کی بجائے قرآن پڑھ اور سن کر درد اور لذت حاصل کرتے ہیں

اور نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مقام



پر قسط از ہیں۔

ان بزرگوں کا آرام و چین عبادات میں ہے اور ان کی تسکین بندگی و طاعات کے حقوق کی ادائیگی میں، ان کو سماع و وجد کی کچھ حاجت نہیں۔ ان کی عبادات ان کے لئے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت کرتی ہے۔ اہل سماع و وجد کے مقلدوں کا ایک گروہ جو ان بزرگوں کی عظیم شان سے واقف نہیں ہے وہ اپنے آپ کو عشاق میں سے سمجھتے ہیں اور ان کو زاہدوں میں سے جانتے ہیں۔ گویا یہ لوگ عشق و محبت کو رقص و وجد میں منحصر سمجھتے ہیں۔ (الہیات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۶)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دورانِ نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوتی تھی کہ آپ کا سینہ اقدس ایسے کھولتا تھا جیسے ہنڈیا چولہے پر کھولتی ہے۔

ایسے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حالت نماز میں گریہ و زاری کرتے تھے۔ واضح رہے کہ تمام سلاسل طریقت کے اپنے اپنے باطنی مزاج اور روحانی مذاق ہیں ان پر تنقید سے احتراز کرنا چاہئے۔

## عارفین کی نماز

دوران نماز عارف کی روح مرتبہ حضور اور مقام مشاہدہ پر فائز ہو جاتی ہے جبکہ قالب غافل ہو جاتا ہے۔ غافل ہونے کا معنی یہ ہے کہ جسم پر تجلیات کا اتنا اور دور ہوتا ہے کہ اسے دید و دانش کی ہوش ہی نہیں رہتی۔ جب قالب کو اپنا نفع و نقصان بھی پیش نظر نہ رہے تو یہ قالب کی غفلت کہلاتی ہے اس کی دو مثالیں درج ذیل ہیں۔

..... حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نماز ادا فرما رہے تھے۔ آپ کے مکان کو آگ لگ گئی..... شعلے بھڑک اٹھے..... مکان جل کر خاکستر ہو گیا..... لوگوں نے شور مچایا مگر آپ نماز میں اس قدر محو تھے کہ چھت کا ملبہ آپ پر گر گیا لوگوں نے آپ کو نیچے



سے نکالا آپ فرمانے لگے کیا ہوا؟ عرض کی گئی حضور مکان کو آگ لگ تھی، فرمایا مجھے تو کوئی خبر نہیں۔

۲..... مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم میں دوران جنگ تیر پیوست ہو گیا۔ لوگوں نے تیر نکالنا چاہا لیکن سخت تکلیف کی وجہ سے تیر نہ نکال سکے۔ احباب نے باہمی مشورہ سے دوران نماز تیر نکالنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آپ ادائے نماز کیلئے مصلیٰ پر کھڑے ہوئے۔ روح مبارک مشاہدہ جمال مطلق میں محو تھی اور جسم اقدس ماسویٰ سے غافل ہونے کے باعث بے حس تھا۔ لوگوں نے آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا۔ مصلیٰ خون میں لت پت ہو گیا۔ لباس اور جسم اقدس خون آلود ہو گئے۔ سلام کے بعد حیران ہو کر پوچھا کیا ہوا؟ عرض کیا، حضور آپ کے جسم اقدس سے تیر نکالا ہے۔ مختصر یہ کہ جب عارف کی روح مشاہدے میں مستغرق ہو جاتی ہے تو قالب اپنی خاکِ اصلیت کی وجہ سے مشاہدے کی تاب نہ لا کر کالمیبت ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کے سامنے قالب کے احساسات کی ساری توانائیوں کا نسیان ہو جاتا ہے اسی کو اہل طریقت کی زبان میں غفلت کہا جاتا ہے۔ یہاں عام لوگوں کی غفلت قطعاً مراد نہیں۔



باید دانست کہ این رجوعِ واصل کہ بکلیت واقع شود از  
جاننا چاہئے کہ یہ واصل کا رجوع جو پورے طور پر واقع ہوا۔ دعوت کے  
کمال مقامات دعوت ست۔ این غفلت سبب حضور جمع  
سب سے کامل مقامات میں سے ہے ۶۳ یہ غفلت بہت سی جمعیتوں کے حضور کا  
کثیر ست۔ غافلان ازیں غفلت غافل اند و حاضران ازیں  
سبب ہے غافل لوگ اس غفلت سے غافل ہیں اور صاحبانِ حضوری  
رجعت جاہل۔

اس رجعت سے ناواقف (ہیں)

انوار کی برداشت، رُوح کی استعداد پر موقوف ہے

۶۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی مزید وضاحت فرما رہے  
ہیں کہ جب عارف واصل کی روح دیگر لطائف سمیت مقام فرق کے بعد مکمل طور پر  
واپس لوٹتی ہے تو لوگوں کی رشد و ہدایت کیلئے مصروف ہو جاتی ہے۔ یہ مقام دعوت کے  
کامل ترین مقامات میں سے ہے۔ یعنی اس مقام میں روح واصل ہوتی ہے اور جسم  
غافل۔ اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے

ادھر اللہ سے واصل، ادھر مخلوق میں شامل

چونکہ روح و جوب کے دیس سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اس میں انوار و تجلیات  
کو برداشت کرنے کی صلاحیت و استعداد ہوتی ہے مگر جسم، عدم مناسبت کی وجہ سے  
برداشت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو کلی طور پر غافل ہو جاتا ہے۔ غافل کا معنی یہ نہیں کہ  
قالب مشاہدے سے محروم رہتا ہے، نہیں بلکہ انوار و تجلیات کے سامنے مغلوب ہو جاتا



ہے۔ جیسا کہ کوہ طور پر حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے جب افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے حضور پکارا ٹھے تَبْتُ إِلَيْكَ (الاعراف ۷: ۱۲۳) میری توجہ! اب دیدار کا مطالبہ نہیں کروں گا یہ بھی مقام فرق تھا (سبحان اللہ) لیکن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دُنْیَ فَتَدَلَّتْی کی خلوتوں اور قربتوں میں پہنچ کر بھی باہوش رہے جیسا کہ آیت کریمہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى (النجم ۵۳: ۱۷) سے عیاں ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت یک پرتو صفات

تو عین ذات می نگری و در تبسمی

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استعداد تھی۔ ادھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد تھی کہ عین مشاہدہ میں بھی هَلْ مِنْ مَزِيدٍ کا نعرہ بلند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ سب کا مقام استعداد ایک جیسا نہیں بلکہ جدا جدا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت مشاہدہ کو یوں بیان کیا ہے

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید

رب زدنی از زبان او چکید



این مقام از قبیل مدح بمایشبہ الذم است فہم ہر کوتہ  
یہ مقام ایسی مدحت کے قبیل سے ہے جو مذمت کے مشابہہ ہے ہر کوتاہ اندیش  
اندیش ایس جا نرسد۔ اگر کمالات این غفلت را بیان  
کی فہم اس جگہ تک نہیں پہنچتی اگر اس غفلت کے کمالات کو میں بیان کروں  
کنم ہرگز کسے آرزوئے حضور نکند۔  
تو ہرگز کوئی حضور کی تمنا نہ کرے۔ ۶۴

## غفلت کی عظمت

۶۴ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں وہ غفلت جو واصلین  
اور کاملین پر آتی ہے کہ ان کے قالب غافل اور بے خبر ہوتے ہیں جبکہ روح ہوشیار اور  
حاضر رہتی ہے بلکہ ان کے قالب کی یہ غفلت جمع کثیر کے حضور کا باعث ہوتی ہے۔ جمع  
کثیر کا مطلب جمع در جمع، جمع در جمع، کیا مطلب ان واصلین عارفین کی یہ غفلت حضور  
در حضور، حضور در حضور کا سبب بنتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کی یاد و حضور سے بالکل بے خبر ہیں وہ بھی  
غفلت کے اس عظیم مقام سے بے خبر ہیں اور جن صوفیوں کو مشاہدہ و حضور کا مقام حاصل  
ہے وہ بھی مقام فرق پر متمکن عارفوں پر طاری ہونے والی غفلت سے ناواقف ہیں۔

دعوت کا وہ مقام جس میں عارف و اصل کی روح حاضر اور جسم غافل ہوتا ہے یہ  
ایسی غفلت ہے جس کی حقیقت کا نہ غافلوں کو علم ہے نہ حضروں کو۔ یہ ایسا مقام ہے جو  
مدح بمایشبہ الذم کے قبیل سے ہے یعنی یہ غفلت ایسی مدحت ہے جو مذمت  
سے مشابہت رکھتی ہے۔ جیسے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہو "خدا یا میں



تیرا عاجز، گناہگار، سیاہ کار، جاہل اور غافل بندہ ہوں میرے جیسا تو بدکار ہے ہی کوئی نہیں“ یہ دعائے مذمت ہے جو بندہ اپنے رب کے حضور کر رہا ہے لیکن اس مذمت پر ہزاروں تعریفیں قربان، یہ وہ مدح ہے جو ذم کا لباس پہنے ہوئے ہے۔ لیکن اصلی بندہ وہی ہے جو خود کو گناہگار و سیاہ کار کہے، بس اسی کو مدح بمایشبہ الذم کہا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ جس غفلت کی ہم بات کر رہے ہیں وہ تو حضوری سے بھی افضل ہے، جس سے حضور والے بھی بے خبر ہیں، کوتاہ فہم کی یہاں رسائی کہاں؟

اگر ہم اس غفلت کے کمالات کے راز کھول دیں تو بارگاہ قدس جل سلطانہ میں حاضر باش عارف و واصل، حضوری کو چھوڑ کر اس غفلت کی تمنا کرنے لگ جائیں۔



ایں آن غفلت ست کہ خواص بشر را بر خواص ملک فضیلت  
 یہ وہ غفلت ہے جس نے خاص بشروں کو خاص فرشتوں پر فضیلت بخشی ۶۵  
 بخشید، ایں آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ ﷺ  
 یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین  
 را رحمت عالمیاں گردانید، ایں آن غفلت است  
 بنا دیتی ہے یہ وہ غفلت ہے کہ جو ولایت  
 کہ از ولایت بہ نبوت می رساند،  
 سے (کمالات) نبوت تک پہنچا دیتی ہے۔

### عرفائے محفوظین ہی ملائکہ سے افضل ہیں

۶۵ حضرت امام ربانی فرماتے ہیں کہ اسی غفلت کے باعث خواص بشروں کو خواص  
 فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ  
 العزیز اس عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی تصنیف لطیف میں یوں تحریر فرماتے  
 ہیں:

اتفاق اہل سنت و جماعت و جمہور مشائخ طریقت  
 انبیاء و آنان کہ محفوظ اند از اولیاء فاضل تر اند از فرشتگان

(کشف المحجوب فارسی: ۲۶۰)

یعنی اہل سنت و جماعت اور جمہور مشائخ طریقت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ  
 انبیائے کرام اور وہ اولیائے عظام جو محفوظ ہیں فرشتوں سے افضل ہیں۔  
 حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:



جمہور علمائے اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ ”خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں“ جبکہ امام غزالی، امام الحرمین عبداللہ جوینی اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص فرشتے خاص انسانوں سے افضل ہیں۔

جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی ولایت سے افضل ہے۔ لیکن نبوت و رسالت میں نبی کے لئے ایک ایسا درجہ ہے کہ جس تک کوئی فرشتہ بھی نہیں پہنچا ہے اور وہ درجہ عنصر خاک کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ”کمالات ولایت“ ”کمالات نبوت“ کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرے کو دریائے محیط کے ساتھ ہے مگر ایسا نہیں ہے۔ پس وہ فضیلت جو نبی کو نبوت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے وہ اس فضیلت سے کئی گنا زائد ہے جو ولایت کی وجہ سے حاصل ہے۔ لہذا فضیلت مطلق انبیائے کرام علیہم الصلوٰات والتسلیمات کا حصہ ہے اور جزئی فضیلت ملائکہ کرام کیلئے ہے۔ پس درست وہی ہے جو علمائے کرام شکر اللہ سعیہم نے فرمایا ہے۔

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۶۶)



ایس آن غفلت است کہ از نبوت بہ رسالت می رساند ،  
 یہ وہ غفلت ہے جو (اولیاء کو کمالات نبوت سے کمالات رسالت تک لے جاتی  
 ایس آن غفلت است کہ اولیائے عشرت را بر اولیائے عزلت  
 ہے یہ وہ غفلت ہے جو اولیائے عشرت کو اولیائے عزلت پر فضیلت بخشتی ہے۔ ۶۶  
 مزیت می بخشد، ایس آن غفلت است کہ محمد رسول اللہ  
 یہ وہ غفلت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم را بر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ  
 سبقت دیتی ہے۔ ۶۷ بعد اس کے کہ وہ گھوڑے کے دونوں  
 سبقت می دہد بعد ما کانا کا ذنی فرس -

کانوں کی مانند تھے۔

## غفلت کی کرم فرمائیاں

۶۶ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام  
 جہانوں کے لئے رحمت قرار پائے۔ جیسا کہ آیت کریمہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً  
 لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: ۲۱: ۱۰۷) سے عیاں ہے۔ شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 عالم بالا کی رفعتوں، ملائعالیٰ کی جلوتوں اور ذنی فتدلی کی قربتوں کو خیر باد کہہ کر،  
 امت کی رشد و ہدایت کے لئے تشریف لائے۔ حالانکہ آیت کریمہ قَدْ جَاءَكُمْ  
 مِنَ اللَّهِ نُورٌ (المائدہ: ۵: ۱۵) کے مصداق آپ کا وطن اصلی من اللہ تھا۔ مگر امت پر  
 شفقت اور رحمت کے غلبہ کے باعث آپ عالم دنیا میں واپس تشریف لے آئے تاکہ  
 امت کو تزکیہ و ایمان کی دولت سے نوازیں۔



وہ ہر عالم کی رحمت تھے کسی عالم میں رہ جاتے  
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا  
یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے واصلیں عالم قدس کو چھوڑ کر کمالات فیض نبوت  
سے سیراب و فیضیاب ہوتے ہیں اور مخلوق خدا کی ہدایت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔  
یہ وہی غفلت ہے جو انبیاء کو مقام نبوت سے اٹھا کر رسالت کے درجوں پر فائز  
کر دیتی ہے اور وہ عرفائے کاملین جو بطور تبعیت کمالات نبوت کے فیض نبوت سے  
سرفراز ہوتے ہیں، انہیں کمالات رسالت سے شاد کام کر دیتی ہے۔ کیونکہ رسالت  
کا مرتبہ نبوت سے بالا ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)  
یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی برکت سے اولیائے عشرت، اولیائے عزالت سے  
فضیلت پاتے ہیں۔ اولیائے عزالت اور اولیائے عشرت کی قدرے وضاحت پیش  
خدمت ہے۔

اولیائے عزالت وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیوی تعلقات اور معاملات سے کنارہ  
کش ہو کر پہاڑوں اور جنگلات میں یاد الہی میں مصروف رہتے ہیں۔  
جبکہ اولیائے عشرت وہ ولی ہوتے ہیں جو دنیا میں رہ کر دنیوی معاملات اور  
تعلقات کو بھی سنبھالتے ہیں۔ وعظ و تبلیغ اور درس و تعلیم کے ذریعے مخلوق خدا کیلئے رشد و  
ہدایت اور ایمان و معرفت کا سامان بھی بہم پہنچاتے ہیں۔ انہیں علمائے ربانیین بھی کہا  
جاتا ہے ان کی کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے۔

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سبقت لے گئے حالانکہ آپ کے ساتھ جسمانی قرب کی



ایں آن غفلت ست کہ صحورا بر سکر ترجیح سی  
 یہ وہ غفلت ہے جو صحو کو سکر پر ترجیح دیتی ہے ۶۸ یہ وہ غفلت ہے  
 نماید، ایں آن غفلت ست کہ نبوت رابر ولایت افضل سی  
 جو نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتی ہے کوتاہ

گرداند علی رغم القاصرین ،

اندیشوں کے برخلاف۔ ۶۹

وجہ سے سفر و حضر، جلوت و خلوت، صلح و جہاد، امن و غزوات وغیرہا میں شریک رہے۔ یہ  
 اسی غفلت کا نتیجہ و ثمرہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تک گئے جہاں تک سیدنا  
 صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تصور بھی نہ جاسکا۔ اللہ اکبر!

### غفلت کے باعث صحو کی سکر پر فضیلت

۶۸ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بنا پر صحو کو سکر پر ترجیح و فضیلت حاصل ہے۔ حالت  
 سکر میں ولی بے ہوشی و بے خودی کے عالم میں دعوے کرتا ہے۔ جبکہ صاحب صحو از راہ  
 تواضع اپنے تہی دامن ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ لوگ اصحاب سکر کو بزرگ خیال کرتے  
 ہیں اور ارباب صحو کو عام خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ صحو انبیاء کرام کا مرتبہ ہے کہ جب  
 کفار نے معجزات و کمالات کے ظہور کا مطالبہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (الکہف ۱۸: ۱۱۰) یعنی میں تو بندہ بشر ہوں۔ بس یہی

”غفلت“ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا سے ممتاز کر دیا۔ اہل  
 سکر دعوے کرتے رہے اور اہل صحو کی ولایت کو کوئی نہ جان سکا۔ اسی غفلت نے اہل سکر



پراہل صحو کو فضیلت دے دی۔

سکر و صحو

ان کی قدرے وضاحت پیش خدمت ہے۔

انوار غیب کے غلبے سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جانا سکر ہے اور غیبت کے بعد کسی وارد قوی کے سبب امتیاز و احساس کا لوٹ آنا صحو ہے۔ حالت سکر میں غلبہ احوال کی بنا پر اہل سکر سے جو اقوال و افعال صادر و سرزد ہوں وہ پایہ اعتبار سے ساقط اور ناقابل سند ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں صادر ہونے والے کلمات کو شطیحات کہتے ہیں اور حالت صحو میں ان کا تدارک لازم ہوتا ہے۔ سکر اولیاء کے مرتبے سے تعلق رکھتا ہے اور صحو انبیاء کے مرتبے سے متعلق ہے۔ یہی حق الیقین کا مرتبہ ہے جہاں سالک، ممکن کو ممکن اور واجب کو واجب جانتا ہے اور اس پر مقام عبدیت اور مقام بقا کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ (الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲)

نبوت ولایت سے افضل ہے

۶۹ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیا جاتا ہے نبوت، ولایت سے افضل ہے یا ولایت، نبوت سے افضل ہے؟ اس مسئلہ میں صوفیائے کرام کا اختلاف ہے۔

..... بعض صوفیاء کے نزدیک مطلق ولایت، نبوت سے افضل ہے۔

..... حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

..... جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک، نبوت ولایت سے افضل



ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے اس مسئلہ میں بیان فرمودہ معارف آپ سے پہلے کسی نے بھی بیان نہیں کئے۔ آپ کے فرمودات کا خلاصہ پیش خدمت ہے

”ولایت، نبوت سے افضل ہے“ کے قائلین ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوعین میں سے ہیں اور مقام نبوت کے کمالات سے بے خبر ہیں۔ مقام نبوت کو مقام ولایت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی کہ غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ۔ نبوت، ہبوط (نزول) کے مرتبہ میں کلی طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہے اور ولایت کو ہبوط کے مرتبہ میں مخلوق کی طرف پوری توجہ نہیں ہے، بلکہ اس کا باطن حق کی طرف ہے اور اس کا ظاہر مخلوق کی طرف۔ اس کا راز یہ ہے کہ صاحب ولایت نے مقامات عروج کو پوری طرح طے نہیں کیا اور نزول کر لیا ہے۔ اس لئے لازمی طور پر اس کو فوق کی نگرانی ہمہ وقت دامنگیر ہے اور کلی طور پر اس کی توجہ خلق کے ساتھ ہونے میں مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے، کہ اس نے عروج کے تمام مقامات طے کر کے ہبوط فرمایا ہے۔ لہذا وہ پورے طور پر مخلوق کو حق جل سلطانہ کی طرف دعوت دینے میں متوجہ ہے۔

ولایت اولیاء، اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف سراغ دیتی ہے اور ولایت انبیاء حق تعالیٰ کی اقرابت کا نشان بتاتی ہے..... ولایت اولیاء شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور ولایت انبیاء اس مجہول کیفیت (بے کیفی و بے رنگی) کی نسبت کا ثبوت دیتی ہے..... ولایت اولیاء اقرابت کو نہیں پہچانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں جانتی کہ کہاں ہے؟ اور ولایت انبیاء اقرابت کے باوجود قرب کو عین بعد جانتی ہے اور شہود کو عین غیبت سمجھتی ہے۔ (مزید تفصیلات الہینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۷۷ میں ملاحظہ ہوں)



ایس آن غفلت ست کہ بسبب آن قطب ارشاد از قطب  
یہ وہ غفلت ہے جس کے سبب قطب ارشاد قطب ابدال پر  
ابدال افضلیت پیدا سی کند، ایس آن غفلت است کہ  
افضلیت حاصل کر لیتا ہے • کے یہ وہ غفلت ہے کہ سیدنا  
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آرزوئے آن سی نماید، آنجا کہ  
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی آرزو فرمایا کرتے تھے اس مقام پر فرمایا کرتے اے کاش!  
سی فرماید ”یا لیتنی کنٹ سہو محمد“ ایس آن غفلت ست کہ  
میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سہو ہوتا اے یہ وہ غفلت ہے کہ حضور،  
حضور کمینہ خادم اوست، ایس آن غفلت ست کہ  
اس کا ادنی خادم ہے یہ وہ غفلت ہے کہ وصول اس کے حصول کا پیش  
وصول مقدمہ حصول اوست، ایس آن غفلت ست کہ  
خیمہ ہے یہ وہ غفلت ہے جو بظاہر تنزل ہے لیکن حقیقت  
بصورت تنزل ست و بحقیقت ترفع،

میں عروج ہے۔ ۲۷

• کے یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی بدولت قطب ارشاد کو قطب ابدال پر فضیلت نصیب  
ہوتی ہے۔ جبکہ بعض لوگوں کا موقف یہ ہے کہ قطب ابدال قطب ارشاد سے افضل ہوتا  
ہے۔ قطب ارشاد اور قطب ابدال کی قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔



## قطب ارشاد

یہ اولیائے ظاہرین میں سے ہوتا ہے۔ خلافت الہیہ اور نیابت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت سے سرفراز ہوتا ہے۔ مخلوق کیلئے ہر قسم کے ایمان و ہدایت اور حسنات و برکات کا ذریعہ اور گناہوں سے مغفرت کا وسیلہ ہوتا ہے۔ دینی اور تشریحی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں قطب ارشاد، ہدایت و ارشاد (دعوت) سے متعلق امور میں وصول فیض کا واسطہ ہوتا ہے۔

## قطب ابدال

قطب ابدال ان فیوض و برکات کے پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے جو عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا پیدائش، رزق رسانی، مصائب کو دور کرنا، بیماریوں کو دور کرنا اور صحت و عافیت کا حصول قطب ابدال کے مخصوص فیوضات سے تعلق رکھتے ہیں۔ دنیوی اور تکوینی امور اس کے تصرف میں ہوتے ہیں۔

اے یہ وہی غفلت ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی تمنا و دعا کرتے رہے کہ اے کاش میں (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) نہ ہوتا بلکہ سو مصطفیٰ (علیٰ صاحبہا الصلوٰت) ہوتا۔

احادیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسیان کے متعلق آتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھائی اور دو رکعتوں پر سلام پھیر دیا تو حضرت ذوالیدین (رضی اللہ عنہ) کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے اُقْصِرَتِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ اَمْ نَسِيتَ۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز قصر ہو گئی یا آپ بھول گئے؟ تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: كُلُّ ذَالِكَ لَمْ يَكُنْ فرمایا کچھ بھی نہیں

ہوا۔ (موطا امام مالک)



نسیان کی وجہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمائی۔

إِنِّي لَا نَسِي أَنْسِي لِأَسْنٍ يَعْنِي فِيهِ اس لِي بَهُولتَا يَا بَهْلَا يَا جَاتَا هُوں  
تا کہ کوئی سنت قائم کر دوں۔ (موطا امام مالک جزء ۱: ۳۰۲)

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں لَسْتُ أَنْسِي  
وَلَكِنْ أَنْسِي لِأَسْنٍ (الشفاء لقاضی عیاض جزء ۲: ۱۵۰) میں بھولتا نہیں لیکن بھلایا جاتا  
ہوں۔

یاد رہے کہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق  
ہے کہ امور تبلیغیہ میں آپ پر سہو اور نسیان طاری نہیں ہو سکتا کہ آپ رشد و ہدایت کی  
تبلیغ فرمائیں اور کوئی غلط بات بتلا دیں البتہ دنیوی معاملات اور عبادات میں بعض  
اوقات آپ پر نسیان طاری ہو جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ علی الفور آپ کو امر واقعہ سے  
آگاہ فرمادیتا اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امور اعتقادیہ میں آپ پر نسیان نہیں آ  
سکتا۔ (شرح مسلم للنووی جلد اول)

۲۷ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کے سامنے حضور، ادنیٰ ترین خادم کی حیثیت رکھتا ہے  
کیونکہ حضور میں عارف کو بارگاہ قدس کی حاضری نصیب ہوتی ہے جبکہ غفلت میں حضور  
کے بعد نزول ہوتا ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ جس میں عارف و اصل کو حضور و شہود کے بعد مسند دعوت و  
ارشاد پر متمکن کرنے کیلئے عالم قدس سے عالم خلق کی طرف بھیجا جاتا ہے تو بظاہر یہ تنزل  
ہوتا ہے لیکن حقیقت میں رفعت اور بلندی ہوتی ہے۔

یہ وہی غفلت ہے کہ اس کا وصول اس کے حصول کا زینہ ہے۔

(وصول اور حصول کے درمیان فرق منہا ۱۴ میں ملاحظہ فرمائیں)



ایس آن غفلت ست کہ خواص رابعوام مشتبہ سی سازد و  
یہ وہ غفلت ہے جو خواص کو عوام کے مشابہ بنا دیتی ہے اور ان کے کمالات  
قباہ کمالات ایشان سی گردد۔

کے حجابات ہو جاتی ہے۔ ۳۷

گربگویم شرح ایس برے حدشود

اگر میں اس کی شرح بیان کروں تو بے حساب ہو جائے۔

الْقَلِيلُ يَدُلُّ عَلَى الْكَثِيرِ وَالْقَطْرَةُ تَنْبِئُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِيرِ وَالسَّلَامُ عَلَى

قَلِيلٍ، كَثِيرٍ بِرَدْلَالَتِهِ كَرْتَا هُوَ اَوْ قَطْرَةٌ بِحَرْبِ كِنَارِ كِي خَبْرٍ دِي تَا هُوَ ۳۷ ااور سلامتی ہو اس

مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالتَّزَمَ مَتَابِعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ

پر جو ہدایت کی پیروی کرے اور (حضرت) مصطفیٰ کی اتباع کا التزام کرے۔ ان

والتسليمات اتمها واكملها .

پر اور ان کی آل اطہار پر اتم اور اکمل صلوات و تسلیمات ہوں۔

۳۷ یہ وہی غفلت ہے کہ جس کی وجہ سے کاملین اور خواص عامۃ الناس کے ساتھ بہت

زیادہ مشابہت رکھتے ہیں کہ لوگوں کیلئے ان کاملین اور عوام الناس کے درمیان امتیاز کرنا

مشکل ہو جاتا ہے، اس لئے وہ انہیں اپنے جیسا تصور کر کے انکار و اعتراض کے گرداب

میں پھنس جاتے ہیں۔ چنانچہ منکرین نے زبان طعن دراز کرتے ہوئے یوں کہہ دیا

جیسا کہ آیات کریمہ فَقَالُوا اَبَشَرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا (التغاین ۶۳: ۶۴) اور

وَقَالُوا مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ



۱) (الفرقان ۲۵: ۷) سے عیاں ہے۔ سعادت مند ہیں وہ لوگ جو حدتِ بصر اور تیزی نظر کے باعث اہل اللہ کی باطنی صفات کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ دراصل اہل اللہ مصر کے دریائے نیل کی مانند ہیں جو مجوبین کیلئے طوفانِ بلا اور مجوبین کیلئے آبِ شفا ہیں۔ بقول شاعر

آب نیل ست و بہ قبلی خون نمود  
قوم موسیٰ را نہ خون بود آب بود  
بن گیا خون جو قبلی کیلئے  
نیل ہی تھا قوم موسیٰ کے لئے

اگر اہل اللہ کی عوام کا لانعام کے ساتھ مشابہت و مناسبت نہ ہوتی تو افادہ اور استفادہ کی راہیں مسدود ہو جاتیں اور لوگوں کے قلوب کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ کیونکر ہوتا۔

۴) یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ مقامِ غفلت وہ عظیم الشان مرتبہ ہے کہ اگر میں اس کی تفصیلات و تشریحات کرتا چلا جاؤں تو وہ شمار و حصار سے بالا ہوگی۔ یہاں جو چند مثالیں بیان کی گئی ہیں یہ ایسے ہی ہیں جیسے قلیل، کثیر پر اور قطرہ، غدیر (حوض) پر دلالت کرتا ہے۔ اس شخص پر سلامتی ہو جو راہِ ہدایت اور اتباعِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات پر گامزن رہے۔ اللہم ارزقنا ایامہا



## مِنْهَا - ۱۴

حضرت رسالت خاتمیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
 حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیائے  
 درمیان سائر انبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات  
 کرام علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کے درمیان تجلی ذاتی کے ساتھ  
 بتجلی ذاتی ممتاز است، وباین دولت کہ فوق جمیع  
 ممتاز ہیں اور اس دولت سے جو تمام کمالات سے فوق ہے مخصوص  
 کمالات است مخصوص، وکمل تابعان اور ازیں مقام  
 (ہیں) اور ان کے کامل تابعداروں کو اس مقام  
 خاص نصیب است -

خاص سے حصہ (میر) ہے۔ ۱

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی امتیاز

۱ اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ النورانی رحمۃ اللعالمین، ختم المرسلین  
 حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اس خصوصی امتیاز کو بیان فرما رہے ہیں کہ جس کی  
 بدولت آپ جملہ انبیائے کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰت میں ممتاز ہیں اور وہ خصوصی



اختصاص، تجلی ذاتی ہے جو تمام کمالات سے بالا ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے کامل تابعداروں کو بھی اس مقام خاص سے حظ وافر نصیب ہوتا ہے۔ تجلی ذاتی کے بارے میں قدرے وضاحت ہدیہ قارئین ہے۔

تجلی کی تعریف کرتے ہوئے عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

التَّجَلِّيُّ: ظُهُورُ الشَّيْءِ فِي الْمَرْتَبَةِ الثَّانِيَةِ كَظُهُورِ زَيْدٍ فِي الْمِرْأَةِ (تفسیر مظہری جلد سوم)

یعنی کسی شئی کے دوسرے مرتبہ میں ظہور کو تجلی کہا جاتا ہے جیسے زید کی صورت کا آئینے میں ظاہر ہونا۔

تجلی ذاتی کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو تجلی بلا واسطہ ہو اسے تجلی ذاتی کہا جاتا ہے۔ تجلی ذاتی انتہائے قرب کا نام ہے جیسا کہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت نور ذاتی سے عبارت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ذاتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نور بغیر کسی مادے اور واسطے کے پیدا فرمایا ہے۔

## تجلی کی اقسام

اہل طریقت نے تجلی کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ تجلی آثاری ۲۔ تجلی انفعالی ۳۔ تجلی صفاتی ۴۔ تجلی ذاتی

## حضرت ابن العربی اور تجلی ذاتی

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی، خاتم الولاہیت کے ساتھ مخصوص ہے اور خاتم الولاہیت سے مراد وہ اپنی ذات لیتے ہیں۔ بعض وجودی



صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی کی خاتم الولاہیت سے مراد غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں اور بعض کے نزدیک خاتم الولاہیت سے مراد وارث کمالات محمدیہ، حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ واللہ اعلم

## حضرت امام ربانی اور تجلی ذاتی

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک تجلی ذاتی خاتم رسالت علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اولیائے کرام میں سے کسی کے ساتھ بھی تجلی ذاتی مخصوص نہیں۔

۲ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت و تبعیت و وراثت میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کے اولیائے کاملین کو تجلی ذاتی سے حصہ ملتا ہے۔ اس ضمن میں اگر حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کو تجلی ذاتی سے حصہ ملا ہو تو انکار نہیں کرنا چاہئے لیکن تجلی ذاتی ان کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دیگر اولیائے کرام بھی اس مرتبہ سے مشرف ہیں۔



گفتہ نشود کہ بریں تقدیر لازم سی آید، کہ کمل این امت

یہ نہ کہا جائے کہ اس تقدیر سے لازم آتا ہے کہ اس امت کے کاملین تمام

افضل باشند از سائر انبیاء، و این خلاف معتقد اہل سنت

نبیوں سے افضل ہو گئے اور یہ اہل سنت و جماعت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

و جماعت ست، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کے اعتقاد کے خلاف ہے۔

## ایک اعتراض اور اس کا جواب

۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک اعتراض کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔

اعتراض یہ ہے کہ انبیاء کرام میں سے تجلی ذاتی صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ مخصوص ہے اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کے کامل اولیاء کو بھی اس تجلی ذاتی

سے حصہ نصیب ہوتا ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات

والتسلیمات کے اولیائے کاملین انبیاء کرام سے افضل ہیں؟ کیونکہ وجہ فضیلت تجلی ذاتی

کا حاصل ہونا ہے جبکہ اولیاء کا انبیاء کرام پر فضیلت کا قول اہل سنت و جماعت کے

اعتقادات کے خلاف ہے۔



وایس فضل نہ جزئی ست تا باں رفع شبہہ  
 اور یہ جزوی فضیلت نہیں ہے کہ اس سے شبہ کو دور کر دیا جائے بلکہ کلی (فضیلت)  
 کردہ شود، بلکہ کلی ست۔ زیرا کہ تفاضل رجال  
 ہے کیونکہ مردانِ خدا کی ایک دوسرے پر فضیلت قرب الہی جل سلطانہ  
 بقرب الہی ست جل سلطانہ، ہر فضیلتی کہ  
 کی بدولت ہے جو فضیلت بھی ہے اس  
 بہست دون آن فضیلت ست۔  
 فضیلت سے کم تر ہے۔ ۴

۴ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ  
 اولیاء کا ملین کو تجلی ذاتی کے حصول سے انبیاء کرام پر جو فضیلت ملی ہے یہ جزوی ہے  
 تو اس پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ وجہ فضیلت قرب الہی جل سلطانہ ہے اور ہر فضیلت اس  
 سے کم تر ہے تو جب اولیاء کا ملین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت سے تجلی ذاتی  
 حاصل ہوئی تو ان کی فضیلت جزوی نہ رہی بلکہ کلی ہو گئی۔



در جواب گویم کہ لازم نمی آید ازین کہ کمل این امت را  
 جواب میں ، ہم کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس امت  
 ازاں مقام نصیب است وصول اینہا بآن مقام - وفضیلت  
 کے جن کا ملین کو اس مقام سے حصہ ملتا ہے ان کا اس مقام تک وصول (ہو گیا  
 مربوط بوصول است - نہایت عروج کمل این امت کہ  
 ہے) اور فضیلت وصول کے ساتھ مربوط ہے ۵ اس امت کے کا ملین کا انتہائی

خیر الامم است

عروج جو تمام امتوں سے بہتر ہے

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جو ابا ارشاد فرماتے ہیں کہ جو کا ملین امت تجلی  
 ذاتی سے سرفراز ہوئے ہیں اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ تجلی ذاتی کے مقام تک  
 واصل ہو گئے - کیونکہ ایک ہے کسی مرتبہ کا وصول اور ایک ہے اس کا حصول - وصول  
 اصل ہے اور حصول اس کا ظل ہے ، وصول اصالت ہے اور حصول نیابت ہے - کسی  
 مقام میں واصل ہونا اور اس کا حاصل ہونا ان میں واضح فرق ہے -

ایک مثال

وصول اور حصول میں فرق کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے -  
 میرے پاس 200 روپے ہیں جو کہ میری ذاتی محنت و کسب سے حاصل ہوئے ہیں اور  
 اب یہ میری ذاتی شے ہے تو آپ احباب میں سے کوئی ایک مجھے یہ کہتا ہے کہ میں  
 غریب اور ضرورت مند ہوں - مجھے 100 روپیہ چاہئے ، تو میں 100 روپیہ اس کو دے



دوں۔ اب میں اور وہ شخص ایک جیسے ہو گئے یعنی دونوں کے پاس رقم برابر ہے، ہم مساوی تو ہیں لیکن میرے پاس جو 100 روپیہ ہے یہ میرا مقام وصول ہے جو 100 اس کو مجھ سے ملا ہے وہ اس کا مقام حصول ہے۔ لہذا وہ شخص میرا طفیلی ہو کر 100 روپے کا مالک بنا ہے اور میں اپنی محنت، کوشش اور اللہ کے فضل سے 200 روپے کا مالک بنا تھا۔ اس کے بعد 100 روپیہ میں نے اسے دے دیا 100 روپیہ میرے پاس رہ گیا۔ میں بھی 100 والا، وہ بھی 100 والا۔ مجھے اصالتاً، بالاصل اور بلا واسطہ ملا اس کو میرے واسطہ سے ملا۔ لہذا اس شخص کے پاس جو 100 روپیہ ہے، وہ مقام حصول ہے اور میرے پاس جو ہے یہ مقام وصول ہے۔ تو اس مثال سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ تجلی ذاتی تک اولیائے کرام کا حصول تو ہے، وصول نہیں۔ (مزید تفصیلات مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۲۳۱ میں ملاحظہ فرمائیں)

جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجلی ذاتی کا وصول حاصل ہے۔ حصول میں واسطہ ہوتا ہے جبکہ وصول میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور فضیلت مقام وصول میں ہے مقام حصول میں نہیں۔ اولیاء کی انبیاء کرام پر فضیلت اس وقت لازم آئے گی جب یوں کہا جائے کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تجلی ذاتی کے مقام کے ساتھ مخصوص ہیں، اسی طرح آپ کی امت کے اولیائے کالمین بھی مخصوص ہیں اور جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تجلی ذاتی کے مقام تک وصول ہوا ہے اسی طرح اولیاء امت کا بھی تجلی ذاتی کے مقام تک وصول ہوتا ہے۔ جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے وصول کی بات نہیں کی بلکہ نصیب است کہا ہے جس کا معنی ہے کہ تجلی ذاتی کا کچھ حصہ انہیں بھی حاصل ہوتا ہے۔ چونکہ اولیاء کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے تجلی ذاتی حاصل ہوتی ہے اس لئے ان کی فضیلت کا قول درست نہیں، فضیلت انبیاء کرام کیلئے ہی مخصوص ہے۔ (وللہ الحمد)



تاتحت اقدام انبیاء است علیہم الصلوٰت والتسلیمات  
 انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات کے قدموں  
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ افضل جمیع بشر است  
 کے نیچے تک ہے ۱ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰت و التسلیمات  
 بعد انبیاء علیہم الصلوٰة والتسلیمات والتحیات، نہایت  
 والتحیات کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا انتہائی عروج نبی کے  
 عروج او تاتحت قدم نبی است کہ دون جمیع انبیاء ست -  
 قدم کے نیچے تک ہے جو تمام انبیاء (کے درجات) سے کم تر (درجہ) ہے کے  
 غایۃ ما فی الباب کمل تابعان این امت را در مقام تحت از  
 ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس امت کے کامل پیروکاروں کو مقام تحت (زیر قدم)  
 کمالات مقام فوق الفوق کہ مخصوص بہ پیغمبر ایشان  
 میں مقام فوق الفوق کے کمالات سے جو ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰة

۶ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے بیان فرمودہ جو اب کو مزید موکد  
 فرما رہے ہیں کہ اہل طریقت کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے زیر قدم  
 ہوتا ہے، زیر قدم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ولی کا مبداء فیض اس نبی کی ولایت ہوتی  
 ہے۔ یاد رہے کہ ہر نبی ولی بھی ہوتا ہے۔ ایک ہوتی ہے نبی کی نبوت اور ایک ہوتی ہے  
 نبی کی ولایت تو جو ولی جس نبی کے زیر قدم ہوتا ہے اس نبی کی ولایت سے اس ولی کو  
 فیض آتا ہے یوں امت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات کے کالمین انتہائے  
 عروج کے باوصف پھر بھی کسی نہ کسی نبی (علیہ السلام) کے زیر قدم ہی ہونگے۔



حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل بشر ہیں، تمام امتوں میں سب سے اعلیٰ ہیں۔ ان کا مقام صدیقیت اور انتہائے عروج بھی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے زیر قدم ہی ہے۔ لہذا جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰات) میں سب سے افضل ہیں، وہ کسی نبی پر فضیلت نہیں رکھتے تو دیگر اولیائے کاملین، انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل کیونکر ہو سکتے ہیں؟

## اولیاء انبیاء کرام کے زیر قدم ہوتے ہیں

اولیاء اللہ، انبیائے کرام کے وارث اور نائب ہوتے ہیں اور انبیاء سے ہی اقتباس فیض کرتے ہیں۔ جس ولی کو جس نبی سے فیض ملتا ہے، اس کی بابت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں ولی فلاں نبی کے زیر قلب یا زیر قدم ہے۔ چنانچہ جو ولی حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے آدمی المشرّب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت نوح علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے نوحی المشرّب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے ابراہیمی المشرّب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے موسوی المشرّب کہا جاتا ہے۔ جو ولی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو، اسے عیسوی المشرّب کہا جاتا ہے اور جو ولی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہو، اسے محمدی المشرّب کہتے ہیں۔

## اولیاء کی اقسام

مشرّب کے اعتبار سے اولیاء کی دو قسمیں ہیں:

- ۱..... محمدی المشرّب
- ۲..... غیر محمدی المشرّب



## محمدی المشرَب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالذات ہوتے ہیں، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہوتے ہیں اور آپ کے ہی مشرب اور مبداء فیض سے اقتباس فیض کرتے ہیں، اس لئے ان کے مبادی فیوض ”ظلال شیونات علم“ ہیں۔

## غیر محمدی المشرَب اولیاء

یہ اولیاء محبوب بالعرض یا محبت ہوتے ہیں۔ دیگر انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے زیر قدم ہوتے ہیں اور ان کے مشارب انبیاء کرام کے مبادی فیوض سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان کے مبادی فیوض ”ظلال صفات ثبوتیہ“ ہیں۔

(الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴۲۱)



ست عليه الصلوة والسلام نصيب تمام ست. خادم ہر جا باشد  
 والسلام کے ساتھ مخصوص ہیں پورا حصہ ملتا ہے خادم جہاں بھی ہو اسے مخدوم کا  
 اولش مخدوم باوخواہد رسید، خادم دور بطفیل مخدوم  
 پس خوردہ پہنچ ہی جاتا ہے دور کا خادم مخدوم کے طفیل وہ کچھ پاتا ہے  
 آن یابد کہ نزدیکان رابے دولت خدمت میسر نہ گردد  
 جو قریبوں کو خدمت کی دولت کے بغیر میسر نہیں ہوتا ۱

۱ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اب ماسبق کا خلاصہ اور لب لباب بیان فرما  
 رہے ہیں کہ انبیاء کرام کے وہ کمالات جو فوق الفوق سے تعلق رکھتے ہیں یہ اولیاء کا ملین  
 ان کے زیر قدم رہ کر حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کو آپ ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا  
 رہے کہ جب شریف و کریم لوگوں کے کھانے کا دسترخوان بچھتا ہے، تو ان کے  
 کھانا تناول کر لینے کے بعد جو پس خوردہ ہوتا ہے، مخدوموں کے صدقے وہ خادم کو بھی  
 بطور تبرک مل جاتا ہے۔ ایسے نبی جنہیں تجلی ذاتی کا مقام حاصل ہوتا ہے، ان سے وہ  
 اولیائے کاملین جو خوشہ چین اور زیر قدم ہوتے ہیں، انہیں بھی تجلی ذاتی سے کچھ نہ کچھ  
 حصہ امتی اور خادم ہونے کی حیثیت سے مل جاتا ہے۔



ہ درقافلہ کہ اوست دانم نہ رسم

جس قافلہ میں وہ ہے میں جانتا ہوں کہ نہیں پہنچوں گا

ایس بس کہ رسد زدور بانگ جرسم

یہ کافی ہے کہ مجھے دور سے گھنٹی کی آواز پہنچے ۹

باید دانست کہ مریدان را گاہ ہست کہ این تو ہم

جاننا چاہئے کہ مریدوں کو کبھی یہ وہم اپنے پیروں کے بارے

درحق پیران خود پیدا سی شود، و حصول مقامات پیران،

میں پیدا ہو جاتا ہے اور پیروں کے مقامات کا حصول ان کو مساوات کے

ایشان را در تخیل مساوات اندازد

خیال میں ڈال دیتا ہے۔

۹ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نثر میں بر محل اشعار استعمال فرماتے ہیں جو

آپ کے ادیبانہ ذوق کا بین ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مکتوبات شریفہ اور

دیگر تصانیف لطیفہ کو فارسی ادب میں خاص مقام حاصل ہے۔

مذکورہ شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ کالمین امت کو مقام تجلی ذاتی تک وصول تو نہیں

ہوتا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل انبیائے کرام کے زیر قدم ہونے کی

بدولت تجلی ذاتی سے کچھ حصہ تو مل ہی جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصالت اور ہے اور

طفیلیت اور ہے۔ بقول شاعر

منگتے تو ہیں منگتے کوئی شاہوں میں دکھا دو

جس کو مری سرکار سے ٹکڑا نہ ملا ہو



حقیقتِ معاملہ این ست کہ مذکور شد - حصول  
 حقیقتِ معاملہ یہی ہے جو مذکور ہوا - برابری کا حصول  
 مساوات بر تقدیر وصول بآن مقامات است ، نہ بر تقدیر  
 ان مقامات تک وصول کے اعتبار سے ہے نہ کہ ان مقامات کے حصول کی صورت  
 حصول آن مقامات ، کہ حصول طفیلی است -  
 میں کیونکہ حصول طفیلی ہے۔

اپنے آپ کو شیخ کے برابر سمجھنا وہم ہے

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ فرما رہے ہیں۔ وہ  
 یہ ہے کہ کبھی کبھار مرید خود کو اس مقام میں دیکھتے ہیں جس مقام پر ان کا شیخ جلوہ افروز  
 ہوتا ہے اس لئے وہ مشائخ کی برابری کے زعم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ مریدوں  
 کا یہ مقام حصول ہوتا ہے اور مشائخ کا مقام وصول ہوتا ہے۔ مقام وصول کا تعلق  
 اصالت کے ساتھ ہے اور مقام حصول کا تعلق نیابت و تبعیت کے ساتھ ہے۔ اگر مرید  
 خود کو اپنے پیر کے مساوی دیکھے پھر بھی یہ اس کا مقام حصول ہے اور اگر اپنے آپ کو پیر  
 سے بالا مقام میں دیکھے، پھر بھی اس کا یہ مقام حصول ہے۔ کیونکہ پیر اس مقام میں  
 اصالتاً پہنچا ہے اور مرید پیر کی وساطت سے، مرید خواہ اگلے مقام پر بھی پہنچ جائے مگر اس  
 کو اس مقام تک پہنچانے والا بھی پیر ہی ہے۔

کیونکہ پیر ان عظام کو تمام مراتب اصالتاً ملتے ہیں جبکہ مریدین کو اصالتاً نہیں بلکہ  
 نیابتاً ملتے ہیں۔ مریدین کو تمام مراتب بطور حصول مشائخ کی وساطت اور برکت ہی  
 سے ملتے ہیں۔

قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز نے اس سلسلہ



میں سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز اور ان کے شیخ مکرم حضرت شیخ سزّی سقطی قدس سرہ العزیز کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ سزّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ میں ان کے مریدین نے حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے وعظ و نصیحت کی درخواست کی مگر انہوں نے اپنے شیخ کی موجودگی میں وعظ کہنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ ایک شب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی تو انہوں نے وعظ کہنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”خدا نے تمہارے کلام کو مخلوق خدا کیلئے ذریعہ نجات بنایا ہے“۔ جب بیدار ہوئے تو دل میں خیال آیا شاید میرا مقام میرے شیخ طریقت سے بلند تر ہو گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ کہنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ صبح ہوئی تو حضرت سزّی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرید کے ذریعے پیغام بھیجا کہ ”مریدوں کے کہنے پر وعظ شروع نہ کیا، مشائخ بغداد کی سفارش بھی رد کر دی، میرے حکم کی بھی تعمیل نہ کی، اب تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے، بجالاؤ“۔ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ متنبہ ہو گئے کہ شیخ سزّی ان کے ظاہری و باطنی احوال سے آگاہ ہیں۔ ان کا درجہ مجھ سے بلند تر ہے۔ کیونکہ وہ جنید کے اسرار سے واقف ہیں اور جنید ان کے حال سے بے خبر ہے۔ چنانچہ حضرت جنید، شیخ سزّی کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وعظ کا حکم فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا خواب میں ہاتف غیب نے بتایا ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنید کو حکم وعظ فرمانے گئے ہیں تاکہ بغداد کے لوگ مستفید ہوں“۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شیخ اپنے مرید کے ہر حال سے باخبر ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید اس زعم فاسد میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو مقام و مرتبہ مجھے حاصل ہوا ہے وہ میری ذاتی محنت و ریاضت کا ثمرہ ہے، یہ دلیل محرومی ہے۔ بلکہ بسا اوقات دلیل بد بختی بھی بن جاتا ہے (العیاذ باللہ)۔ حالانکہ مرید کو جو بھی مرتبہ و مقام ملتا ہے، وہ شیخ کی وساطت اور توجہات کی بدولت ہی ملتا ہے۔



ازیں جا کسے گمان نہ کند کہ مرید مساوی پیر خود  
 اس جگہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ مرید اپنے پیر کے برابر (مرتبہ میں) نہیں ہو سکتا ایسا  
 نباشد نہ چنیں است، بلکہ مساوات مجوزست، بلکہ واقع  
 نہیں ہے بلکہ مساوات جائز ہے بلکہ ایسا ہوا ہے لیکن اس مقام کے حصول  
 لیکن فرق درمیان حصول آن مقام و وصول بآن مقام بسیار  
 اور اس مقام کے وصول کے درمیان بہت باریک فرق ہے۔ ہر مرید اس  
 دقیق ست، ہر مرید باین دولت مہتد نیست کشف  
 دولت سے ہدایت یافتہ نہیں (ہوتا) ہے (بلکہ) کشف صحیح اور الہام  
 صحیح والہام صریح دریں فرق در کار است، واللہ سبحانہ  
 صریح یہ فرق (جاننے) کیلئے در کار ہے اللہ سبحانہ درست الہام فرمانے والا ہے

الملمہ بالصواب والسلام علی من اتبع الهدی

اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ایک شبے کا ازالہ فرما رہے ہیں کہ کوئی  
 شخص یہ گمان نہ کرے کہ مرید مرتبے میں شیخ کے برابر ہو ہی نہیں سکتا۔ آپ فرماتے ہیں  
 کہ مرید روحانی مدارج اور باطنی منازل میں شیخ کے برابر ہو سکتا ہے، بلکہ ایسا ہوا بھی  
 ہے، لیکن یہ بہت ہی شاذ ہے جو اخص خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔ امت میں  
 معدودے چند افراد ہونگے جو اس شرف سے مشرف ہونگے، نیز اپنے شیخ ہی کی بدولت  
 یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے۔ یہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اپنی طرف اشارہ معلوم ہوتا  
 ہے جو ہزار سال کے مجدد، عارف اکمل، قیوم اول، اقطاب و اوتاد کے قدوۃ اور ابدال



وافراد کے قبلہ ہیں کہ جن کی آمد کی بشارت خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات عالیہ میں یوں بیان فرمائی ہے يَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ صَلَٰةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهِ كَذَا وَ كَذَا (حلیۃ الاولیاء جزء ۱: ۳۱۸) یعنی میری امت میں ایک رجل رشید ہوگا جس کو صلہ کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے میری امت کے لاتعداد لوگ جنت میں جائیں گے۔

یاد رہے کہ بعض اوقات مرید مرتبے میں اپنے شیخ سے آگے بھی بڑھ جاتا ہے۔ مگر اس میں شیخ کی دعائیں اور توجہات شامل حال ہوتی ہیں۔ چنانچہ شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جس سے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا علوم مرتبت اور سمو منزلت معلوم ہوتا ہے۔

میاں شیخ احمد آفتابی است کہ مثل ما ہزاراں ستارگان در ضمن ایشان گم است و از کمل اولیائے متقدسین خال خالے مثل ایشان گذشتہ باشند

(زبدۃ المقامات در احوال میر محمد نعمان، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین: ۲۹)

ترجمہ: میاں شیخ احمد (سرہندی) ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اس کے ضمن (انوار) میں گم ہیں اور کالمیلین اولیاء متقدمین میں ان جیسا کوئی خال خال ہوا ہوگا یعنی بہت کم۔

۱۲ جب مرید کو بھی اس مقام تک رسائی نصیب ہو جائے جہاں اس کا شیخ پہنچا ہو تو دونوں کے پہنچنے میں فرق ہے۔ مرید کو مقام حصول نصیب ہوا ہے اور شیخ کو مقام وصول میسر ہے۔ وصول اور حصول کے درمیان فرق اس قدر دقیق اور باریک ہے کہ جس کے درمیان امتیاز کرنا ہر کسی کے بس کا روگ نہیں۔ ان کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے کشف صحیح اور الہام صریح درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی درست کشف والہام فرمانے والا ہے۔



## مِنهَا - ۱۵

درویشے پرسید، کہ سبب چیست؟ کہ روندہ این راہ  
 کسی درویش نے دریافت کیا کہ (اس کا) سبب کیا ہے کہ اس راہ پر چلنے والے پر  
 راہِ حالتے رومی دہد و زمانے می ایستد، و بعد از آن ستواری  
 ایک حالت ظاہر ہوتی ہے اور ایک زمانے تک برقرار رہتی ہے اور اس کے بعد پوشیدہ  
 می گردد، و پس از مدتی باز بہمان حالت آشکارا می شود،  
 ہو جاتی ہے اور ایک مدت کے بعد پھر وہی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور کچھ عرصہ کے بعد  
 و بعد از زمان باز ستواری می گردد، و ہکذا الی ماشاء اللہ تعالیٰ  
 پھر غائب ہو جاتی ہے اور ایسا ہی ہوتا رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔  
 جوابش آنست کہ آدمی را بہفت لطیفہ است و مدت  
 اس کا جواب یہ ہے کہ آدمی کے سات لطیفے ہیں اور ہر لطیفے  
 دولت و سلطان بہر لطیفہ جداست پس اگر واردے برالطف  
 کی حکومت اور غلبہ کی مدت جدا ہے پس اگر کوئی کیفیت ان میں سے الطف پر

احوال غائب کیوں ہوتے ہیں؟

۱۔ زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک سوال کا جواب ارشاد فرما



اینہا ورود نمود، و حالتی قوی نزول فرمود، کلیت سالک وارد ہو جائے اور کوئی قوی حالت نزول فرمائے سالک کی برنگ آن لطیفہ منصب می گردد، و آن حال در جمیع لطائف مجموعی کیفیت اس لطیفے کے رنگ میں رنگین ہو جاتی ہے اور وہ حال تمام

سرایت می کند،

لطائف میں سرایت کر جاتا ہے۔

رہے ہیں کہ کسی درویش نے آپ سے پوچھا تھا کہ جب سالک راہ طریقت، سنت و شریعت کے احکام اور شیخ کے بتائے ہوئے اسباق کو پابندی کے ساتھ بجالاتا ہے۔ تو اس پر جو احوال و کیفیات کا ورود ہوتا ہے تو سالک خوشحال اور محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن اچانک وہ احوال غائب ہو جاتے اور کیفیات پوشیدہ ہو جاتی ہیں تو سالک پریشان ہو جاتا ہے یونہی بار بار ان احوال و کیفیات کا ظہور و اخفاء ہوتا رہتا ہے، باطنی حالت ایک جیسی نہیں رہتی اس کی کیا وجہ ہے؟



وتازمانے کہ دولتِ آن لطیفہ ثابت است آن حال  
 اور جتنے عرصے تک اس لطیفے کی حکومت ثابت رہتی ہے وہی حال برپا (رہتا)  
 برپا ست۔ وچوں دولتِ آن لطیفہ منقضی گشت آن حال  
 ہے اور جب اس لطیفے کی حکومت پوری ہو جاتی ہے وہ حال زائل ہو  
 زائل می شود، وبعدازمدتے اگر آن حال رجوع نماید  
 جاتا ہے<sup>۲</sup> اور ایک مدت بعد اگر وہی حالت لوٹ آئے تو (تو وہ) دو حال  
 دو حال خالی نیست، یا برہمان لطیفۂ اولی رجوع نماید  
 سے خالی نہیں ہے یا تو اسی پہلے لطیفے پر رجوع ہوتا ہے۔

۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جو اباً ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان عالم خلق  
 اور عالم امر کے سات لطائف کا مجموعہ ہے جو درج ذیل ہیں۔  
 ۱..... قلب ۲..... روح ۳..... سر ۴..... خفی ۵..... انھی ۶..... نفس  
 ۷..... قلبیہ

امام الطریقہ، غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ العزیز کے قول  
 ”خدا تک پہنچنے کے سات قدم ہیں“ سے مراد یہی سات لطائف ہیں۔

### لطائف کا غالب و مغلوب ہونا

سات لطائف میں سے جب ایک لطیفہ کو دیگر لطائف پر غلبہ و تفوق حاصل ہو  
 جاتا ہے اور دوسرے لطیفے مغلوب ہو جاتے ہیں تو وہ اس لطیفہ کا دور حکومت ہوتا ہے اور  
 جو کیفیت اس لطیفہ پر طاری ہوتی ہے وہی کیفیت دیگر لطائف پر طاری ہو جاتی ہے۔



دریں وقت راہ ترقی برآں سالک مسدود است۔ واگر بر  
 اس وقت ترقی کی راہ اس سالک پر مسدود ہے اور اگر دوسرے  
 لطیفہ دیگر وارد شد راہ ترقی مفتوح گشت، و دران  
 لطیفے پر وارد ہو تو ترقی کا رستہ کھل جاتا ہے اور اس دوسرے لطیفے میں  
 لطیفہ دیگر نیز معاملہ لطیفہ اولی است، چہ  
 بھی پہلے لطیفے کا (سا) معاملہ ہے کیونکہ اس حال  
 بعد ازائل شدن آن حال، اگر ہماں حال رجوع نماید  
 کے زائل ہونے کے بعد اگر وہی حال لوٹ آئے۔

بقدر استعداد اس لطیفہ کی دوسرے لطائف پر حکومت و غلبہ رہتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اللہ  
 تعالیٰ کی حکمت و عنایت سے کوئی دوسرا زیادہ قوی لطیفہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پہلے غالب  
 لطیفے کو مغلوب کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر لطائف پر بھی چھا جاتا ہے۔ اس طرح سب  
 لطائف کو اپنے ہی رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ اب سالک پر جوئی کیفیت طاری ہوتی ہے  
 وہ پہلی کیفیت سے مختلف ہوتی ہے۔ کبھی لطیفہ قلب تمام لطائف پر غالب آ جاتا ہے کبھی  
 روح، کبھی سر، خفی، اخفی اور کبھی نفس علیٰ هذا القیاس۔ یوں ان لطائف سب سے کا  
 باہمی غالب و مغلوب ہونے کا سلسلہ تکمیلی مراتب تک جاری رہتا ہے۔

مختلف لطائف کے جوش مارنے کی وجوہات

○ ..... بعض لطائف از خود اچھل پڑتے ہیں۔

○ ..... شیخ کی نگاہ عنایت کا رفرما ہو سکتی ہے۔



○..... شیخ کی دعا شامل حال ہو سکتی ہے۔

○..... شیخ کی توجہات قدسیہ کا عمل دخل ہو سکتا ہے۔

○..... سالک کی اپنی محنت و ریاضت بھی ہو سکتی ہے۔

○..... محض اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ہو سکتا ہے۔

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب و مغلوب ہونے کے دوران سالک کبھی کیفیت قبض سے دوچار ہوتا ہے اور کبھی کیفیت بسط سے سرشار ہوتا ہے۔ اس دوران شیخ کی صحبت کے اثرات و توجہات کی بدولت سالک کا دینی کاموں میں رجحان زیادہ ہو جاتا ہے۔ محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰت جوش مارتی ہے، اعمال صالحہ اور افعال پسندیدہ بجالانے میں جوش و خروش ہوتا ہے، اسے کیفیت انبساط کہتے ہیں۔ مگر بعض اوقات حکمت الہیہ کے تحت جب اللہ تعالیٰ نے سالک کو روحانی ترقی عطا فرمائی ہو تو وہ کیفیت سلب کر لی جاتی ہے۔ اس حالت میں کبھی تو سالک جلد ہی ترقی کر لیتا ہے اور کبھی اسی حالتِ یاس اور سردی کی کیفیت یوں طاری ہوتی ہے کہ جوش و جذبات سرد پڑ جاتے ہیں اسے کیفیت انقباض کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت کبھی نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے سالک اور صوفی جہالت کی بنا پر شیطان کے ہتھے چڑھ جاتا ہے۔ داڑھی منڈوا کر، عمامہ اتار پھینکتا ہے، نمازیں ترک کر کے گمراہ، آوارہ اور بے دین ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہ

ایسی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت و سنگیری فرمائے اور اپنے شیخ کی توجہات اور مہربانیاں شامل حال ہو جائیں تو وہ گمراہی سے بچ نکلتا ہے۔ لطائف میں پھر جوش اور جذبہ و غلبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سالک کا باطنی ارتقاء رک گیا تھا اب روحانی ترقی پھر سے شروع ہو گئی ہے۔

مزا تو تب ہے کہ جس لطیفے میں پہلے جوش پیدا ہوا اور اس کا پہلے احیاء ہوا تھا اس



کے بعد وہ لطیفہ سرد ہو جائے اور دوسرے لطیفے میں گرمی اور جوش پیدا ہو جائے۔ یونہی ساتوں لطائف نئی کیفیات و واردات سے تدریجاً شاد کام ہوتے رہیں۔ بقول شاعر

بگفت احوال ما برق جہاں است

دے پیدا و دیگر دم نہاں است

لطائف کے ایک دوسرے پر غالب و مغلوب ہونے کے دوران سالکین پر مختلف

کیفیات و احوال وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے وہ کبھی آہ و بکا کرتے اور کبھی خوش و

خرم نظر آتے ہیں۔ کبھی مایوس سے ہو جاتے ہیں اور کبھی پر امید ہو جاتے ہیں۔ کبھی

دنیوی علاقے سے منقطع ہو کر جنگلوں میں ڈیرا لگالیتے اور لوگوں کے ساتھ میل جول سے

کتراتے ہیں اور کبھی مخلوق خدا میں یوں گھل مل کر رہنا پسند کرتے ہیں کہ دنیا دار نظر

آتے ہیں، یوں صوفیاء پر احوال کا تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

## اربابِ تلوین و تمکین

انہی تغیرات احوال کو اصطلاح تصوف میں تلوین کہا جاتا ہے۔ تلوین لون سے

مشتق ہے۔ سالک کے احوال و واردات کی وجہ سے باطنی طور پر مختلف رنگوں سے رنگا جانا

تلوین کہلاتا ہے۔ صاحبانِ تلوین صوفیاء ولایت صغریٰ کے مرتبے میں ہوتے ہیں۔

اربابِ تلوین کو صاحبانِ حال بھی کہا جاتا ہے۔

تمکین مکان سے ماخوذ ہے ایک جگہ پر پکا ہو جانا تمکین کہلاتا ہے۔ جن صوفیاء

کے احوال ایک جگہ پر بدستور قائم رہیں انہیں صاحبانِ تمکین کہا جاتا ہے۔ صاحبِ تمکین

کو صاحبِ مقام کہا جاتا ہے۔ صاحبِ مقام کو صاحبِ حال پر فضیلت حاصل ہے۔

(تلوین اور تمکین کی مزید تفصیلات الہینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۸ میں ملاحظہ فرمائیں)



## صاحبِ حال و صاحبِ مقام

صاحبِ حال وہ صوفی ہوتا ہے جس کی توجہات کے اثرات دوسروں پر پڑتے تو ہیں مگر توجہات کے کمزور و ناقص ہونے کی وجہ سے تاثیر کم ہوتی ہے۔ وہ حالات، واقعات اور جذبات کی رو میں بہہ جاتا ہے گویا ”چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو“ کے مصداق کسی کو بدل نہیں سکتا بلکہ خود بدل جاتا ہے۔ اس قسم کے سالک کو ابن الوقت کہا جاتا ہے۔ بقول شاعر

ستارہ کیا میری تقدیر کی خبر دے گا؟

وہ تو خود ہے گردشِ افلاک میں خوار و زبوں

جبکہ صاحبِ مقام تصرف کرتا ہے، حالات کے دھارے بدلتا اور جبین وقت

پر مہریں لگاتا ہے، اس لئے اسے ابو الوقت کہا جاتا ہے۔ بقول شاعر

ع حالات کا مرکب نہیں راکب ہے قلندر

چونکہ صاحبِ مقام لوگوں کی تقدیریں بدلنے پر مامور ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی

نظر کیمیا، توجہ اکسیر اور دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اس کے طفیل برکتوں کا نزول اور رحمتوں

کا ورود ہوتا ہے۔ لوگوں کی مصیبتیں دور اور پریشانیاں کا فور ہوتی ہیں اس قسم کے صوفیاء

خال، خال ہوتے ہیں۔

پھر اس کے بعد اگر کسی زیادہ استعداد والے لطیفے پر انوار کا نزول اور احوال و

فیوضات کا ورود ہو جائے۔ تو وہ دیگر لطائف کو اپنے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ اس طرح

اس کی برکات دیگر لطائف پر غالب آ جاتی ہیں اور سالک مکمل طور پر اس کے رنگ

میں رنگا جاتا ہے۔ جب تک اس لطیفہ کے احوال کی دوسرے لطیفوں پر حکومت و غلبہ

رہتا ہے وہی کیفیت و حال قائم رہتا ہے۔ جب اس لطف لطیفے کا غلبہ و حکومت ختم

ہو جاتی ہے تو وارد شدہ حال غائب اور کیفیت زائل ہو جاتی ہے۔



از دو حال سابق خالی نیست ، وھکذا حال جمیع اللطائف . پس  
 تو (وہ بھی) گذشتہ دو حالوں سے خالی نہیں ہے اور یہی حال تمام لطائف کا ہے  
 اگر آں وارد در جمیع لطائف بطریق اصالت سریان نمود ، از  
 پھر اگر وہی حالت (جدید) تمام لطیفوں میں اصالت کے طریقے پر سرایت کر جائے  
 حال بمقام انتقال فرمود ، واز زوال محفوظ گشت - واللہ  
 (تو سالک) حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور زوال سے محفوظ رہتا ہے  
 سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال والصلوۃ والسلام علی سید البشر والہ الاطھر .  
 اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو سب سے زیادہ جانتا ہے اور درود و سلام ہو سید البشر اور آپ کی  
 آل اطھر پر۔

۳ اگر کچھ عرصہ بعد وہی حال دوبارہ سالک پر لوٹ آئے تو اس وقت سالک کی  
 حالت و کیفیت دو حال سے خالی نہیں ہوگی۔ اگر اسی پہلے لطیفے پر ہی احوال عود کر آئیں تو  
 سالک کو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا باطنی ارتقاء رکا ہوا ہے ، مزید ترقی کی طرف گامزن نہیں  
 اور اگر کسی دوسرے لطیفے پر وارد قوی نازل ہو اور وہ لطیفہ جوش مار کر دیگر لطائف پر اپنا  
 رنگ جمالے تو اس وقت سالک کو باطنی عروج اور روحانی ترقی نصیب ہو رہی ہے۔

دوسرے لطیفہ کا معاملہ بھی پہلے لطیفہ کی ہی مانند ہے۔ یعنی اگر دوسرے لطیفے سے  
 کچھ عرصہ کے لئے وہ حال گم ہو جائے اور پھر اسی پر ہی لوٹ آئے تو ترقی کی راہ مسدود  
 ہے اور دوسرے لطیفے پر غیوبت کے بعد اگر تیسرے لطیفے پر کوئی قوی وارد اور تجلی نازل  
 ہو تو سالک کیلئے روحانی ارتقاء کا راستہ کھلا ہے۔

۴ اگر یہی صورت حال باری باری تمام لطائف پر اصلی اور حقیقی طور پر وارد ہوتی



رہے اور تمام لطائف منصب اور ممتاز ہوتے جائیں اور جملہ لطائف کو تفوق اور غلبے کی دولت نصیب ہو جائے تو سالک اور صوفی حال سے مقام کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ یعنی درجہ بدرجہ لطائف کی رنگت و حکومت کے دوران سالک صاحب حال ہوتا ہے اور لطیفوں کے غلبے کے زوال سے محفوظ ہو کر ایک مقام پر قرار و تمکین مل جانے پر صاحب مقام ہو جاتا ہے۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)



## مِنهَا - ۱۶

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

اللَّهُ تَعَالَى نے ارشاد فرمایا " اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں

وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الشَّرْطِيَّةَ قَيْدًا لِلأَمْرِ

(رزق کے طور پر) عطا فرمائی ہیں اور اللہ کا شکر بجلاؤ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو

بِالْأَكْلِ أَيْ كُلُوا مِن مُسْتَلَذَّاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ

احتمال رکھتا ہے کہ شرطیت، امر بالا کل (کھانے کا حکم) کیلئے قید ہو یعنی لذیذ چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے۔

### اسرار قرآنی کا انکشاف تزکیہ نفس پر موقوف ہے

۱۔ زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک آیت کریمہ کی عارفانہ انداز میں تفسیر فرما رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے اپنی تصانیف عالیہ اور مکتوبات شریفہ میں مختلف مقامات پر نہایت باریک و لطیف انداز میں آیات کریمہ کی تفسیر بیان فرمائی ہے جس سے آپ کی مفسرانہ عظمت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ جب تک سابلک بشری کثافتوں اور گناہوں کی نجاستوں سے کلیۃً پاک اور نفسانی خباثتوں اور شیطانی شرارتوں سے محفوظ نہیں ہوتا اور تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس سے شاد کام ہو کر لطافت و نورانیت کا پیکر نہیں بن جاتا اس کے قلب پر علوم الہامیہ، معارف



لدنیہ، اور اسرار قرآنیہ کا نزول نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت کریمہ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ  
(الواقعه ۵۶: ۷۹) سے عیاں ہے بقول شاعر

عروسی معنائے قرآن حجاب آنگہ بر اندازد

کہ دارالملک ایمان را مجرد بیند از غوغا

اسی مفہوم کو علامہ اقبال مرحوم نے یوں ادا کیا ہے

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب

گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

## حضرت امام ربانی کا علمی مقام

یہ منہا آپ نے عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ جس سے آپ کی عربی زبان کے ساتھ گہری دلچسپی کا اندازہ باسانی لگایا جاسکتا ہے۔ رسالہ تہلیلہ اور رسالہ اثبات النبوة فی تحقیق النبوة آپ کے زمانہ عطالب علمی کی تصانیف ہیں۔ نیز مکتوبات شریفہ اور دیگر تصانیف لطیفہ میں متعدد مقامات نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں بھی ملتے ہیں جو آپ کے ادیبانہ ذوق اور زبردست علمی قابلیت کا بین ثبوت ہیں۔

چنانچہ آپ کے ایک معاصر ملا فیضی نے تفسیر غیر منقوٹہ سو اطع الالہام لکھنا شروع کی۔ مولانا جمال الدین تلوئی لاہوری وغیرہم جیسے علماء اس کے معاون تھے۔ دوران تفسیر ایک مقام پر رک گئے اور مزید لکھنے سے قاصر ہونے کی بنا پر اعتراف عجز کرتے ہوئے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں تحریری معاونت کے خواستگار ہوئے تو آپ نے قلم برداشتہ شرح و بسط، مقصد و شان نزول کے ساتھ بے نقط تفسیر لکھ دی۔ جسے پڑھ کر وہ علماء و فضلاء حیران رہ گئے اور آپ کے علمی کمالات کے معترف ہو گئے۔



ان صَحَّ مِنْكُمْ أَنْ تَخْصُوهُ بِالْعِبَادَةِ وَلَوْ لَمْ يَصْحَ مِنْكُمْ ذَلِكَ بَلْ كُنْتُمْ  
 اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح ہو کہ تم عبادت کیلئے اسی (اللہ تعالیٰ) کو مخصوص کرتے  
 عَابِدِي مُلْهِيَاتِ أَنْفُسِكُمْ فَلَا تَأْكُلُوا مِنْ مَسْتَلذَاتِهِ لَكُمْ مَرْضَى  
 ہو ۲ اور اگر تمہاری طرف سے یہ بات صحیح نہ ہو بلکہ تم اپنے نفس کے معبودانِ باطلہ کی  
 بالمرض الباطنی والمستلذات من المرزوقات سم قاتل لکم  
 عبادت کرنے والے ہو پھر اس کی لذیذ چیزوں سے نہ کھاؤ اسلئے تم باطنی مرض کی وجہ  
 سے مریض ہو اور (بطور) رزق دی گئی لذیذ چیزیں تمہارے لئے زہر قاتل ہیں ۳

## تفسیر آیت

۲ حضرت امام ربانی قدس سرہ آیت کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ  
 طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (البقرہ  
 ۱۷۲:۲) کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

اس آیت میں احتمال ہے کہ کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ كَوَانِ كُنْتُمْ إِيَّاهُ  
 تَعْبُدُونَ کی شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہو یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت صدق نیت  
 و اخلاص کے ساتھ محض اسی کی رضا کی خاطر کرتے ہو تو پھر لذیذ کھانے کھاؤ۔ ایسا عابد  
 جو مقام رضا پر فائز، روحانی امراض اور باطنی آلائشوں سے پاک ہو اور ارشاد نبوی علی  
 صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ (صحیح البخاری، الرقم: ۴۸)  
 کی کیفیت سے شاد کام اور ایمان حقیقی پر فائز المرام ہو جب وہ لذیذ طعام کرے گا تو یہ  
 طعام اس کے لئے مزید حضور و سرور اور نور کا باعث ہوگا۔



## حضرت امام ربانی اور تعمیل سنت

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں کہ ہم بعض اوقات ترک طعام کا ارادہ کرتے تھے لیکن اس کی اجازت نہیں ملی کیونکہ غذا اعضاء جسمانی اور قوائے روحانی کیلئے ممد و معاون ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے  
 الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ (صحیح مسلم  
 الرقم: ۲۸۱۶) فلہذا عابد و سالک کیلئے ضروری ہے کہ مفاد معنوی اور قوت روحانی کیلئے  
 اکل طعام کا اہتمام کرے نہ کہ محض مفاد ظاہری و صوری و جسمانی کے پیش نظر کھانا کھائے  
 ورنہ یہ نفس امارہ کے لئے تو سود مند ثابت ہوگا جس کے ساتھ عداوت و مخالفت کا حکم دیا  
 گیا ہے مگر روحانی تو انائی حاصل نہیں ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غذا کھانے کے بعد یہ دعا مانگا کرتے تھے: اللّٰهُمَّ  
 اجْعَلْهُ عَوْنًا عَلٰی طَاعَتِكَ لَا عَوْنًا عَلٰی مَعْصِيَتِكَ (بریقہ محمودیہ جزء

(۲۹۳:۵)

چونکہ طریقت نقشبندیہ میں نسبتاً زیادہ شریعت و سنت کا التزام کیا جاتا ہے اس  
 لئے ترک جلالی و جمالی کی بجائے مطعومات و مشروبات سنت کے مطابق تناول کیے  
 جاتے ہیں کیونکہ مطعومات و مشروبات کا سرے سے ترک قدرے آسان ہے مگر دستر  
 خوان پر چنے ہوئے مختلف قسم کے مرزوقات و مشروبات کا سنت کے مطابق کھانا نہایت  
 مشکل ہے کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات  
 آنتوں میں کھاتا ہے اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مَعِيٍّ وَ الْكَافِرُ يَأْكُلُ  
 فِي سَبْعَةِ اَمْعَاءٍ (صحیح البخاری، الرقم: ۲۹۷۸)

۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرما رہے ہیں کہ اگر تم اللہ رب العزت  
 کی خالصتاً عبادت نہیں کرتے بلکہ خواہشات نفس کے بچاری ہو۔ باطنی امراض میں



گرفتار ہو تو تم باطنی طور پر مریض ہو۔ تم نے اپنے باطن میں غیر اللہ اور اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ لہذا ان حالات میں تم جو بھی لذیذ کھانے کھاؤ گے وہ تمہاری سرکشی اور بغاوت کو مزید بڑھادیں گے اور یہ مستلذات تمہارے لئے زہر قاتل ثابت ہونگے۔

### چند شبہات اور ان کا ازالہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خلوص نیت اور صدق دل سے عبادت نہیں کرتے یا جو لوگ مالی لحاظ سے خوشحال ہیں یا جو لوگ گناہ گار ہیں کیا انہیں لذیذ کھانے تناول کرنے کی اجازت نہیں صرف نیکوکار ہی لذیذ کھانے کھا سکتے ہیں؟ آسودہ حال لوگوں کو بھی لذیذ کھانے نہیں کھانے چاہئیں، کیا وہ روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کریں؟

ان تمام سوالات اور شبہات کا ایک بنیادی اور اصولی جواب پیش خدمت ہے۔

جب کوئی شخص کم علمی و نادانی کی وجہ سے عبادت کا صحیح مفہوم سمجھ نہیں پاتا وہ عبادت کی حقیقت سے ناواقف ہی رہتا ہے۔ ظاہری طور پر عبادت کو بھی بجالاتا ہے بلکہ عادت اور عبادت کے درمیان عدم امتیاز کی وجہ سے محض ضبط اوقات کی بنا پر بزعم خویش خود کو بڑا پرہیزگار اور نیکوکار سمجھتا ہے۔ عامۃ المسلمین بلکہ بسا اوقات صلحاء و علماء کو بھی حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس کے نہاں خانہ شعور میں عبادت کا غرور اور نیت کا فتور ہوتا ہے۔ اپنی جہالت اور حماقت کی وجہ سے وہ دینی معاملات میں بے جا مداخلت کرتا ہے۔ دینی طلباء اور سادہ لوگوں پر اپنی جھوٹی عبادت کا رعب جماتا ہے اور اگر کسی معاملہ میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کی جائے اور اس کے لایعنی مشورہ کو نہ مانا جائے تو وہ اپنی انا کی خاطر ایک متوازی نئی انتظامیہ بنا لیتا ہے اور دھڑے بازی اور گروپ سازی سے بھی نہیں چوکتا۔ اس ضمن میں اگر مساجد و مدارس اور فلاحی امور کا نظام درہم



برہم ہوتا ہے تو ہو جائے وہ اپنی انا کی تسکین کی خاطر ہر قسم کی غیر اخلاقی حرکت سے بھی باز نہیں آتا۔ اس قبیل کے لوگوں کے بارے قرآن مجید میں ہے اَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ (الجاثیہ ۲۳:۲۵) یعنی کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔

در اصل ان صفات مذمومہ اور اخلاق ناپسندیدہ کا مالک شخص اپنی خواہشات کا بچاری ہے اور قلبی امراض اور نفسانی خواہشات کا پرستار ہے۔ اس لئے جب بھی وہ لذیذ مطعومات و مرزوقات کھائے گا تو حظ نفس کی خاطر کھائے گا جس سے اس کے نفس کی خواہشات مزید پروان چڑھیں گی جو اسے اور بھی معصیت و نافرمانی پر ابھاریں گی۔ اس لئے وہ روحانی اور قلبی طور پر مزید بیمار ہو جائے گا، معلوم ہوا مستلذات اور لذیذ غذائیں اس قسم کے لوگوں کیلئے نقصان دہ ہیں۔

اخلاص نیت اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادات و طاعات کو بجالانے والے صالحین و کاملین جب لذیذ کھانے کھاتے ہیں تو محض اس لئے کھاتے ہیں کہ کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (البقرہ ۲:۱۷۲) کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا ہو جائے وہ اس خیال سے پاکیزہ مطعومات اور مستلذات کھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یہ نعمت بھیجی ہے لہذا میں اس کی نعمت کھا کر اس کا شکر ادا کروں۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ کھانا کھاتے ہیں تو بسم اللہ پڑھتے ہیں اور جب لقمہ حلق سے نیچے اترتا ہے تو الحمد للہ کہتے ہیں۔ یوں کھانا کھا کر ان کے جسم میں توانائی اور طاقت آتی ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت پر آمادہ اور مستعد کرتی ہے۔

ایسے ہی دینی مدارس کے طلباء اور اہل اللہ کی خانقاہوں کے صوفیاء بالکل سادہ دال روٹی کھاتے ہیں تو ان میں عاجزی اور مسکینی پیدا ہوتی ہے۔ (واللہ ورسولہ اعلم بحقیقۃ الحال)



وإذا زال المرضُ الباطنيُّ منكم صحَّ لكم تناولُ المستلذاتِ ،  
 اور جب تم سے باطنی بیماری دور ہو جائے (تو) لذیذ چیزوں کا کھانا تمہارے لئے صحیح  
 فَسَرَّصاحبُ الكَشَافِ الطيِّباتِ ههنا بالمستلذاتِ نَظراً الى طلبِ الشُّكْرِ .  
 ہو جائے گا کہ صاحب کشف نے اس مقام پر طیبات کی تفسیر مستلذات  
 سے کی ہے شکر کے مطالبہ کے پیش نظر۔

عارف کے لئے مستلذات سبب نور و حضور ہوتے ہیں  
 ۴ جب کسی شیخ کامل کی مسلسل صحبت و خدمت اور توجہات قدسیہ کے طفیل قلبی  
 امراض اور نفسانی خواہشات کا ازالہ ہو جاتا ہے ، لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ  
 ہو جاتا ہے تو کثافت پر لطافت اور ظلمت پر نورانیت کے تقاضے غالب آ جاتے ہیں  
 طہارت ، نفاست ، لطافت اور نورانیت کے غلبے کی وجہ سے اس قسم کا عابد اور  
 عارف جو بھی لذیذ طعام تناول فرمائے گا تو وہ حضور و نور کا ہی باعث ہوگا۔  
 بقول شاعر

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر  
 بعد ازاں چنداںکہ میخوای بخور

روایت ہے کہ ایک روز جانشین امام ربانی عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم  
 سرہندی قدس سرہ العزیز آم کا پھل بڑے شوق و رغبت سے تناول فرما رہے تھے۔  
 حاضرین میں سے کسی کے دل میں خیال آیا کہ اہل اللہ کو غذا کے ساتھ اس قدر میلان کا  
 کیا مطلب؟ ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات اتَّقُوا فِرَاسَةَ  
 الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ (سنن الترمذی، الرقم: ۳۰۸۲) اور فَإِنَّهُمْ  
 جَوَّاسِيسُ الْقُلُوبِ (الرسالۃ القشیریہ جزء ۱: ۱۰۶) کے مصداق حضرت خواجہ محمد معصوم



رحمۃ اللہ علیہ نے فراست مومنانہ سے اس شخص کے قلبی وسوسہ اور نفسانی خطرہ کو بھانپتے ہوئے ارشاد فرمایا! اولیاء اللہ جو کچھ تناول فرماتے ہیں وہ نور ہی بنتا ہے اور نور جتنا بھی زیادہ ہوگا بہتر ہے۔ اسی مفہوم کو حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا

آن خورد گردد پلیدی زو جدا  
این خورد گردد ہمہ نور خدا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو وہ غذا نور بنتی تھی۔ نظام انہضام کے عمل سے گذر کر جب قضائے حاجت کی صورت میں جسم اقدس سے مس ہو کر خارج ہوتی تو وہاں سے عنبر اور کستوری کی خوشبوئیں آتی تھیں۔ اس غذا سے جو خون اور بول مبارک بنتا تھا وہ بھی پاک ہوتا تھا اور لوگوں کیلئے باعث شفا اور نار جہنم سے نجات ابدی کا سامان بنتا تھا۔

یاد رہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا خون، اور بول و براز بھی امت کے حق میں طاہر اور پاک ہیں۔ البتہ خون اور بول و براز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجب حدث تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خروج پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء، وضوء اور غسل فرماتے تھے۔

حافظ ابو نعیم اصہبانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ كَانَ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِصَالٌ لَمْ يَكُنْ فِي طَرِيقِ فَسَلَكُهُ أَحَدٌ إِلَّا عَرَفَ أَنَّهُ سَلَكَهُ، مِنْ طِيبِ عَرِيقِهِ أَوْ رِيحِ عَرِيقِهِ (دلائل النبوة، الرقم: ۳۵۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں۔ آپ جس رستے سے گذرتے تو آپ کے عطر بیز اور کیف آگیاں پسینے مبارک کی مہک لوگوں کے مشام جاں



کو معطر کر دیتی۔

جس چمن وچ یار سوہنے جا کے زلفاں کھولیاں

لے چلی باد صبا خوشبو تھیں بھر کے جھولیاں

بلکہ جن اہل اللہ کے قلوب و اذہان، انوار نبوت اور اسرار ولایت سے منور و معنبر ہیں، آج بھی مدینہ طیبہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبوئیں ان کی مشام جان کو معطر کرتی ہیں۔ بقول شاعر

عرصہ ہوا طیبہ کی گلیوں سے وہ گذرے تھے

اس وقت بھی گلیوں میں خوشبو ہے پسینے کی

روایات میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے

(بیت الخلاء) جاتے تو زمین شق ہو جاتی اور آپ کے بول و براز کونگل لیتی اور اس جگہ ایک پاکیزہ خوشبو پھیل جاتی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات

کو گھر کے ایک جانب برتن میں پیشاب کرتے تھے۔ ایک شب میں پیاسی اٹھی اور میں

نے لاعلمی میں اس برتن میں جو تھا پی لیا۔ جب صبح ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا اے ام ایمن! اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو میں

نے عرض کیا قَدْ وَاللَّهِ شَرِبْتُ مَا فِيهَا قسم بخدا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے

اسے پی لیا ہے۔ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے حتیٰ کہ آپ کی مبارک

داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا ”أَمَّا نَكَ لَا تَجْعِينِ بَطْنِكَ أَبَدًا

سنو! تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہیں ہوگا۔ (دلائل النبوة لابن نعیم، رقم: ۳۵۳)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے درج ذیل اضافہ کے ساتھ یوں

روایت نقل کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکہ (ام ایمن) سے فرمایا ”تم جہنم پر



حرام ہو گئیں“ (خصائص کبریٰ جلد دوم)

یاد رہے کہ اَنَا لَا أَشْعُرُ کے الفاظ اسی روایت میں ہیں۔ الاستیعاب جلد چہارم کی روایت کردہ حدیث میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

○..... حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک چوس کر نگل لیا۔

ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا نَعَمْ أَشْرَبْتُ دَمَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے زخم) کا خون پی رہا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَالَطَ دَمِي دَمَهُ لَا تَمَسُّهُ النَّارُ (المعجم الاوسط للبطلانی، رقم: ۱۱۱۵۲) اس کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی۔

مجمع الزوائد کی ایک روایت میں فَضَحَكَ کے لفظ کا اضافہ بھی ہے۔

غرضیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک پینے کا شرف حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سفینہ، حضرت سالم، حضرت ابوطیبہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی ملا۔

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے جس کسی کو بھی بول مبارک یا خون مبارک کی سعادت نصیب ہوئی وہ کسی ضرورت سے نہیں تھی بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق کی وجہ سے خون یا بول پیا تھا اور عدا پیا تھا۔ بعض دیگر روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں:

أَمَّا عَلِمْتُ أَنَّ الدَّمَ كُلَّهُ حَرَامٌ (کنز العمال، الرقم: ۴۰۹۶۱)

ان الفاظ سے عام آدمی کا خون مراد ہے نہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون



مبارک۔ کیونکہ آپ کے خون مبارک کا طاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔  
 نیز حرمت، طہارت کے خلاف ہے اور نہ ہی نجاست کو مستلزم ہے مثلاً انسان کا  
 گوشت کھانا حرام ہے لیکن نجس نہیں ہے۔ یوں ہی بلا اجازت یا ناجائز طریقے سے کسی  
 کا مال کھانا حرام تو ہے مگر نجس نہیں۔

## حرمت کی اقسام

علماء کرام نے حرمت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

حرمت باعتبار نجاست اور حرمت باعتبار کرامت

### حرمت باعتبار نجاست

ایسی حرمت جو کسی چیز کے نجس اور ناپاک ہونے کی وجہ سے ہو جیسے شراب اور  
 خنزیر وغیرہا۔

### حرمت باعتبار کرامت

ایسی حرمت جو نجاست کی وجہ سے نہ ہو بلکہ بزرگی اور عظمت کی بنا پر ہو جیسے  
 انسان کا گوشت۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام حضرت الشیخ البلقینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں  
 وَاللّٰهُ لَوْ وَجَدْتُ شَيْئًا مِنْ بَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 وَغَائِطِهِ لَا أَكَلْتُهُ وَشَرِبْتُهُ خِذَا كِي قَسَمٍ! اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات  
 مبارکہ (بول و براز و غائط) میں سے کچھ بھی پالیتا تو اس کو کھا لیتا اور پی لیتا۔ اس مضمون کی  
 تائید طبرانی کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ بُنِيَتْ أَجْسَادُ نَاعَلِي أَرْوَاحِ الْجَنَّةِ (اخبار اصہبان  
 جزء ۲: ۴۴۱) ہم گروہ انبیاء ہیں۔ ہمارے جسم اہل جنت کے جسموں پر پیدا کئے گئے ہیں



اور یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بول و براز فرمانے کی جگہ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال لطافت کا یہ عالم تھا کہ جو چیز بھی آپ کے جسم اطہر سے بنتی تھی وہ بھی لطیف اور نظیف ہو جاتی تھی۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم سایہ کی وجہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس میں کثافت نام کی کوئی شئی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سایہ کثافت کا ہوتا ہے لطافت کا نہیں ہوتا۔ جتنی کوئی شئی لطیف ہوتی جائے گی اس کا سایہ غائب ہوتا جائے گا۔ چونکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللطف اللطافت کے مقام پر فائز تھے اس لئے سورج کی روشنی اور چاند کی چاندنی میں آپ کے جسم انور کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

ہر چند بدقت نظر صحیفۃ ممکنات عالم را مطالعہ نمودہ  
می آید وجود آنسرور آنجا مشہود نمی گردد (دفتر سوم مکتوب: ۱۰۰)  
یعنی جس قدر بھی باریک نظری کے ساتھ ممکنات عالم کے صحیفے کا مطالعہ کیا جاتا  
ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات میں دکھائی نہیں دیتا۔  
اسی مکتوب گرامی میں چند سطور کے بعد آپ فرماتے ہیں:

وچوں وجود آنسرور علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام در عالم  
ممکنات نباشد بلکہ فوق این عالم باشد ناچار او را سایہ نبود  
یعنی جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک عالم ممکنات میں سے  
نہیں بلکہ اس عالم سے بلند ہے تو لازماً آپ کے جسم مبارک کا سایہ نہیں ہو سکتا۔  
حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کی دو



و جہیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک عالم ممکنات سے بلند ہے اور شمس و قمر کا نظام ممکنات کے ساتھ وابستہ ہے

بود برتر ز انجم و افلاک  
زاں نیفتاد سایہ انش بر خاک

دوسری وجہ یہ ہے کہ آپ کا وجود مبارک نور ہونے کی بناء پر تمام ممکنات سے لطیف ہے لہذا آپ کے جسم مبارک کی اعلیٰ لطافت کی وجہ سے آپ کا سایہ کیسے ہوتا؟ کیونکہ سایہ جسم سے زیادہ لطیف ہوتا ہے اور آپ کا جسم مبارک سائے سے بھی زیادہ لطیف تھا۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی ”یوسف زلیخا“ میں یوں گویا ہوئے  
خراماں سرو او از سایہ آزاد جہاں در سایہ آن سرو آباد  
ز سایہ بود برتر پایہ او زمین و آسماں در سایہ او  
تنش را بود از جاں پاک مایہ ندید از جان کسی بر خاک سایہ  
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ہر دور میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات  
والتسلیمات میں کچھ ایسے افراد بھی ہوتے ہیں کہ جوں جوں انکا تعلق عالم امر سے ہوتا  
جاتا ہے توں توں ان کے جسموں میں لطافت و نورانیت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ بشری  
کدورتیں ختم ہوتی جاتی ہیں اور وہ صوفی نوری بشر ہو جاتا ہے کہ اس کا سایہ بھی نہیں  
رہتا۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا:

چو فنا در فقر پیرایہ شود

او محمد وار بے سایہ شود

سائے کا نہ رہنا کرامتا نہیں بلکہ اصالتاً ایسا ہوتا ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہوتا، کہ



کرامت کے طور پر اس کا سایہ نظر نہ آئے، بلکہ واقعتاً اس کا سایہ نہیں رہتا۔ جیسا کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے کہ شمس الہند حضرت سیدنا چمن شاہ نوری دائم الحضور رحمة اللہ علیہ (تاجدار آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ) کے جسم اقدس کا سایہ نہیں رہا تھا۔ چنانچہ جب کبھی آپ دھوپ میں باہر تشریف لاتے تو اپنے آپ کو چھپانے کیلئے چھتری سر پر تانے رکھتے تاکہ چھتری کا سایہ ہی لوگوں کو نظر آئے۔

یہ وہی خاص مقام الطف ہے جس میں غایت درجہ فنائیت کی بنا پر غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے قُمْ بِإِذْنِي فَرَمَا كَرْمَدے کو زندہ کر دیا تھا۔

واضح رہے کہ جب صوفی احکام شرعیہ کی پابندی کرتا اور اعمال صالحہ بجالاتا ہے تو اس کے جسم سے گناہوں کی نجاستیں اور بشری کدورتیں زائل ہوتی رہتی ہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰت من تَوْضُّأً فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ اَظْفَارِهِ (صحیح مسلم الرقم: ۳۶۱) اور خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهِ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهُ (طبرانی کبیر ۱/۹۲) سے عیاں ہے۔

## حضرت امام اعظم کی کیفیت مشاہدہ

حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ اہل مشاہدہ وکشف میں سے تھے۔ اس لئے لوگوں کے آب وضوء کو دیکھ کر گناہوں کو پہچان لیتے جو اعضائے وضوء سے دھل کر پانی میں گرتے۔ قطب ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں روایت پہنچی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمة اللہ علیہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے ایک شخص وضوء کر رہا تھا۔ حضرت امام نے اس کے وضوء



کے بہتے ہوئے پانی کو دیکھ کر فرمایا اے بیٹے! ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر، اس نے فوراً توبہ کر لی ایک دوسرے آدمی کا غسل دیکھ کر فرمایا اے بھائی زنا سے توبہ کر، ایک اور شخص کا دھوون دیکھ کر فرمایا اے بندے! شراب پینے اور مزامیر سے توبہ کر، وہ دونوں تائب ہو گئے۔

(المیزان الکبریٰ، مزید تفصیلات کیلئے البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۹ ملاحظہ ہو)

غرضیکہ جوں جوں کدورت، نجاست اور کثافت ختم ہوتی جاتی ہے توں توں طہارت، نفاست اور لطافت کا غلبہ ہوتا جاتا ہے اس لئے اس قسم کے صوفی اور ولی کے جسم کو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی اس کے جسم میں کثافت ہو تو مٹی، مٹی کو کھائے، مٹی تو اس چیز کو اپنی لپیٹ میں لیتی (کھاتی) ہے جو اس کی جنس سے ہو زمین (مٹی) والی جنس تو اس عارف کے جسم میں رہتی ہی نہیں اس لئے مٹی اس کے جسم کو کھاتی نہیں مختصر یہ کہ قبروں میں جسموں کا محفوظ رہنا محض ولایت کی وجہ سے نہیں بلکہ لطافت کی بنا پر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی بعید نہیں۔ جیسا کہ آیت کریمہ **إِنَّ اللَّهَ عَلِيُّ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** (البقرہ ۲: ۲۰) سے واضح ہے۔

## صاحبِ کشفِ علامہ جار اللہ زمخشری کا مختصر تعارف

۵ ابوالقاسم محمود بن عمر ۲۷ رجب ۴۶۷ھ کو خوارزم میں پیدا ہوئے۔ مکہ مکرمہ، خانہ کعبہ کے قرب و جوار میں رہ کر علوم دینیہ حاصل کئے اسی لئے جار اللہ (اللہ کے ہمسائے) کے لقب سے شہرت پائی۔ عربی زبان، ادب اور علوم دینیہ کے بڑے ماہر تھے مگر اعتزال کی طرف مائل تھے۔ اہل علم کے نزدیک علامہ زمخشری، صاحب کشف کے نام سے مشہور ہوئے۔ قرآن مجید کی تفسیر ”کشف“ کے نام سے تحریر فرمائی جس میں انہوں نے لاینحل عقدے حل کئے اور گرہیں کھولی ہیں۔ اس لئے ان کو صاحب



کشاف کہا جاتا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے تفسیر کشاف کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا  
تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب  
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف  
عرفہ کے روز ۵۳۸ھ جرجانیہ کے مقام پر خوارزم میں وفات پائی۔

### طیبات سے مراد مستلذات ہیں

۶ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بھی طیبات سے مراد مستلذات لی  
ہیں اور علامہ جار اللہ زنجشیری نے بھی یہی مراد لی ہے۔ گو دونوں حضرات کے نزدیک  
طیبات سے مراد مستلذات ہیں لیکن مستلذات کا معنی علامہ زنجشیری نے اس لئے کیا کہ  
لذیذ کھانے شکر کا تقاضا کرتے ہیں جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے  
مستلذات کے کھانے کو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (البقرہ ۲: ۱۷۲) کی شرط کے ساتھ  
مشروط فرمایا۔

منعم کی زبان یا ہاتھ یا قلب سے تعریف کرنے کو شکر کہا جاتا ہے صرف زبان  
سے ”شکر، شکر کرنا“ شکر نہیں بلکہ احکام خداوندی کی تعمیل اور عبادات کی بجا آوری کا  
نام شکر ہے۔ اہل سنت و جماعت کے علمائے شریعت اور مشائخ طریقت کے مطابق  
عقائد کی درستگی، احکامات کی تعمیل، قلبی تنویر اور باطنی تطہیر کا اہتمام کرنا سالک کیلئے از بس  
ضروری ہے تاکہ حق تعالیٰ منعم حقیقی کا شکر ادا ہو سکے اور وہ انعامات کی کثرت اور عنایات  
کی زیادت کا باعث ہو۔ وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ

یاد رہے کہ شکر اللسان، شکر الارکان اور شکر الجنان سب عبادات و اعمال کے  
قبیل سے ہیں۔ چونکہ عادت اور عبادت کے درمیان تمیز نیت کرتی ہے اس لئے نیت کا  
درست کرنا نہایت ضروری ہے اور اعمال کی قبولیت کا دار و مدار اسی پر ہے۔ جیسا کہ



إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (صحیح البخاری، رقم: ۱) سے عیاں ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک سارا دین علم، عمل اور اخلاص (صدق نیت) پر مشتمل ہے۔ علم اور عمل علمائے اہل سنت سے ملتا ہے جبکہ اخلاص مشائخ اہل سنت سے ملتا ہے۔ اس لئے اہل سنت و جماعت علماء سے بھی شرف تلمذ حاصل کرتے ہیں اور صوفیاء و اولیاء کے بھی نیاز مند ہوتے ہیں۔ والحمد لله على ذلك



## مِنْهَا - ۱۷

قال بعض المشائخ قدس الله تعالى اسراهم من عرف الله لا يضره  
 بعض مشائخ الله تعالى ان کے اسرار کو پاکیزہ بنائے نے ارشاد فرمایا جسے اللہ کی  
 ذنب ای الذنب الذی اکتسب قبل المعرفة لان الاسلام یجب ما کان  
 معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا یعنی جس گناہ کا ارتکاب اس نے  
 قبلہ و حقیقۃ الاسلام ہو معرفۃ اللہ سبحانہ علی طریقۃ الصوفیۃ بعد  
 معرفت سے پہلے کیا کیونکہ اسلام ما قبل (کے گناہوں) کو ختم کر دیتا ہے اور حقیقت

### الفناء والبقاء

اسلام اللہ سبحانہ کی معرفت ہی ہے۔ (جو) صوفیاء کے طریقہ پر فنا اور بقا کے بعد (حاصل ہو)

۱۔ زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے بعض صوفیائے کرام کے  
 ایک مقولہ کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ وہ معقولہ یہ ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللَّهَ  
 لَا يَضُرُّهُ ذَنْبٌ یعنی جس عارف کو حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اسے کوئی  
 گناہ نقصان نہیں دیتا۔ بیان مسئلہ سے قبل معرفت کی تفصیل درج ذیل ہے۔

### معرفت

معرفت کے معنی پہچاننے اور ایمان کے معنی گرویدہ ہونے کے ہیں۔ لیکن بعض  
 اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شناخت (معرفت) تو ہوتی ہے مگر ایمان نہیں ہوتا۔ جس



طرح کہ یہود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت تو تھی جیسا کہ آیت کریمہ  
يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرہ ۲: ۱۳۶) سے واضح ہے۔ مگر عداوت  
و بغاوت کی وجہ سے ایمان سے محروم رہے۔

## معرفت کی اقسام

اہل اللہ نے معرفت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

صورت معرفت اور حقیقت معرفت

### صورت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ کی جہالت کے باوجود لطیفہ قلب کے ساتھ محدود ہوتی ہے۔

### حقیقت معرفت

یہ ہے کہ نفس امارہ اپنی جبلی جہالت سے باہر نکل آئے اور شناسائی پیدا کر لے  
حق تعالیٰ نے محض اپنے کمال فضل سے صورت معرفت کو نفس ایمان میں اعتبار کیا ہے  
اور نجات کو اس کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ صورت ایمان کو بھی معتبر سمجھا ہے  
اور جنت میں دخول اس پر مترتب فرمایا ہے۔ لہذا صورت ایمان میں صورت معرفت  
کافی ہے اور حقیقت ایمان میں حقیقت معرفت کے بغیر چارہ نہیں۔  
صورت عوام کا حصہ ہے اور حقیقت خواص کے ساتھ مخصوص ہے۔

### حق معرفت

معرفت کا حق یہی ہے کہ حق سبحانہ کو ان تمام کمالاتِ تنزیہات اور تقدیسات  
کے ساتھ پہچانا جائے جن کو شریعت مطہرہ نے بیان کیا ہے کیونکہ اس سے ماوراء کسی چیز



کی معرفت باقی نہیں رہتی جو حق معرفت کو مانع ہو۔ دراصل وہی حقیقت معرفت ہے جو معرفت سے عجز کے ساتھ مربوط ہے جیسا کہ بَانَہ لَا يُعْرِفُ (وہ پہچانا نہیں جاتا) سے واضح ہے۔ کیونکہ معرفت سے عاجز ہونا ہی معرفت ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے الْعِجْزُ عَنْ دَرِكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ فَسُبْحَانَ مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِلْخَلْقِ اِلَيْهِ سَبِيْلًا اِلَّا بِالْعِجْزِ عَنْ مَعْرِفَتِهِ (دفتر سوم مکتوب: ۱۲۲) یعنی معرفت کے ادراک سے عاجز ہونا ہی اس کی معرفت کا ادراک ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت سے عجز کے سوا اپنی مخلوق کے لئے کوئی رستہ نہیں بنایا۔

جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو خیر الامم امت کے رئیس اور سردار ہیں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں تو دوسرا کون ہے جو معرفت کا دعویٰ کرے۔

بلکہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی یوں بھی منقول ہے لِلّٰهِ تَعَالٰی اَخْصُ وَاَصْفُ لَا يَعْرِفُهُ سِوَاہُ (مکتوبات صدی) اللہ تعالیٰ کی بعض خاص صفات ایسی بھی ہیں کہ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ شاید کسی شاعر نے ان فرمودات کے پیش نظر ہی کہا ہے

سجان خالقے کہ صفاتش نہ ز کبریا  
بر خاک عجزی فلند عقل انبیاء

تخلیق انسانی سے مقصود معرفت ہے

اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانوں کی تخلیق اپنی عبادت کے لئے فرمائی ہے اور عبادت کا مقصود معرفت ہے۔ جیسا کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذاریات ۵۱: ۵۲) ائی لِيَعْرِفُوْنَ سے عیاں ہے۔ جس سے وجوب



معرفت مفہوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے واجب ہونے کا معنی یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت کے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے، اس کا پہچانا واجب ہے اور ہر وہ معرفت جو شریعت کے بغیر حاصل کی جائے، اس کو اس فقیر کے نزدیک معرفت خدا کہنا جسارت ہے اور حق تعالیٰ پر ظن و تخمین کا حکم کرنا ہے اتَّقُوا لَوْ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (الاعراف ۷: ۲۸) کیا تم اللہ تعالیٰ کیلئے وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ شاید اسی لئے امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَلَكِنْ عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اگرچہ یہ قول اکثر لوگوں پر گراں ہے لیکن بہت معقول توجیہہ کے قابل ہے کیونکہ معرفت کا حق یہی ہے۔ (ماخوذ از مکتوبات امام ربانی مکتوب: ۱۲۲)



فیجب حصولُ هذه المعرفة الذنوب التي كانت حاصلةً قبلها ويمكن  
 پس اس معرفت کا حصول ان گناہوں کو کھینچ کر نکال دینا ہے جو اس (معرفت) سے  
 ان يراد بالذنب الذنب الذي يحصل بعد هذه المعرفة فيراد بالذنب  
 پہلے موجود تھے<sup>۱</sup> اور ممکن ہے اس گناہ سے مراد وہ گناہ ہو جو اس معرفت کے بعد  
 الذنب الصغير لا الكبير لأن اولياء الله محفوظون عنه و عدم ضره  
 سرزد ہوئے پس مراد ہوگا اس گناہ سے صغیرہ گناہ نہ کہ کبیرہ<sup>۲</sup> کیونکہ اولیاء اللہ اس  
 بعدم الاصرار والتدارك بلا فصل بالتوبة والاستغفار  
 (کبیرہ) سے محفوظ ہوتے ہیں اور اس (صغیرہ) کا نقصان نہ دینا عدم اصرار کی وجہ سے  
 ويجوز ان يكون معناه لا يصدر عنه ذنب لان عدم صدور الذنب  
 ہے اور بغیر کسی تاخیر کے توبہ اور استغفار سے (اس کا) تدارک کرنا ہے<sup>۳</sup> اور اس کا یہ  
 معنی بھی جائز ہے کہ اس سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوتا کیونکہ گناہ کا صادر

## پہلی توجیہ

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بیان کردہ معقولہ کی پہلی توجیہ بیان  
 فرما رہے ہیں کہ

جب صوفی اور سالک کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے اور یہ معرفت  
 اکابرین طریقت کے بیان فرمودہ نصاب سلوک کے مطابق فنا اور بقا کی منازل طے  
 کر لینے کے بعد حاصل ہوتی ہے جو حقیقت اسلام پر منتج ہوتی ہے۔ لہذا جب عارف  
 عروجی مدارج اور نزولی مراتب کے بعد مقام معرفت پر متمکن ہو جاتا ہے تو اس حصول  
 معرفت سے پہلے جو گناہ بھی اس سے سرزد ہو گئے تھے وہ اسے ضرر نہیں دیتے کیونکہ یہ



معرفت ان گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ وہ عارف اب اسلام حقیقی سے شاد کام ہو جاتا ہے اور اسلام ما قبل گناہوں کو محو کر دیتا ہے۔ یہاں اسلام کی اقسام ہدیہ قارئین ہیں۔

## اسلام کی دو قسمیں

عرفاء کے نزدیک اسلام دو قسم کا ہے

اسلام صوری اور اسلام حقیقی

### اسلام صوری

اسلام صوری علمائے ظواہر کا اسلام ہے۔ جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے دیکھا تو نہیں مگر دل سے تسلیم ضرور کرتے ہیں۔ انہیں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيقٌ بِالْقَلْبِ کا درجہ حاصل ہے۔ اسے صورت اسلام بھی کہتے ہیں۔

### اسلام حقیقی

اسلام حقیقی صوفیائے محققین اور عرفائے کاملین کا اسلام ہے۔ جنہوں نے مصداقات قضایائے شرعیہ کو کشفی نظر سے مشاہدہ بھی کیا ہے اور زبان و قلب سے تسلیم و تصدیق کے مرتبے پر بھی فائز ہیں اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ (صحیح البخاری، الرقم: ۲۸) کی نوید سے بھی شاد کام ہیں۔ ان کا ایمان استدلالی، ایمان شہودی سے تبدیل ہو چکا ہے اور ان کے علوم اجمالی ان کے حق میں تفصیلی ہو چکے ہیں اور وہ شنید سے دید تک اور گوش سے آغوش تک پہنچ چکے ہیں۔ فہذا هو المراد

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۲۳)

یاد رہے کہ وہ علماء جو تصوف و طریقت سے عدم دلچسپی کی بنا پر فنا اور بقا کے مراتب و منازل سے بہرہ ور نہیں ان کے پاس صرف صورت اسلام ہے جو اضافی اور رکی اسلام ہے۔ یہ لوگ حجازی اوصاف و اطوار اور پاکیزہ اخلاق و کردار سے خالی



ہوتے ہیں۔ یہ لوگ قیل وقال تک محدود اور کشف و حال سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔  
 علامہ اقبال مرحوم نے انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے  
 واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی      برق طبعی نہ رہی ، شعلہ مقالی نہ رہی  
 رہ گئی رسم ازاں ، روح بلالی نہ رہی      فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی  
 کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا علامہ، محدث، مفسر اور محقق کیوں نہ ہو جب تک وہ کسی  
 عارف کامل اور شیخ طریقت کی زیر نگرانی فنا اور بقا کی منازل طے نہیں کر لیتا وہ حقیقت  
 اخلاص، اسلام حقیقی اور حقیقت ایمان سے محروم ہی رہتا ہے۔ اسکے پاس صورت اخلاص  
 اسلام صوری اور صورت ایمان ہی ہوتا ہے جو کسی وقت بھی اغواء اور گمراہ ہو سکتا ہے۔

صوفیائے کرام کا مقولہ یوں ہے مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَضُرُّهُ ذَنْبٌ جَسَدِ اللَّهِ  
 تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔ جبکہ اسی مفہوم سے ملتا جلتا  
 ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت بھی ہے إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا لَمْ يَضُرَّهُ ذَنْبٌ  
 (الدر المنثور جز ۲: ۲۶۶) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کا کوئی  
 گناہ اسے نقصان نہیں پہنچاتا۔ (مکتوبات صدی مترجم: ۳۲۶)

## دوسری توجیہ

۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صوفیاء کے مقولہ کی دوسری توجیہ بیان  
 فرما رہے ہیں ممکن ہے کہ اس مقولہ میں گناہ سے مراد وہ گناہ ہوں جو حصول معرفت کے  
 بعد عارف سے سرزد ہو گئے ہوں اور گناہ بھی وہ جو صغیرہ ہوں نہ کہ کبیرہ کیونکہ اہل اللہ  
 کبیرہ گناہوں سے محفوظ و مامون ہوتے ہیں۔ یہاں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی قدرے  
 وضاحت پیش خدمت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی اور گناہ کے متعلق ارشاد فرمایا:



الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ (صحیح مسلم، الرقم: ۴۶۳۳) یعنی نیکی حسن خلق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے۔ جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو لوگوں کا اس پر مطلع ہونا ناپسند کرے۔  
ایک روایت میں یوں بھی ہے۔

الْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ  
(روضۃ المحدثین، الرقم: ۳۲۵۷)

یعنی گناہ وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس سے سینے میں تردد پیدا ہو۔

## گناہ کی اقسام

گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ ۱..... گناہ صغیرہ ۲..... گناہ کبیرہ

حضرت علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ گناہ کبیرہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

إِنَّ الْكَبِيرَ كُلُّ ذَنْبٍ رَتَّبَ الشَّارِعُ عَلَيْهِ حَدًّا أَوْ صُرِّحَ بِالْوَعِيدِ فِيهِ (تفسیر البیضاوی، جزء ۱: ۴۵۰) یعنی ہر وہ فعل جس کے لئے شارع نے کوئی حد مقرر کی ہو یا اس پر عذاب کی وعید سنائی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔

روایات میں درج ذیل گناہوں کو کبیرہ فرمایا گیا ہے

- ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ۲۔ قتل بے گناہ ۳۔ پاکباز خاتون پر بہتان ۴۔ یتیم کا مال کھانا ۵۔ زنا ۶۔ میدان جہاد سے فرار ۷۔ والدین کی نافرمانی
- گناہ کبیرہ کی تعین میں علماء نے بہت زیادہ اختلاف کیا ہے جیسا کہ علم کلام اور فقہ کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ایک رات مجھے تہجد کے بعد یہ خیال گزرا کہ بارگاہِ الہی میں متوجہ ہونا چاہیے اور گناہ کبیرہ کی تعین کو سمجھنا چاہیے۔



تھوڑی سی توجہ کے بعد مجھے بتایا گیا کہ گناہ کبیرہ صرف سات ہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ ”سات موبقات، مہلکات سے بچو“۔ یہ مہلکات وہ ہیں جن کی جڑ شرک ہے (اور شرک کے علاوہ) چھ گناہ اس کے گرد گھومتے ہیں۔ گویا شرک ایک تنا ہے اور چھ کبار اس کی شاخیں ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے گناہ صغیرہ کے دائرے میں داخل ہیں۔ بعض صغائر (شرک صغیرہ) کی تعین بھی آپ فرماتے تھے۔ مثلاً سود کھانا، جھوٹ بولنا، غیبت کرنا کہ ان کو آپ شرک صغیرہ کہتے تھے۔ (حضرات القدس جلد دوم)

یاد رہے کہ شرعی ممنوعات کے ارتکاب کے بعد ندامت پیدا نہ ہونا بلکہ گناہ کے بعد لذت اور خوشی محسوس ہونا نہایت قابل افسوس ہے کیونکہ گناہ سے لذت حاصل کرنا گناہ پر اصرار کے مترادف ہے اور صغائر پر اصرار کبار تک پہنچا دیتا ہے اور کبار پر اصرار کفر کی دہلیز ہے۔ (مکتوبات امام ربانی)

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اگرچہ صغائر سے بھی توبہ کرنا ضروری ہے مگر اعمال صالحہ اور افعال پسندیدہ صغائر کے لئے کفارہ بنتے رہتے ہیں جیسا کہ آیت کریمہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (ہود: ۱۱۳) سے عیاں ہے۔

## عارفین کبیرہ گناہ سے محفوظ ہوتے ہیں

۴۔ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ حصول معرفت کے بعد اگر عارف سے کوئی صغیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو اسے ضرر نہیں دیتا البتہ کبیرہ گناہوں سے اللہ تعالیٰ عارفوں کو محفوظ رکھتا ہے۔

یاد رہے کہ اگر عارف سے صغیرہ گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو وہ مستمر علی الذنوب نہیں ہوتا اس پر قائم اور ڈٹا نہیں رہتا، فوراً تائب ہو جاتا ہے تو گویا یہ توبہ و استغفار گناہوں کو فوراً مٹا دیتی ہے۔



یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک صرف انبیائے کرام علیہم السلام گناہوں سے معصوم ہیں صحابہ کرام، اہلبیت عظام اور اولیائے کاملین رضوان اللہ علیہم اجمعین گناہوں سے معصوم نہیں، محفوظ ہیں محفوظ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے حفاظت میں رکھتا ہے۔

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا اولیائے کاملین اور عارفین سے کبیرہ گناہ کا ارتکاب ممکن ہے یا نہیں؟

صوفیاء کے نزدیک عارف سے کبار بھی سرزد ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ انہیں توبہ و استغفار کی توفیق مرحمت فرما کر گناہوں کی آلائشوں سے پاک کر دیتے ہیں۔ یہ جو بعض بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ عارف کبیرہ گناہ نہیں کرتا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ پر مصر نہیں ہوتا یعنی بار بار گناہ نہیں کرتا۔

جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک اولیائے کاملین اور عارفین کبار سے محفوظ ہوتے ہیں۔ البتہ اعمال صالحہ بجالانے سے صغائر کی تلافی و تدارک ہوتا رہتا ہے کیونکہ اگر ان سے کوئی خلاف اولیٰ کام سرزد ہو جائے تو پہلے وہ دل میں نادم ہوتے ہیں، خلوت میں جا کر آہ و بکا کرتے ہیں کیونکہ گناہ (صغیرہ) اور لغزش کی وجہ سے ان کے قلب پر حجاب آ جاتا ہے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرتے ہیں بارگاہ قدس کی طرف سے معافی کی بشارت ملنے پر حجاب اٹھ جاتے ہیں۔

عارف صغیرہ گناہ پر اصرار و تکرار نہیں کرتا، جو نہی گناہ سرزد ہو جائے فوراً قلب میں ندامت و شرمندگی محسوس کرتا ہے۔ بغیر کسی تاخیر کے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرتا ہے لہذا گناہ کی تلافی و تدارک ہونے کی وجہ سے گناہ اسے ضرر نہیں دیتا۔ (وللہ

الحمد)



ملزوم لعدم ضره فذكر اللازم واراد الملزوم ، وما توهم الملاحدة من

نه هونا اس کے نقصان نہ دینے کو ملزوم ہے پس لازم کو ذکر کیا اور اس سے مراد ملزوم لیا ہے

هذه العبارة من أن يسع للعارف ارتكاب الذنوب لعدم ضرها فباطل

اور جو بے دینوں کو اس عبارت سے وہم ہوا ہے کہ عارف کو ارتکاب گناہ کی گنجائش ہے

### قطعاً و زندقہ صریحاً

کیونکہ وہ (گناہ) اسے نقصان نہیں دیتے۔ یہ (وہم) قطعاً باطل اور صریحاً زندقہ ہے۔

۵ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صوفیاء کے مقولے کی چوتھی توجیہ بیان فرما

رہے ہیں۔ یہ امر بھی جائز ہے کہ لایضرہ ذنب کا معنی یہ ہے کہ عارف سے حصول

معرفت کے بعد کوئی گناہ سرزد نہ ہو کیونکہ عارف سے جب گناہ کا صدور ارتکاب ہی

نہیں ہوگا تو اسے نقصان کیا دے گا، نقصان تو تب ہو جب گناہ صادر ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ گناہ ہر کسی کو نقصان دے سکتا ہے۔ عارف کو نقصان نہیں دیتا

یعنی ہر شخص سے گناہ واقع ہو سکتا ہے مگر عارف گناہ کرتا ہی نہیں تو نقصان کیسے ہوگا؟

### ملاحدہ کی تردید

۶ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں ملحدوں اور بے دینوں کی تردید کرتے

ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ انہوں نے صوفیاء کے مقولہ سے مراد یہ لیا ہے کہ عارف کو

باطنی طور پر یہ گنجائش ہوتی ہے خواہ وہ صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرے یا کبیرہ کا فلہذا عارف

سے صغیرہ گناہ بھی واقع ہوتے رہتے ہیں اور کبیرہ بھی لیکن اس کا بگڑنا کچھ نہیں۔ ملاحدہ

اپنے اس موقف کی دور از کار تاویلات کرتے ہیں جو سب عبث اور فضول ہیں۔



اولئك حزبُ الشيطانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ رَبَّنَا لَا  
 يَهِيَ شَيْطَانُ كَاغْرُوهَ هِيَ خَيْرٌ دَارَ بَشَرٍ شَكَّ شَيْطَانُ كَاغْرُوهَ هِيَ خَسَارَةٌ يَأْتِيهَا مِنَ  
 تَزْغُ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ  
 هَمَارَے پروردگار ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی  
 الوہاب“ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ وسلم وبارک  
 طرف سے رحمت عطا فرمائی تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے  
 سردار حضرت محمد اور آپ کی آل پر صلوات و تسلیمات و برکات نازل فرمائے۔

ان بے دینوں کا یہ موقف قطعاً باطل اور صریح بے دینی ہے۔ درحقیقت یہ شیطانی گروہ  
 ہے جو ہمیشہ خائب و خاسر اور ذلیل و رسوا ہوتا رہے گا۔

## حضرت امام ربانی کی دعا

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ملحدوں کی تردید و تغلیط کرنے کے بعد اللہ  
 تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں ملتجی ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے  
 بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرمانا۔ یقیناً  
 تو ہی سب سے زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔ اس لئے ہمیں راہ ہدایت پر استقامت  
 گزیر فرمانا اور اپنے فضل و فتوحات کے دروازے ہم پر کھولے رکھنا۔ اللھم امین  
 بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم دعا کے معا بعد آپ حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ قدس میں درود و سلام کا ہدیہ پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس کے  
 بغیر دعا زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے، حریم قدس جل سلطانہ میں شرف  
 قبولیت نہیں پاتی۔



وارجوا من الله الكريم الواسع مغفرته ان لا يضر الذنب المكتسب قبل  
 اور میں اللہ کریم وسیع مغفرت والے سے امید رکھتا ہوں کہ نہیں نقصان پہنچائیں گے  
 المعرفة للعارف المتحقق بحقيقة الاسلام وان كان ذالك الذنب من  
 معرفت سے قبل ارتکاب کردہ گناہ اس عارف کو جو حقیقت اسلام سے متحقق ہے  
 قبيل المظالم و حقوق العباد لما هو سبحانه المالك على الاطلاق  
 اگرچہ وہ گناہ مظالم اور حقوق العباد کے قبیل سے ہی ہو کیونکہ وہ (اللہ) سبحانہ مالک  
 علی الاطلاق ہے

## عارفین کے گناہوں کی مغفرت

اس منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بیان فرما رہے ہیں کہ یہ فقیر اللہ  
 کریم وسیع مغفرت والے سے امید رکھتا ہے کہ جو عارف حقیقت اسلام سے متحقق و  
 مشرف ہو جائے حصول معرفت سے پہلے جو گناہ اس سے سرزد ہو گئے ہوں خواہ وہ گناہ  
 صغیرہ ہوں یا کبیرہ چاہے ان کا تعلق مظالم سے ہو یا حقوق العباد کے قبیل سے، اس  
 عارف کو وہ گناہ نقصان نہیں دیتے کیونکہ اللہ کریم مالک علی الاطلاق ہے، اس کا کرم  
 اور بخشش و مغفرت کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کہ اگر ایسا ہو تو اللہ تعالیٰ بخشے گا ورنہ اللہ  
 بھی نہیں بخشے گا یہ نہیں کہا جاسکتا اللہ تعالیٰ وسیع مغفرت کا مالک ہے جسے چاہے بخشے اگر  
 اللہ تعالیٰ عارف کے حقیقت اسلام اور حقیقت ایمان سے متحقق ہونے سے قبل معرفت  
 کے مظالم اور حقوق العباد بھی معاف کر دے تو اس کی رحمت سے کوئی بعید نہیں ہے لیکن  
 یہ تخصیص عام لوگوں کیلئے نہیں بلکہ العارف المحقق بحقیقت الاسلام کیلئے ہے۔



وقلوب العباد بين اصبعيه من اصابعه يقلبها كيف يشاء و مطلق الاسلام  
 اور بندوں کے دل اس کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں انہیں التا پلنتا  
 يجب من الذنوب ماسوى المظالم و حقوق العباد كما لا يخفى فان  
 ہے جیسے چاہتا ہے اور مطلق اسلام مٹا دیتا ہے ان گناہوں کو جو مظالم اور حقوق العباد  
 لحقيقة الشئى و كماله مزية لئس لمطلقه .  
 کے علاوہ ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو فضیلت  
 حاصل ہے وہ اس شئی کے مطلق کو نہیں ہے ۳

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس سے قوی امید  
 رکھتے ہوئے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ عارف کے اسلام حقیقی سے متحقق ہونے سے قبل  
 کے گناہوں اور حقوق العباد کی بخشش کا کوئی نہ کوئی سامان کر دیا جائے گا وہ ایسے کہ اللہ  
 تعالیٰ خصوصی کرم فرما کر اپنے بندوں کے دلوں پر تصرف کر کے انکے قلوب میں جذبہ رحم  
 پیدا کر دے گا کیونکہ بندوں کے دل اس کی انگلیوں (کما یلیق بشانہ) کے  
 درمیان ہوتے ہیں۔ وہ ان کے دلوں سے جذبہ انتقام کو جذبہ رحم میں بدل کر فرمائے گا  
 کہ یہ میرا بندہ ہے اگر تیرے حقوق اس نے ضائع کئے ہیں آخر تو نے بھی تو کسی کے حقوق  
 ضائع کئے ہیں، میں تجھے معاف کرتا ہوں تو اسے معاف کر دے یوں معافی کے باہمی  
 تبادلے سے عارف کی بخشش کا سامان ہو جائے گا۔ (واللہ ورسولہ اعلم  
 بحقیقة الحال)

۳ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہاں اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ  
 جب کوئی غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو مظالم اور حقوق العباد کے علاوہ اس  
 کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ مطلق اسلام کا مرتبہ ہے۔



## اسلام کی اقسام

اہل طریقت نے اسلام کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

مطلق اسلام اور اسلام مطلق

مطلق اسلام کو صورت اسلام بھی کہا جاتا ہے اور اسلام مطلق کو حقیقت اسلام بھی

کہتے ہیں۔

مطلق اسلام سے مظالم وغیرہا کے علاوہ تمام گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اگر کسی خوش بخت کو اسلام مطلق کی دولت نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید واثق ہے کہ اس کے حقوق العباد اور مظالم کی معافی کی بھی کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آئے گی کیونکہ کسی شئی کی حقیقت اور اس کے کمال کو جو برتری و فضیلت حاصل ہوتی ہے وہ صورت اور مطلق شئی کو حاصل نہیں ہوتی۔ کمالا یخفی علی ارباب البصیرۃ

## ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں قارئین کے ذہن میں سوال آئے گا کہ مسئلہ یوں ہے کہ حقوق العباد معاف نہیں ہوتے تو پھر خاص بندوں کو یہ فضیلت کیوں کر ملی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عام لوگوں کے حقوق کی معافی کا مسئلہ نہیں بلکہ اس عارف کی بابت کلام ہو رہا ہے جو حقیقت اسلام سے متحقق ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارجو کہہ کر اللہ کریم وسیع المغفرت والے سے رحم و کرم کی امید کا اظہار فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اس کی مغفرت و رحم و فضل کسی قید کے ساتھ مقید نہیں۔ نیز جس عارف اکمل کو اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب نصیب ہوا ہے، اس قرب کا اعتبار کرتے ہوئے اگر اللہ تعالیٰ اس کے قبل المعرفت جرائم و مظالم کی معافی کی کوئی سبیل کر دے تو اللہ تعالیٰ کیلئے یہ کوئی مشکل بھی



نہیں بلکہ یہ عارف کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے اعزاز و انعام ہے۔ واللہ یختص  
برحمته من یشاء

مزید برآں جب تک متعلقہ شخص حقوق معاف نہیں کرے گا معافی کی کوئی  
صورت نہیں ہوگی۔ یہ مسئلہ بھی حق اور بجا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ مزدلفہ کی صبح وعدہ فرمایا تھا کہ آپ کی امت کے حقوق العباد کا بھی کوئی حل  
نکالیں گے وہ بھی سب کیلئے نہیں بلکہ جس پر وہ خاص مہربان ہوگا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔



## مِنهَا-۱۸

حق سبحانہ و تعالیٰ بذات خود موجود ست نہ بوجود  
حق تعالیٰ سبحانہ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے نہ کہ وجود کے ساتھ،  
بخلاف سائر موجودات کہ بوجود موجود ند  
تمام موجودات کے برخلاف جو وجود کے ساتھ موجود ہیں۔

### حق تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں

۱۔ زیر نظر منہا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے  
ہیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنی ذات کے ساتھ خود بخود موجود ہے۔ وہ اپنی موجودیت  
(موجود ہونا) میں وجود کا محتاج نہیں جبکہ مخلوق بذات خود موجود نہیں۔ بلکہ جملہ مخلوقات  
اور جمیع ممکنات اپنی موجودیت میں وجود کے محتاج ہیں، خالق اور مخلوق کے درمیان یہی  
امیاز ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو موجودیت میں وجود کا محتاج تسلیم کیا جائے تو یہ آیت کریمہ  
إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (العنکبوت ۲۹:۶) کے خلاف ہے۔

②..... وجود کا لغوی معنی بودن ”ہونا“ ہے۔ جملہ کائنات و جمیع ممکنات کسی نہ کسی وجود  
کے ساتھ موجود ہیں جیسے میز موجود ہے کسی وجود کے ساتھ، اگر لکڑی نہ ہوتی تو میز کی یہ  
شکل و صورت نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ سبحانہ اپنی موجودیت میں کسی وجود کا محتاج نہیں، جب اشیاے کائنات  
نہ تھیں اللہ تعالیٰ تو اس وقت بھی موجود تھا جیسا کہ كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ،



شئی سے عیاں ہے۔

اس مسئلہ میں جمہور متکلمین اہلسنت اور صوفیائے وجودیہ کا اختلاف ہے۔

صوفیائے وجودیہ کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنی ذات کے ساتھ موجود نہیں بلکہ وجود کے ساتھ موجود ہے اور وہ وجود اس کا عین ہے غیر نہیں جبکہ جمہور متکلمین اہلسنت کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں کسی شئی کا محتاج نہیں حتیٰ کہ وہ اپنی ذات کی موجودیت کیلئے وجود کا بھی محتاج نہیں۔

### متکلمین اہل سنت اور ابن عربی قدس سرہ

حضرت ابن عربی قدس سرہ، متکلمین اہل سنت کو علمائے ظواہر جانتے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ علماء معرفت سے خالی ہیں، ان کا علم تو حید کا مل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کی مخالفت حضرت ابن عربی کی کتب میں بکثرت ملتی ہے اور وہ صوفیائے وجودیہ جو حضرت ابن عربی قدس سرہ کے قابعین ہیں تصوف میں آپ کے ہر قول کو حجت اور حرف آخر مانتے ہیں اور اس ضمن میں یہ صوفیاء متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کی بھی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ ان تحقیقات کا ماخذ وحی الہی (قرآن و حدیث) ہے۔

مقام حیرت ہے کہ اہل سنت کے نامور علماء مثلاً امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی، علامہ فضل حق خیر آبادی اور علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہم بھی نظریہ وحدت الوجود پر سختی سے کاربند ہیں اور حضرت ابن عربی قدس سرہ کی تحقیقات کو حرف آخر مانتے ہیں جبکہ ان علماء و محققین نے علم العقائد متکلمین اہل سنت سے ہی حاصل کیا ہے۔ انہی کی کتب عقائد نسفی، شرح عقائد، توضیح و تلویح، مسلم الثبوت وغیرہا پڑھ کر علماء کی صف میں شامل ہوئے، یہی کتب مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں جن میں یہ



چیز موجود ہے کہ متکلمین کے عقائد ہی اہل سنت کے عقائد ہیں جو ان سے باہر ہوا وہ گمراہ ہو جائے گا۔

مگر جب حضرت ابن عربی قدس سرہ، متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کو رد کر کے اپنے مکشوفات پیش کرتے ہیں تو علماء اہلسنت حضرت ابن عربی قدس سرہ کے ساتھ ہو جاتے ہیں جب ان سے وجہ پوچھی جائے تو کہتے ہیں کہ ہم چشتی ہیں، قادری ہیں، اپنی نسبتوں کا اثبات کرتے ہوئے متکلمین اہلسنت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

حالانکہ حضرت ابن عربی قدس سرہ، چشتی نہیں، بلکہ قادری تھے۔ میں نے کئی چشتی بزرگوں سے دریافت کیا ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ میں توحید و جود حضرت ابن عربی قدس سرہ کی بدولت آئی کیونکہ آپ قادری تھے مگر یہ بتائیں کہ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے کس بزرگ نے چشتیوں کو توحید و جود سکھائی، اس سلسلہ عالیہ میں توحید و جود کہاں سے چلی؟ اس سوال کا ابھی تک کسی نے مجھے جواب نہیں دیا۔

اگر حضرات چشت وراثتاً توحید و جود کے قائل ہیں تو یہ وراثت حضرات چشت میں کہاں سے ثابت ہے؟ یہ بطور تفہیم ایک سوال ہے معاذ اللہ تنقید یا اعتراض نہیں کیونکہ بطور سوال یہ بات پوچھنے اور سمجھنے کے قابل ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ کے اکثر مسائل توحید و معرفت جمہور متکلمین اہل سنت کے خلاف ہیں ہمارے بزرگ سنی بریلوی علماء قادری ہوں یا چشتی، سہروردی ہوں یا دیگر صوفیاء (بعض نقشبندی) متکلمین اہل سنت کی کتب پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ مگر مسائل کلامیہ میں ان کی بات کو حجت نہیں مانتے اور نظریہ وحدت الوجود کے وہ مسائل جو متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کے برعکس حضرت ابن عربی قدس سرہ سے بطور کشف ظاہر ہوئے یہ حضرات ان کو مانتے ہیں۔



## متکلمین اہل سنت اور امام ربانی قدس سرہ العزیز

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنی تصانیف لطیفہ میں متکلمین اہل سنت کا دفاع فرمایا ہے کیونکہ ان متکلمین نے مسائل کلامیہ، اعتقادیہ میں جتنے بھی دلائل پیش فرمائے ہیں ان کا ماخذ قرآن و سنت ہے۔ ان علماء نے وحی الہی پر بھروسہ کیا ہے ان کی تحقیقات و اجتہادات قرآن و سنت سے ماخوذ اور ان کے عین مطابق ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ الف ثانی کے مجدد ہونے کے باوجود مسائل کلامیہ میں شیخ الاسلام حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اور خود بھی علم کلام کے مجتہد ہیں جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے:

ایس فقیر را درتوسط احوال حضرت پیغمبر علیہ وعلی الہ الصلوٰت والتسلیمات در واقعہ فرمودہ بودند کہ تو از مجتہدان علم کلامی ازاں وقت در ہر مسئلہ از مسائل کلامیہ ایس فقیر را رائے خاص ست و علم مخصوص ..... رائے ایس فقیر موافق آرائے علمائے ماتریدیہ است والحق کہ ایس بزرگواران را بواسطہ متابعت سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ شان عظیم است (مبداء معاد منہا: ۲۸)

یعنی احوال سلوک کے درمیانی حالات میں ایک مرتبہ حضرت پیغمبر علیہ وعلی الہ الصلوٰت والتسلیمات نے واقعہ میں اس فقیر سے فرمایا تھا کہ ”تم علم کلام کے مجتہدین میں سے ہے“ اسی وقت سے مسائل کلامیہ کے ہر مسئلہ میں اس فقیر کی خاص رائے اور مخصوص علم ہے ..... اس فقیر کی رائے علمائے ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے اور سچی بات یہ ہے کہ سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی متابعت کی وساطت سے ان



بعض نادان علماء اسی بناء پر حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ذات اقدس پر بے جا تنقید شروع کر دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عربی قدس سرہ کی مخالفت کیوں کی ہے؟ ان علماء کو اتنی عقل ہونی چاہئے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے متکلمین اہل سنت کا ساتھ دیا ہے اور عقائد اہل سنت کا دفاع فرمایا ہے۔ آپ کا اس امر پر اصرار بلیغ ہے کہ علماء کی تحقیقات کا ماخذ وحی الہی (قرآن و حدیث) ہے اور صوفیاء کے علوم کا ماخذ ان کا کشف ہے اور کشف ظنی ہوتا ہے جبکہ وحی قطعی ہے کشف غلط ہو سکتا ہے مگر وحی الہی میں غلطی کا امکان و احتمال ہی نہیں تو متکلمین اہل سنت نے علوم اعتقاد یہ وحی الہی (قرآن و حدیث) سے اخذ کئے ہیں لہذا یہی قطعی اور یقینی ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جا بجا اپنی تصانیف مبارکہ میں فرمایا ہے کہ ہمارے پاس صوفیاء کے مکشوفات کو پرکھنے کا معیار قرآن و سنت ہے اگر کشف ان کے مطابق ہو تو مان لیا جائے ورنہ رد کر دیا جائے۔ بالفاظ دیگر اگر صوفیاء کے مکشوفات متکلمین اہل سنت کی تحقیقات سے متصادم ہوں تو ہم صوفیاء کے مکشوفات کو چھوڑ دیں گے مگر متکلمین اہل سنت کی تحقیقات کو ہرگز نہ چھوڑیں گے۔

## وجود باری تعالیٰ اور امام ربانی قدس سرہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود نہیں بلکہ موجود بالذات ہے اور آپ اسے وجود حقیقی کہتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کہ کوئی خارج میں وجود تھا اللہ تعالیٰ کو اس وجود کی طرف احتیاج ہوئی تو اس وجود کے ساتھ مل کر اللہ ہو گیا، ایسا اس کی شان کے ہرگز لائق نہیں کیونکہ اس سے تو اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات کی موجودیت کے لئے وجود کا محتاج ہونا لازم آتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ عالمین و ممکنات کے ہر قسم کے احتیاج سے بے نیاز ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ



عَنِ الْعَالَمِينَ (العنكبوت ۲۹: ۶) سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سب کمالات اس کے ذاتی ہیں، اس کے یہ کمالات کسی وجود خارجی سے اس میں نہیں آئے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ سبحانہ کسی شئی کا محتاج نہیں ہے۔ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو سعادت العباد حصہ دوم منہا: ۶۰)

## وجود باری تعالیٰ اور حضرت ابن عربی قدس سرہ

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز اور ان کے متبعین دو طرح سے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہیں۔

اولاً..... یہ کہ آیت کریمہ **إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** پر ہمارا بھی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئی کا محتاج نہیں اور اسماء و صفات سے اللہ تعالیٰ کا وجود ظاہر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وجود کے ساتھ موجود ہے۔ بایں معنی کہ اس کے وجود کا تعارف کمال اسمائے اور صفاتیہ سے ہوا ہے۔ کمال اسمائی و صفاتی یہ ہے کہ جب کسی ذات کا تعارف و شناخت اس کے اپنے اسم (نام) اور اپنی صفت سے ہو تو وہ اسم اور صفت اس کی اپنی ہی ہوگی، غیر نہیں ہوگی لہذا وہ اپنے وجود کے ساتھ ہی متعارف ہوا غیر کا محتاج تو نہ ہوا۔

ثانیاً..... حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک کائنات اور ممکنات وجود ہے اور اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ نیز یہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے غیر نہیں۔ لہذا ممکن الوجود ہی واجب الوجود ہے اور واجب الوجود ہی ممکن الوجود ہے۔ پس واجب اور ممکن میں عینیت اور اتحاد ہے۔ چونکہ وجود اللہ تعالیٰ کا عین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود ہے۔ اگر وجود کی نفی کر دی جائے تو موجود کہاں رہے گا؟ لہذا وجود ہے تو موجود ہے۔ پس ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے موجود ہونے میں وجود کا



محتاج ہے اور وجود، ممکنات اور کائنات ہے۔ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کے نزدیک کائنات غیر نہیں عین ہے یعنی یہ سب کچھ خود اللہ ہی ہے، وہ خود ہی ان صورتوں اور شکلوں میں جلوہ گر ہے۔ حق تعالیٰ سبحانہ کا احتیاج ایسی الغیر تو تب ہو جب کوئی اس کا غیر ہو پھر اس کی طرف محتاجی ہو۔ جب وہ سب کچھ خود ہی ہے تو پھر محتاج کس کا؟ شرک تو تب ہو جب دوئی ہو، ان کے نزدیک غیر ہے ہی کوئی نہیں بس اللہ ہی اللہ ہے۔

### امام ربانی قدس سرہ کا نقد و نظر

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حضرت ابن عربی قدس سرہ اور صوفیائے وجودیہ کے دونوں دلائل پر یوں نقد و نظر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات لا عین ولا غیر ہیں یعنی نہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں نہ غیر..... نہ داخل ہیں نہ خارج..... نہ متصل ہیں نہ منفصل..... بس یہ نہ ہونے کے درجے میں ہیں۔ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں سے نہیں بلکہ ان کا وجود خارجی ہے اور یہ (اسماء و صفات) ذات پر زائد ہیں اور یہی متکلمین اہلسنت کا موقف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اس کی ذات نہیں غیر ہیں۔ لیکن یہ اسماء و صفات اللہ ہی کے ہیں مگر اس کی ذات میں نہ داخل ہیں نہ خارج۔ یعنی جب ذات میں داخل نہیں تو پھر خارج کیسے ہو گئے؟ خارج تو وہ ہوتا ہے جو پہلے داخل ہو، جب داخل ہی نہیں تو پھر خارج کیسے ہو گئیں؟ رہ گیا یہ سوال کہ پھر وہ ہیں کیا؟

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اسماء و صفات ذات میں سے نہیں ہیں البتہ ذات کے ساتھ قائم ہیں۔



## ایک مثال

اس دقیق اور باریک مسئلہ کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک ہے پانی اور ایک ہے پانی کا پرنا لے سے نیچے بہنا۔ پانی کی ذات پانی ہے لیکن پانی کا نیچے کی طرف بہاؤ اور نزول، پانی کا نہ عین ہے نہ غیر۔

یہ بہاؤ، پانی کا عین اس لئے نہیں کیونکہ پانی پر ایسا بھی موقعہ آیا کہ وہ پانی تو تھا لیکن اس میں بہاؤ نہ تھا بلکہ ٹھہراؤ تھا تو بہاؤ پانی کی ذات نہیں مگر یہ بہاؤ پانی کا ہی ہے اور یہ بہاؤ پانی کی صفت ہے جو پانی کی ذات بھی نہیں لیکن پانی کا غیر بھی نہیں کیونکہ پانی ہی تو بہہ رہا ہے۔ اگر ذات (پانی) نہ ہوتی تو صفت (بہاؤ) بھی نہ ہوتی۔ لہذا یہ صفت (بہاؤ) ذات (پانی) کا عین نہیں اور نہ ہی اس کا غیر ہے بلکہ یہ ذات کے ساتھ قائم ہے۔

ایسے ہی کائنات اور ممکنات میں پھیلاؤ اور بہاؤ، اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ہی کا ہے لیکن نہ اس کا عین ہے نہ اس کا غیر ہے بلکہ اسی کے ساتھ قائم ہے حضرت امام ربانی اور متکلمین اہلسنت کا یہی موقف ہے۔

ثانیاً حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حدت بصر اور تیزی نظر کے باعث وجود کے حجاب اٹھا کر موجود کا مشاہدہ کرتے ہیں اور آپ نے واضح کر دیا کہ وجود اور ہے اور وجوب اور فلہذا اللہ تعالیٰ اپنی موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں بلکہ وہ بالذات موجود ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز کو معذور جانا چاہئے اور ان کے اقوال کی تاویل کرنی چاہئے۔ جس طرح کوئی شخص کسی کی محبت میں غلطاں ہو جائے تو اس کے دل و دماغ پر محبوب کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ ہمہ وقت اسی کا نقش اس کے قلب و نظر پر چھایا رہتا ہے اور کسی شے کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ اسے کوئی شے



اچھی نہیں لگتی وہ ہر شئی کو ساقط الاعتبار سمجھ کر نفی کرتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے ہر طرف یار ہی یار نظر آ رہا ہے یہ محبت کی انتہا ہے..... خدا کی انتہا نہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز خدا کے ایسے عاشق ہوئے ہیں کہ انہیں ہر طرف یار ہی یار نظر آیا یا غیر نظر ہی نہیں آیا اور ایسا غلبہء محبت کی وجہ سے ہوا ہے..... یہ محبت تو ہے حقیقت نہیں۔ محبت وسیلہ اور واسطہ ہے مقصود نہیں، مقصود محبوب حقیقی ہے۔ انہوں نے وسائل اور وسائل کو مقاصد جان لیا ہے حالانکہ مقاصد بہت آگے ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ کے نزدیک حضرت ابن عربی قدس سرہ وسائل اور وسائل میں پھنسے رہے، مقاصد تک نہ پہنچ سکے۔ چونکہ وہ وسائل اور وسائل مقاصد ہی کے تھے اور ان میں مقاصد کی کچھ جھلک موجود ہوتی ہے اس لئے کشفی کمزوری کی وجہ سے وسائل کو مقاصد سمجھ لیا حالانکہ مقاصد اس سے ورا ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ صوفیائے وجودیہ کی زبان سے فرط محبت کی بنا پر اس قسم کے جملے نکل گئے ہیں۔ اسلئے انہیں نظر انداز کر دینا چاہئے..... طعن و تشنیع نہیں کرنا چاہئے۔ وہ محبت میں بے بس ہو کر ہر چیز کو خدا کہتے ہیں البتہ حقائق کچھ اور ہیں۔

حضرت ابن عربی قدس سرہ نے کثرت میں وحدت کا قول اس لئے کیا کہ وہ جب مقام توحید میں غوطہ زن ہوئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کے مرتبے میں اس حد تک چلے گئے کہ انہیں ہر شے میں محبوب ہی نظر آیا، اور یہ محبت کا ایک مرتبہ ہے کہ اگر آپ کو کسی سے ایسی محبت ہو جائے جو محبت کا آخری درجہ ہو تو آپ پڑھنا بھول جائیں گے، کھانا بھول جائیں گے، سونا بھول جائیں گے۔ ہزار آدمی بیٹھا ہو وہ شور مچائے آپ کو کوئی پتہ نہیں وہ کیا کہہ رہا ہے۔ آپ کے خیالوں میں، آپ کے تصورات



میں، ہر وقت محبوب ہی چھایا رہے گا اور آپ کہیں گے، کوئی نہیں، بس کوئی نہیں۔ حضرت ابن عربی قدس سرہ نے جو کچھ کہا ہے، نہ انہوں نے علمائے متکلمین کی تحقیقات کو ملحوظ رکھا، نہ ہی انہوں نے شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول کو۔ انہیں ہوش ہی نہیں رہی، غلبہء حال اور غلبہء محبت میں اس قدر مغلوب ہو گئے کہ ان پر محبت میں سکر طاری ہو گیا اور سکر میں انہیں جو نظر آیا انہوں نے یار ہی سمجھا۔ اس ساری کثرت میں انہیں وحدت نظر آئی، ہر شے میں انہیں خدا کے جلوے نظر آئے، شدت محبت نے ان کو اس پر مجبور کر دیا اور یہ ان کا سکر تھا۔ اس لئے نہ ان پر تنقید کرنی چاہیے نہ ان کو برا کہنا چاہیے اور نہ ہی ان پر شرک کا فتویٰ لگانا چاہئے، جبکہ بہت سارے علماء نے ان کی یہ باتیں سن کر شرک و کفر کے فتوے لگائے۔ جس طرح منصور حلاج پر فتوے لگے اس طرح ابن عربی قدس سرہ پر فتوے لگے۔ صوفیاء میں پہلا شخص جس نے حضرت ابن عربی قدس سرہ کی غلطیوں کی نشاندہی کرنے کے بعد ان کو مغلوب الحال قرار دے کر ان کو غلبہء سکر قرار دے کر، ان کے کلام کی تاویل کر کے ان کی صفائی پیش کی ہے وہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ہیں۔ ابن عربی کے تابعین جو وحدۃ الوجود پر سختی سے قائم ہوئے ہیں وہ بھی ابن عربی قدس سرہ کی شخصیت کو بے غبار نہیں کر سکے جتنا بے غبار حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے کیا ہے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ یہ فرماتے ہیں:

عجائب کا روبرو است شیخ محی الدین از مقبولان در نظر سے در آید و اکثر علوم او کہ مخالف آرائے اہل حق اند خطا و ناصواب ظاہر میشوند مانا کہ بخطائے کشفی معذور داشته اند و در رنگ خطائے اجتہادی از ملامت مرفوع ساخته این اعتقاد خاص است این فقیر را در مادہ شیخ محی الدین کہ او را از مقبولان میدانند و علوم مخائفہ او را خطا و مضر سے بیند



جمعے ہستند ازین طائفہ کہ ہم شیخ را طعن و ملامت میکنند و ہم علوم اور راتخطہ مینمایند و جمعے دیگر ازین طائفہ تقلید شیخ را اختیار کرده جمیع علوم او را صواب میدانند و بدلائل و شواہد حقیقت آن علوم را اثبات مینمایند و شک نیست کہ این ہر دو فریق راہ افراط و تفریط اختیار کردہ اندواز توسط حال دور مانده شیخ را کہ از اولیاء و مقبولان است بواسطہ خطا کشفی چگونہ رد کرد شود و علوم او را کہ از صواب دور اند و مخالف آرائے اہل حق اند چگونہ بتقلید قبول توان کرد فالحق هو التوسط الذی وفقنی اللہ سبحانہ بمنہ و کرمہ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۶۶)

عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین (اللہ تعالیٰ کے) مقبولین میں سے نظر آتے ہیں لیکن ان کے اکثر علوم جو اہل حق کی آراء کے مخالف ہیں خطا اور نادرست ظاہر ہوتے ہیں۔ شاید ان کو خطائے کشفی کے باعث معذور رکھا گیا ہے اور خطائے اجتہادی کی طرح ان سے ملامت دور کر دی گئی ہے۔ شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد یہی ہے کہ ان کو مقبولین میں سے جانتا ہے اور ان کے علوم کو (جو اہل حق کے) مخالف ہیں خطا اور مضرد دیکھتا ہے۔

اس گروہ (صوفیہ) کے بعض لوگ ایسے ہیں کہ شیخ کو طعن و ملامت بھی کرتے ہیں اور ان کے علوم مخالفہ کو بھی غلط اور نادرست سمجھتے ہیں اور اس گروہ کے بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے ان کے تمام علوم کو درست جانتے ہیں اور دلائل و شواہد سے ان علوم کی حقیقت کو ثابت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان ہر دو فریق نے افراط و تفریط کا راستہ اختیار کیا ہے اور میانہ روی سے دور ہو گئے ہیں۔ شیخ کو جو کہ اولیائے



مقبولین میں سے ہیں، خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کر دیا جائے اور ان کے علوم کو جو صحت و صواب سے دور ہیں اور اہل حق کی رائے کے مخالف ہیں، تقلید کی وجہ سے کس طرح قبول کیا جاسکتا ہے۔ پس حق اسی میانہ روی میں ہے جس کی توفیق اللہ سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے بخشی ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ان فرمودات کی روشنی میں حضرت ابن عربی قدس سرہ کے علوم کی تحسین نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اگر ان علوم کو من و عن بیان کیا جائے تو اس سے ہندوؤں، جوگیوں، سکھوں، عیسائیوں اور غیر مسلموں کو مدد ملے گی کہ جب مسلمانوں کا ایک صوفی ہر شے میں اللہ مانتا ہے تو پھر ہمیں بھی پتھروں کی پوجا کرنے دو، سورج کی پوجا کرنے دو، چاند کی پوجا کرنے دو۔ یہیں سے جاہل صوفیوں نے پیروں کے آگے سجدہ کرنے کا جواز نکال لیا کہ جب اس کی تجلیات بندے میں آتی ہیں، بندہ فنا ہو جاتا ہے اور وہ باقی رہ جاتا ہے تو پھر بندہ کہاں رہا۔ اللہ ہی اللہ ہے، سجدے کرو، کس کی نماز پڑھنی ہے؟ جب بندہ اپنے آپ پر غور کرتا ہے کہ اس کثرت میں وحدت ہی جلوہ گر ہے تو میں کس کی نماز پڑھوں؟ میں کہاں سجدے کروں؟ صوفی اس مقام پر آ کر پاگل اور دیوانہ ہو جاتا ہے کیوں کہ محبت پاگل و دیوانہ کر دیتی ہے۔ اس مقام میں بہت سے فقیر نمازیں چھوڑ جاتے ہیں، اپنے مریدوں کو کہتے ہیں نمازیں چھوڑو کوئی نماز نہیں۔ حضرت ابن عربی نے جو بات کہی تھی وہ غلبہء حال میں کہی تھی، ان کے بس میں نہیں تھی اور یہ جو جاہل فقیر حضرت ابن عربی کو بنیاد بنا کر دین اور شریعت کے خلاف نئی باتیں کرتے ہیں اس کے لئے کسی ایسے مجدد کی ضرورت تھی جو حضرت ابن عربی قدس سرہ کے توحیدی معارف کی تاویلات کرے اور لوگوں کو بتائے کہ ابن عربی نے تو غلبہء حال میں کہہ دیا مگر تمہیں یہ باتیں کہنے کی اجازت نہیں ہے اور یہ سعادت حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے حصہ آئی اور آپ نے حضرت ابن عربی کے متعلق راہ وسط



بیان فرمائی جس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

ایک بات جو اغلاط العوام میں سے ہے، لوگ خواہ وہ علماء ہوں یا صوفیاء، پیر ہوں یا مرید، انہیں یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ نقشبندی وحدۃ الشہودی ہوتا ہے اور چشتی و قادری سہروردی و نوشاہی وحدۃ الوجودی ہوتا ہے۔ یہ اغلاط العوام ہی نہیں ہے بلکہ اغلاط العلماء ہے۔ مقتدر علماء، محقق ابن محقق، جنہیں ہم حدیث وفقہ میں اپنا امام کہتے ہیں، ان سے بھی یہی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔

مکتوبات امام ربانی، فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے مطالعہ کے بعد یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ وحدۃ الشہود کسی ایک سلسلے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے..... یہ معارف کسی ایک سلسلے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے..... وحدۃ الوجود کسی ایک سلسلے کے ساتھ مخصوص نہیں..... یہ وہ بنیادی غلطی ہے کہ

”دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار“

ہر سلسلے کے سالک کو یہ مسئلہ یوں سمجھنا چاہئے کہ وحدۃ الشہود اور وحدۃ الوجود، توحید کی معرفت کے دو پہلو ہیں۔ جب صوفی اللہ کی توحید میں غوطہ زن ہوتا ہے کہے باشد، کوئی نقشبندی ہو یا قادری، سہروردی ہو یا چشتی، یہ دونوں مقام آتے ہیں۔ ابتداء میں توحید و جودی ظاہر ہوتی ہے، آخر میں توحید شہودی عیاں ہوتی ہے۔ توحید و جودی میں ہر کوئی پہنچتا ہے خواہ وہ نقشبندی ہو، یا قادری، چشتی ہو یا سہروردی..... اپنی اپنی باطنی استعداد ہے کہ وہ بحر توحید میں غواصی کر کے موتی چنتے ہیں۔

سلطان العشاق عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی ہو کر وحدۃ الوجودی تھے۔ اسی طرح میں نے کئی نقشبندی بزرگ وحدۃ الوجودی دیکھے اور سنے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نقشبندیوں کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحدۃ شہود انہیں ہی ملے، وہ وحدۃ الوجود میں بھی رہتے ہیں پھر اگلے مقام (وحدت الشہود) میں ترقی کر جاتے



ہیں کچھ نکل جاتے ہیں کچھ اسی میں رہتے ہیں۔ اسی طرح آپ اب دوسری طرف جائیں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نقشبندی تو نہیں تھے۔ حضور غوث پاک کے خلفاء کے خلفاء میں سے ہیں یا خلفاء میں سے ہیں آپ وہ شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے ابن عربی قدس سرہ سے ٹکری اور توحید و جود کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ نقشبندی نہیں بلکہ سہروردی تھے۔ تو وہ سہروردی ہو کر وحدۃ الوجود کے خلاف تھے۔ حضرت رکن الدین ابوالکارم علاؤ الدولہ سمنانی، یہ ابن عربی کے ہم عصر تھے انہوں نے بھی ابن عربی سے ٹکری اور کہا کہ تیرا نظریہ وحدۃ الوجود غلط ہے، میں اس کو تسلیم نہیں کرتا اور آپ نے اس کی مخالفت کی..... اب وہ بھی تو نقشبندی نہیں ہیں۔

اسی طرح حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ان کا اپنا سلسلہ ہے۔ سلسلہ کبرویہ، یہ ہندوستان میں بہت دیر تک پایا گیا ہے۔ آجکل بھی خال خال اس سلسلے کے بزرگ عالم عرب میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ بھی ابن عربی کے اس نظریہ وحدۃ الوجود کے مخالف تھے۔ بطور تفہیم یہ چند مثالیں بیان کی گئی ہیں کہ غلطی کی وجہ سے جو بعض چشتی ہیں، ان میں سے کسی ایک بزرگ نے وحدۃ الوجود کے نظریہ کو اپنایا تو آگے جتنے بزرگ تھے اسی راہ پر چل پڑے ہیں۔

## وحدت الوجود اور سلسلہ چشتیہ

عصر حاضر کے حضرات چشتیہ کہتے ہیں ہم وحدۃ الوجودی ہیں اور وحدت وجود ہماری توحید ہے، یہ تصور مبنی بر حقیقت نہیں کیونکہ اکابرین سلسلہ چشتیہ میں سے کسی نے نہ تو وحدۃ الوجود کا نام لیا اور نہ ہی اس پر کوئی کلام کیا ہے۔ سب سے پہلے چشتی بزرگ، جنہوں نے وحدۃ الوجود کا نام لیا اور وجودی ہونے کا اعلان فرمایا وہ حضرت سید محمد المعروف بہ خواجہ گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے بہت



جلیل القدر بزرگ ہوئے ہیں۔ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے فصوص الحکم کی عربی میں شرح اور مرصاد العباد کا فارسی میں ترجمہ فرمایا۔ نیز معراج العاشین جو اردو زبان میں تصوف کی پہلی کتاب ہے بھی آپ ہی کی تحریر فرمودہ ہے۔ میں نے کئی چشتی علماء اور مشائخ سے اس مسئلے پر گفتگو کی اور بطور تفہیم پوچھا کہ وحدت الوجود کو آپ نے کہاں سے حاصل کیا خواجہ خواجگان حضرت سیدنا معین الدین چشتی اجمیری سے یا حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے، حضرت شیخ مسعود بابا فرید گنج شکر سے یا سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء سے؟ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) مگر جواب نہیں ملا۔

### وحدت الوجود اور سلسلہ قادریہ

حضرت ابن عربی قدس سرہ کے معتقدین کو وحدت الوجود کی معرفت آپ سے ملی آپ خود قادری ہیں اور حضرت غوث پاک قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ سلسلہ قادریہ کا ایک شعبہ وحدۃ الوجودی ہے سارے قادری بھی نہیں کیونکہ بہت سے قادری وحدۃ الوجود کے خلاف تھے، اس دور میں بھی اور آج بھی۔ المیہ دراصل یہ ہوا کہ

سنی حکایت ہستی تو درمیان سے سنی

نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہاء معلوم

یہی حال اکثر قادری حضرات کا ہے حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ خود عارفین میں سے، واصلین میں سے نہیں۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ وہ اولیائے کرام میں سے ہیں۔ بہت بڑے کامل ولی ہیں عاشق رسول ہیں لیکن کسی طریقت کے مجتہد نہیں چودھویں صدی کے مجدد ہیں اہل سنت کے وہ نزاعی مسائل



جن میں توہین الوہیت، توہین رسالت اور توہین ولایت پائی گئی ہے ان مسائل میں آپ نے اسلام کی تجدید کر کے باطل فرقوں کا مقابلہ کیا ہے لیکن آپ کسی طریقت کے مجتہد نہیں ہیں۔ جس طرح فقہ میں مجتہد ہوتے ہیں اسی طرح طریقت میں مجتہد ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی مجتہد طریقت ہیں، عارفین کے سردار ہیں۔ یہ ان کا مقام ہے کہ وہ یہ فرق کریں کہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں میرا رستہ کون سا ہے اور میرا عرفان کیا ہے؟ یا حضرت ابن عربی مجتہد طریقت تھے۔ انہوں نے جو بھی طریقت وضع کی اس کو انہوں نے قرآن و سنت کے مطابق جانا اور اس پر ان کے دعوے موجود ہیں۔ جیسا کہ آپ نے فصوص الحکم کی ابتداء میں تحریر فرمایا ہے

فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مُبَشِّرَةٍ .....  
وَبِيَدِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابٌ فَقَالَ لِي هَذَا كِتَابُ فُصُوصِ  
الْحِكْمِ خُذْهُ وَاخْرُجْ بِهِ إِلَى النَّاسِ يَنْتَفِعُونَ بِهِ (فصوص الحکم: ۱)

بے شک تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک کتاب تھی آپ نے فرمایا کہ یہ کتاب فصوص الحکم ہے اس کو لے لو اور لوگوں پر ظاہر کرو تا کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔ فتوحات مکیہ کے باب ۳۶۶ میں آپ قدس سرہ لکھتے ہیں جو باتیں میں اپنی تصانیف میں لکھتا ہوں وہ میری غور و فکر سے نہیں ہوتیں بلکہ وہ میرے دل میں الہامی فرشتہ کے ذریعہ ڈالی جاتی ہیں۔

فتوحات مکیہ کے باب ۳۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں:

اور جو کچھ میں نے لکھا اور جو کچھ اس کتاب میں لکھ رہا ہوں وہ سب املائے الہی والقائے ربانی اور وحی روحانی کے ذریعہ ہوتا ہے اور مجھے یہ شرافت، انبیاء سے وراثت میں ان کی متابعت کرنے سے ملی ہے بوجہ استقلال کے۔



فتوحات مکیہ کے باب ۳۴۸ میں لکھتے ہیں:

جو کچھ میں لکھتا ہوں وہ سب ایک الہامی فرشتہ کی زبان کے ذریعہ خدا تعالیٰ ہم سے لکھواتا ہے۔

چونکہ وہ طریقت کے مجتہد تھے اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا فیصلہ کرنا بھی مجتہدین طریقت کا کام ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علوم روحانیہ میں حضرت ابن عربی قدس سرہ کے مقلد تھے اور انہیں کے علوم کو بیان فرماتے تھے جیسا کہ آپ کے ملفوظات میں ہے کہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ صوفیاء کہتے ہیں کہ ولایت نبوت سے افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد نبی کی ولایت ہے اور یہ حضرت ابن عربی قدس سرہ کی تحقیق ہے جو آپ نے بیان فرمادی۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کسی جگہ وحدت الوجود کی حمایت کی ہے تو وہ از روئے کشف و شہود نہیں لہذا خارج از بحث ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بڑے سرکردہ صوفی، عالم دین اور صاحب باطن شمار ہوتے ہیں انہوں نے تقریباً ۱۱۴۲ھ میں ایک رسالہ بعنوان ”فیصلہ وحدت الوجود والشہود“ لکھا جو مکتوب مدنی کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ صاحب نے حضرت ابن عربی اور حضرت امام ربانی کے نظریہ توحید میں تطبیق ثابت کی ہے۔ یعنی یہ بتایا ہے کہ حقیقتاً ان دونوں بزرگوں کے خیالات میں کوئی فرق نہیں اور ان کا نزاع فی الواقع نزاع لفظی ہے لیکن ان کے بیان سے متبادر ہوتا ہے کہ وہ یہ تقریر بر بنائے کشف و شہود نہیں کر رہے لہذا ان کا یہ نظریہ تطبیق خارج از بحث ہے کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام کے حامل نہیں جو یہ فیصلہ کر سکیں کہ وحدۃ الوجود حق ہے یا وحدۃ الشہود۔

مولانا فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت میں فلسفہ کے امام شمار



ہوتے تھے انہوں نے بھی وحدت الوجود کی تائید میں ایک رسالہ ”روض المجدد“ لکھا آپ ہمارے عظیم رہنما اور بزرگ ہیں مگر آپ کو وہ روحانی مرتبہ و مقام حاصل نہیں کہ آپ یہ فیصلہ کر سکیں۔ ابن عربی اور مجدد الف ثانی کی معرفت کے درمیان تبصرہ کر کے محاکمہ کریں اور ترجیح دیں کہ وہ حق پر ہے یا یہ حق پر ہے۔

علامہ عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وحدت الوجود کی حمایت میں ایک رسالہ ”وحدت الوجود“ لکھا۔ چونکہ ان کی یہ تقریر بھی کشف و شہود سے خالی اور خالص فلسفیانہ ہے لہذا یہ بھی خارج از بحث ہے یہ مقام نہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو حاصل ہوا اور نہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو یہ مقام نہ مولانا فضل حق خیر آبادی کو حاصل ہوا اور نہ علامہ عبدالعلی لکھنوی کو۔ حضرت مجدد پاک کے بعد آج تک دنیا میں بالعموم اور ہندو پاک میں بالخصوص کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو یہ فیصلہ کر سکے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں کون سی توحید افضل و اعلیٰ ہے، کون سی قابل تر دید ہے اور کون سی قابل قبول ہے۔ اس پر صرف وہ شخص گفتگو کر سکتا ہے جو ازراہ کشف و شہود گفتگو کرے۔ ہمارے جلیل القدر علماء نے اس موضوع پر جو بھی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں اپنی ترجیحات پیش کی ہیں کہ وحدت الوجود حق ہے اور وحدت الشہود ناحق ہے۔ وحدت الشہود حق ہے اور وحدت الوجود ناحق ہے۔ ان حضرات کی مسائل فقہیہ میں قابل قدر خدمات ہیں بہت کچھ کہہ سکتے ہیں لیکن انہوں نے وجود و شہود کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ سب استدلال کے مرتبے میں ہے کشف و شہود کے مرتبے میں نہیں ہے۔ لہذا دنیائے تصوف و طریقت میں ان کا قول حجت نہیں بن سکتا۔ حضرت ابن عربی پر نقد و جرح صرف وہ کر سکتا ہے جو خود اتنا بڑا صوفی ہو کہ ہر چیز کو کشف کی نظر سے دیکھ سکتا ہو..... جو ابطن بطون پر نظر رکھتا ہو..... جو توحید کی اعلیٰ منزلوں پر فائز ہو۔

المختصر میری نظر میں حضرت ابن عربی اور حضرت مجدد الف ثانی جیسی کوئی شخصیت



اب تک پیدا نہیں ہوئی جس میں ان علوم توحید پر ازراہ کشف و شہود، نقد و نظر کرنے کی صلاحیت ہو جس شخصیت کو یہ اعزاز و امتیاز حاصل ہوگا وہ صرف حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ اس عرصے میں جتنے لوگ ان مسائل میں عقلی گھوڑے دوڑائیں گے تو وہ تقلیدی طور پر ہی دوڑائیں گے کہ مجھے طریقت میں ابن عربی کی تقلید کرنی ہے یا مجدد الف ثانی کی تقلید کرنی ہے۔ یہ سب تقلیدی لوگ ہیں بشمول ان تمام بزرگوں کے جن کا ذکر قبل ازیں ہو چکا۔ اب اگر کوئی وحدۃ الوجود کی تائید کرے گا تو وہ ابن عربی کی تقلید میں کرے گا۔ اسی طرح نقشبندیوں میں اگر کوئی آدمی وحدت الشہود کی بات کرے گا تو مجدد الف ثانی کی تقلید میں کرے گا۔ نقشبندیوں میں بھی ایسا کوئی آدمی نہیں جو یہ فیصلہ اپنے کشف و شہود سے کر سکے۔

تو میں آخری بات بڑی تحقیق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود پر نقد و نظر اور ان کی صحت، عدم صحت کا فیصلہ کرنا ازراہ کشف و شہود صرف وہ کر سکتے ہیں جنہیں یہ مقام نصیب ہے۔ از روئے علم و استدلال ان مسائل پر گفتگو مناسب نہیں ہے اب میں جو چونکہ حضرت مجدد الف ثانی کی طریقت بیان کر رہا ہوں تو میں بیان کرنے کا مجاز ہوں، اس سے زیادہ اپنی طرف سے جرح قطع کرنے کا مجاز نہیں ہوں، اصل بات وہی ہے جو انہوں نے کہی۔ اس طرح جو حضرت ابن عربی کی بات کریں گے وہ ان کی بات نقل کر دیں گے اپنی طرف سے کچھ نہیں ملائیں گے۔

میرا خیال ہے اب بات سمجھ میں آگئی کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کسی ایک سلسلے کا نظریہ نہیں..... یہ صوفیاء کا حال ہے..... کبھی چشتی وحدۃ الشہودی ہو جاتے ہیں..... کبھی نقشبندی وحدۃ الوجودی ہو جاتے ہیں..... اور جو لکیر کے فقیر ہیں..... وہ کہتے ہیں چونکہ ہمارے ایک چشتی بزرگ نے وحدۃ الوجود کی بات کی ہے لہذا ہم سارے وحدۃ الوجودی ہو گئے ہیں۔ کوئی نقشبندی یہ کہے چونکہ ہمارے مجدد پاک نے



وحدة الشہود کی بات کی ہے لہذا میں وحدة الوجودی نہیں ہو سکتا۔ یہ باتیں غلط ہیں اصل بات یوں ہے کہ توحید کے رستے میں کسی پر، جو حال وارد ہوا ہے اس نے وہی بات کہہ دی ہے۔ جس پر توحید و جود منکشف ہوئی وہ وحدة الوجودی ہو گیا..... جس پر توحید شہودی منکشف ہوئی وہ وحدة الشہودی ہو گیا۔ یہ سلاسل طریقت کیلئے کوئی الگ میراث نہیں ہے جو تقسیم کی جائے کہ وحدة الشہود و نقشبندیوں کی میراث ہے اور وحدة الوجود چشتیوں کی میراث ہے۔ یہ بنیادی بات سمجھنے میں بڑے بڑے علماء غلطی میں مبتلا ہیں۔ دعا کریں اللہ ہم سب کی غلطیاں دور فرمائے۔

## فرمانِ غوثِ اعظم (قدمی ہذہ) اور حضرت مجدد الف ثانی

اسی طرح بعض علماء و صوفیاء یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کے قول گرامی قدمی ہذہ علی رقبہ کل ولی اللہ کو حضرت مجدد الف ثانی سکر یہ کلمہ قرار دیتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہی صورت حال پچھلے سال ۱۹۹۷ء کو میرے ساتھ بھی پیش آئی۔ حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد انور شاہ گیلانی بغدادی مدظلہ (زیب سجادہ سدرہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) نے جناح ہال لاہور میں غوثیہ کانفرنس کا انعقاد فرمایا۔ انہوں نے مجھے بھی مدعو کیا ہوا تھا۔ میں اس وقت پہنچا جب حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ یہ لفظ ارشاد فرما رہے تھے کہ اہلسنت میں ہمارے ایک بڑے بزرگ ہوئے ہیں انہوں نے کہا ہے کہ غوث اعظم کا یہ فرمانا ”قدمی ہذہ علی رقبہ کل ولی اللہ“ کہ میرا قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے۔ اس ہمارے بزرگ نے فرمایا ہے کہ یہ غوث اعظم نے سکر میں کہا تھا۔ مولانا غلام علی بیان فرما رہے تھے اور تھوڑی سی مسکراہٹ کے ساتھ فرمانے لگے میں اس بزرگ کا نام نہیں لینا چاہتا جس بزرگ نے یہ کہا ہے۔ لیکن میں یہ



کہتا ہوں کہ یہ بات کہتے وقت اس بزرگ کو بھی سکر ہو گیا تھا۔ اسٹیج پر صاحبزادہ انور شاہ، مولانا مفتی مختار احمد درانی، مولانا عبداللہ شیخ الحدیث قصور، مولانا عبدالکیم شرف قادری نقشبندی، مولانا عبدالتواب صدیقی، اس زمرے کے کوئی ۱۰، ۱۲ علماء اسٹیج پر تشریف فرما تھے۔ شیخ القرآن کی یہ بات سن کر سب نے میری طرف تجسس کی نگاہوں سے دیکھا، یہ بھی مقرر ہیں کہیں اب کوئی بحث نہ چھڑ جائے تو میں نے نگاہیں نیچی کر لیں اور دل میں دعا مانگی کہ اللہ کرے کہ ان کے بعد میری باری آ جائے۔

معلوم نہیں کہ پروگرام کیا تھا؟ وہ تقریر کر کے بیٹھے تو اسٹیج سیکرٹری نے از خود تقریر کے لئے میرا اعلان کر دیا تو میں نے حضور غوث پاک قدس سرہ کی بارگاہ میں چند الفاظ ہد یہ عقیدت پیش کرنے کے بعد کہا مجھے افسوس ہے اپنے بزرگ علماء پر کہ ہمارے علمائے کرام تحقیق نہیں کرتے اور بغیر تحقیق کے باتیں کر دیتے ہیں۔ کون کہتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے یہ کہا ہے کہ حضور غوث پاک نے سکر میں یہ کلمہ کہہ دیا، کون کہتا ہے؟ کیا پڑھا ہے آپ لوگوں نے؟ کہاں لکھا ہے؟ اصل بات تو آپ نے کی نہیں۔ شیخ القرآن مجھے بڑے غور سے دیکھ رہے ہیں آپ سخت مزاج اور جلالی آدمی ہیں اور اہل سنت کے بہت بڑے مناظر ہیں لیکن میں اس کو کیا سمجھوں کہ یہ حضرت مجدد الف ثانی کا تصرف تھا کہ میرے اندر یہ جرأت پیدا ہوئی (میں اپنے دل میں ان کا بڑا احترام رکھتا ہوں اب بھی، پہلے بھی مگر خدا جانے میرے اندر یہ جرأت کہاں سے آ گئی) میں نے کھڑے ہو کر تقریر میں یہ کہہ دیا کہ حضرت کتابیں پڑھا کریں..... مکتوبات شریف کا مطالعہ کریں..... دیگر کتب تصوف پڑھیں۔ صورتحال یہ ہے کہ حضور غوث اعظم زمانہ طالب علمی میں جب اپنے استاد حضرت حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس علم حاصل کرتے تھے (حضرت دباس حضور غوث پاک کے استاد بھی ہیں اور پیر بھی) انہوں نے طالب علموں کے درمیان حضور غوث پاک کی طرف اشارہ کر کے کہا میں



دیکھ رہا ہوں ایک وقت آئے گا یہ لڑکا دعویٰ کرے گا ” قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ “ اور اس کے اس قول سے مراد اس کے اپنے زمانے کے ولی ہوں گے، سارے ولی مراد نہیں ہوں گے۔ یہ غوث پاک کے استاد اور مرشد پیشین گوئی کر رہے ہیں۔ وہ فرما رہے ہیں کہ یہ لڑکائیوں کہے گا اور مراد بھی بیان کر دی کہ اس کے اس قول سے مراد اس زمانے کے ولی ہوں گے، سارے نہیں ہوں گے۔ میں نے کہا کہ ایک بات تو حضرت مجدد پاک نے مکتوب: ۲۹۳ میں یہ نقل کی ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی جو حضور غوث پاک کے مصاحبوں اور رازداروں میں سے ہیں انہوں نے فرمایا یہ کلمہ ” قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ “ یہ اثرات سکر کی وجہ سے صادر ہوا ہے۔

میں نے کہا حضور غوث پاک کے اس کلمے کو سکر یہ ان کے مصاحب و رازدار خاص نے کہا ہے اب غوث پاک کی ذات جانے یا شیخ شہاب الدین جانیں۔ مجدد الف ثانی نے جو کہا ہے وہ لفظ سب علماء سن لیں

حضرت شیخ درائس کلام محقق اند ..... مامور  
باشند باظہار این کلام (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۲۹۳) حضرت شیخ  
اس کلام میں حق بجانب ہیں اور اس کلام کے اظہار پر مامور ہیں۔

بس ہال میں نعرے لگ گئے ..... میں نے کہا مجدد الف ثانی کا ذہن تو غوث پاک کے بارے میں یہ ہے ..... اور آپ لوگوں کا ان کے بارے میں یہ ذہن ہے۔ مجھے آپ کی ذہنیت پر بڑا افسوس ہے ..... مجمع کارنگ ہی بدل گیا ..... علمائے کرام کے چہروں پر بشارت آگئی۔ مفتی مختار احمد درانی بعد میں مجھے کہنے لگے کہ آپ نے مجمع لوٹ لیا ہے۔ کانفرنس لوٹ لی ہے ..... علامہ عبدالنواب صدیقی، علامہ عبدالحکیم شرف صاحب نے مجھے مبارکباد دی کہ آپ نے بر موقعہ شیخ القرآن کے سامنے بات کی ہے۔



## علمائے اہل سنت کے لئے لمحہ فکر یہ

در اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مدرسوں میں ہمارے سنی علماء بھی تصوف و طریقت چھوڑ گئے ہیں نہ تصوف کا علم ہے..... نہ طریقت کا..... نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ وحدت الوجود کیا ہے اور وحدت الشہود کیا ہے۔ بس وہابیوں کی طرح یہ بھی کتابی کیڑے بن گئے ہیں اور اپنے بزرگوں کی میراث کھو بیٹھے ہیں۔ آپ میرا یہ پیغام بے شک آگے تک پہنچائیں کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اہل سنت کے علماء اپنے مدارس میں تصوف کا نصاب بھی رکھتے۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑا مار کے اپنے آپ کو ذلیل و رسوا کر لیا ہے۔ وہ روحانی علوم جن کی برکت سے لوگ اسلام میں داخل ہوتے تھے اور وہ نگاہوں کی توجہات جن کی وجہ سے لوگ باطل عقیدوں سے توبہ کرتے تھے آج وہ اہل سنت میں مفقود ہیں نتیجتاً سنی عوام آج اہلسنت کا مسلک چھوڑ کر باطل عقیدوں پر اس لئے جا رہے ہیں کہ

ع میر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

سنی بریلوی علماء کے پاس نہ روحانیت ہے..... نہ توجہ ہے..... نہ وہ نگاہ ہے

ع اٹھا میں مسجد و خانقاہ سے نمناک

جو اٹھتا ہے یہاں سے نمناک اٹھتا ہے اور کہتا ہے یہاں تو کچھ بھی نہیں، اس

لئے کہ آباء کی میراث ہم نے کھودی ہے۔ ماسوائے کہیں کہیں چند علماء یا چند گنتی کے پیر

ہیں جو اپنے بزرگوں کی روحانیت اور تصوف کے علم پر کچھ نہ کچھ نظر رکھتے ہیں اور وہ

چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی بہت کم ملتے ہیں۔



پس احتیاجِ اوتعالیٰ در موجودیتِ بوجود لازم

پس اس تعالیٰ کا موجودیت میں وجود کے ساتھ احتیاج لازم نہیں آتا

نیاید تا گویند

کہ لوگوں کو کہنا پڑے

۲ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یوں عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود موجود ہے۔ ممکنات و موجودات کی طرح موجودیت میں وجود کا محتاج نہیں تا کہ اشکالات و اعتراضات سے بچنے کے لئے عینیت و اتحاد کا قول نہ کرنا پڑے۔

## اقسام وجود

علمائے متکلمین نے وجود کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

واجب الوجود اور ممکن الوجود

اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے ممکن الوجود نہیں۔ اس کا وجود، وجودِ حقیقی ہے جو اس کا ذاتی وجود ہے اور وہ وجودِ حقیقی اس کی ذات سے جدا نہیں اور نہ ہی اس کی ذات پر زائد ہے۔

جبکہ صوفیائے وجودیہ ممکن اور واجب (امکان اور وجوب) کو متحد اور عین جانتے ہیں اور کائنات کو وجود کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سبحانہ کو وجود کائنات کے ساتھ موجود جانتے ہیں۔ جس سے احتیاج الی الغیر لازم آتا ہے یعنی ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سبحانہ مطلق وجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود حقیقی بھی ہے اور ممکن بھی۔ امکان بھی ہے اور وجوب بھی (امکان بھی وہی ہے اور وجوب بھی وہی ہے دونوں میں



کہ وجودِ اوتعالیٰ عینِ ذاتِ ست نہ زائد

کہ اس تعالیٰ کا وجود عینِ ذات ہے زائد نہیں ۳

اتحاد ہے)۔ یوں انہوں نے امکان اور وجوب کی عینیت اور اتحاد کا قول کیا ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک اللہ تعالیٰ وجود حقیقی کے ساتھ موجود ہے اور وہ وجود حقیقی اللہ کا ذاتی ہے (وجود حقیقی اللہ کی ذات ہے) اور وجود حقیقی اللہ تعالیٰ سے علیحدہ بھی نہیں اور نہ ہی زائد بر ذات ہے حق تعالیٰ وجود امکانی کے ساتھ موجود نہیں کہ کسی قسم کا احتیاج لازم آئے۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کو مقام صدیقیت کی سیر و معرفت کے دوران بذریعہ کشف والہام معلوم ہوا کہ وجود اللہ تعالیٰ کی ذات پر زائد ہے جس کے متعلق آپ رقمطراز ہیں:

وزائدیت وجود بر ذات جل و علا درین مقام ظاہر می شود چنانکہ مقرر علمائے اہل حق است یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر وجود کا زائد ہونا اسی مقام (مقام صدیقیت) میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ علمائے اہل حق کے نزدیک ثابت ہے۔ (دفتر اول مکتوب: ۱۸)

واضح رہے کہ صوفیائے مجددیہ اور صوفیائے وجودیہ دونوں وجود باری تعالیٰ کے قائل ہیں کیونکہ وجود باری تعالیٰ کا منکر دائرہ اسلام سے خارج و کافر ہے۔ صوفیائے مجددیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وجود کے ساتھ وجود کی وجہ سے موجود نہیں بلکہ وہ خود بخود موجود ہے (اللہ تعالیٰ وجود حقیقی ہے) جبکہ صوفیائے وجودیہ مطلق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مطلق وجود ہے حقیقی بھی ہے اور ممکن بھی، امکان میں بھی وہی ہے اور وجوب میں بھی وہی..... حقیقی اور ممکن، امکان اور وجوب دونوں میں اتحاد ہے۔



## صفات زائد بر ذات ہیں

۳ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز علم کلام کے ایک اہم اور دقیق مسئلہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات ذات میں سے نہیں بلکہ خارج میں ان کا وجود ہے۔  
گویہ، ذات کے ساتھ قائم ہیں لیکن ذات پر زائد ہیں اور ذات حق تعالیٰ ان سے وراء ہے۔

## زائد کا مفہوم

زائد کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات میں سے نہیں۔ بلکہ ذات کے علاوہ ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ سبحانہ کا وجود اس کی ذات کا عین نہیں بلکہ ذات پر زائد ہے۔

زائد کا مفہوم ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح کسی شخص نے بازو پر گھڑی باندھ رکھی ہو تو وہ گھڑی اس شخص کی ذات میں سے نہیں بلکہ ذات کے ساتھ ہے اور ذات پر زائد ہے۔ اگر گھڑی کو اس شخص کے بازو سے اتار لیا جائے تو اس کی ذات میں کوئی نقص اور کمی واقع نہیں ہوتی اور اگر اس گھڑی کو بازو پر ہٹے دیا جائے تو اس شخص کی ذات میں کوئی اضافہ بھی نہیں ہوتا۔

اس مسئلہ کی قدرے تفصیلات ہدیہ قارئین ہیں۔

علمائے حق اہل سنت و جوہد صفات کے قائل ہیں اور ان کے وجود کو ذات پر زائد سمجھتے ہیں۔ معتزلہ، شیعہ اور حکماء صفات کی نفی کے قائل ہیں اور صفات کو عین ذات کہتے ہیں۔ متاخرین صوفیاء میں سے بعض حضرات جو وحدت الوجود کے قائل ہیں صفات کی نفی کے مسئلہ میں معتزلہ اور حکماء کے ساتھ متفق ہیں۔



جمہور متکلمین اہلسنت کی تحقیق کے مطابق صفات لَاهُوَ وَلَا غَيْرُهُ ہیں یعنی صفات ذات کیلئے نہ عین ہیں نہ غیر ہیں۔ لہذا ذات و صفات کے درمیان عینیت اور غیریت کا اطلاق کرنا منع ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا بھی یہی مسلک ہے۔ علمائے متکلمین اہلسنت نے صفات کے متعلق لاهو کہہ کر عینیت کے قول کی نفی کر دی تاکہ انتفائے صفات لازم نہ آئے اور لاغیرہ کا قول کر کے غیریت کی نفی کر دی تاکہ تعدد الہہ کا مفہوم ذہن میں نہ آئے۔

سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا نہ عین ہیں نہ غیر ہیں تو پھر آخر ہیں کیا؟

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ صفات، ذات پرزائد ہیں تاہم اسی کے ساتھ قائم ہیں۔ (وللہ الحمد)

### لاہو ولا غیرہ کا مفہوم

علمائے متکلمین اہل سنت قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے صفات حق تعالیٰ کو جو لاہو ولا غیرہ قرار دیا ہے اس کا یہ معنی نہیں سمجھنا چاہئے کہ انہوں نے صفات کو ذات کا غیر ماننے سے انکار کیا ہے۔ انہوں نے مطلق طور پر غیر کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ان کی مراد، اصطلاحی غیر ہے یعنی ایسا غیر جو نہ ذات کا عین ہو اور نہ ذات سے قائم ہو۔ لہذا لاهو میں عینیت و اتحاد کی نفی کا معنی پایا جاتا ہے اور لاغیرہ میں ذات پرزائد نہ ہونے اور ذات کے ساتھ قائم نہ ہونے کی نفی کا مفہوم موجود ہے۔



## غیریت کی دو قسمیں ہیں

غیریت دو قسم پر ہے  
غیریت مطلقہ اور غیریت مصطلحہ

### غیریت مطلقہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے مغایرت ہو۔

### غیریت مصطلحہ

یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان حقیقی و ذاتی طور پر مغایرت موجود ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں اگرچہ مغایرت مفہومی و مصداقی موجود ہے لیکن مغایرت حقیقی ذاتی موجود نہیں ہے۔ کیونکہ صفات اسی ذات کے ساتھ ہی قائم ہیں لہذا ذات و صفات کے درمیان غیریت مطلقہ ہے نہ کہ غیریت مصطلحہ پس ثابت ہوا کہ متکلمین نے کلمہ لاہو کے ساتھ غیریت مطلقہ کا اثبات کیا ہے اور کلمہ لا غیرہ کے ساتھ غیریت مصطلحہ کی نفی فرمائی ہے۔ (البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب: ۳۸)

## حضرت امام ربانی کا تجزیہ

حضرت امام ربانی قدس سرہ عینیت کے قائلین کا کشفی تجزیہ کرتے ہوئے

رقطراز ہیں:

بعض مشائخ نے جو واجب تعالیٰ جل شانہ کی صفات کے (الگ) وجود سے انکار کر دیا ہے اور انہوں نے صفات کو خارج میں عین ذات کہہ دیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات تجلیات صفاتیہ کے مرتبہ میں ہیں۔ صفات ان کے لئے ذات جل شانہ کے



مشاہدے کے آئینے بن گئی ہیں اور آئینہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ خود دیکھنے والے کی نظر سے مخفی ہوتا ہے (اور وہی چیز نظر میں آتی ہے جو آئینے کے بالمقابل ہوتی ہے) لہذا صفات لامحالہ آئینہ بن جانے کے حکم کی وجہ سے ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئی ہیں اور چونکہ صفات انہیں نظر نہیں آتیں اس لئے وہ فیصلہ دے دیتے ہیں کہ وہ خارج میں عین ذات ہیں اور علم کے مرتبہ میں جو انہوں نے ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ صفات کی مغایرت (غیر ہونا) ثابت کی تو وہ محض اس بنا پر ہے تا کہ بالکل صفات کی نفی لازم نہ آجائے اور اگر یہ بعض حضرات اس مقام سے اور اوپر پہنچ جاتے اور ان کا شہود، صفات کے ان آئینوں سے باہر نکل جاتا تو وہ حقیقت حال کو جو کچھ کہ ہے جان لیتے اور سمجھ جاتے کہ علمائے اہل سنت کا یہ فیصلہ صحیح اور واقعہ کے مطابق اور فانوس نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقیۃ سے ماخوذ ہے کہ صفات الگ موجود ہیں اور وہ ذات پر زائد ہیں۔

(البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴)



تا احتیاج بغیر لازم نیاید و در اثبات عینیت وجود مرذات را تا کہ غیر کا احتیاج لازم نہ آئے اور خاص ذات جل سلطانہ کے لئے جل سلطانہ محتاج بادلہ متطاوولہ گردیم، و مخالفت کردہ عینیت وجود کے اثبات میں ہم طویل دلائل کے محتاج ہو جاتے ہیں۔

باشیم مرجمہور اہل سنت و جماعت را چہ این اور ہم مخالفت کرنے والے ہو جاتے ہیں خاص کر جمہور اہل سنت و جماعت کی کیونکہ بزرگواران بعینیت وجود قائل نیستند وجود رازائد سی دانند، یہ بزرگوار وجود کی عینیت کے قائل نہیں ہیں وجود کو زائد جانتے ہیں و پوشیدہ نیست کہ حکم بزیادتی وجود مستلزم احتیاج اور پوشیدہ نہیں ہے کہ وجود کی زیادتی کا حکم واجب تعالیٰ و تقدس کے غیر

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر وجود کو اللہ تعالیٰ سبحانہ کا عین کہا جائے تو طویل دلائل اور دور از کار تاویلات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اور اس پر اٹھنے والے اعتراضات و اشکالات کے جوابات کے لئے تکلفات بعیدہ سے کام لینا پڑتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ جمہور اہلسنت کے موقف کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔ اس لئے ہمیں یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے وجود کے ساتھ موجود نہیں، وجود زائد برذات ہے تا کہ کسی قسم کا احتیاج لازم ہی نہ آئے۔



واجب ست تعالیٰ و تقدس بغیر اگر بوجودِ زائد واجب را  
 کے احتیاج کو مستلزم ہے اگر ہم واجب تعالیٰ و تقدس کو وجودِ زائد  
 تعالیٰ و تقدس موجود گوئیم و اگر بذات خود موجود  
 کے ساتھ موجود کہیں اور اگر ہم بذات خود موجود کہیں اور اس وجود کو ہم  
 گوئیم و این وجود را عرض عام بگیریم ہم سخنِ جمہور  
 عرض عام (کی حیثیت سے) لیں (تو) جمہور متکلمین اہل حق کی بات بھی  
 متکلمین اہل حق درست می گردد وہم اعتراضِ احتیاج  
 درست ہو جاتی ہے اور احتیاج کا اعتراض بھی جو مخالفین کرتے  
 کہ مخالفان دارند بالکلیۃ دفع می شود و فرق واضح است  
 ہیں بالکل اٹھ جاتا ہے اور فرق واضح ہے۔

درمیان آنکہ واجب را تعالیٰ بذات خود موجود گفتن و اصلاً  
 درمیان اس کے کہ واجب تعالیٰ کو بذات خود موجود کہنے اور وجود کو بالکل دخل نہ دینے  
 وجود را دخل نادادن و درمیان آنکہ موجود بوجود گفتن ،  
 میں اور اس کے درمیان کہ وجود کے ساتھ موجود کہنے اور اس وجود کو عین ذات ثابت

۵ یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو  
 بذات خود موجود کہا جائے اور وجود کو زائد بذات مانا جائے یعنی اس وجود کو اللہ تعالیٰ کا جوہر  
 نہیں بلکہ عرض سمجھا جائے۔ (باہر سے عارض ہونے والی چیز) تو متکلمین اہلسنت کا قول  
 بھی درست ہو جاتا ہے اور غیر کے احتیاج پر مخالفین کا اعتراض بھی مکمل طور پر اٹھ جاتا ہے۔



وَأَنْ وَجُودَ رَاعِيْنَ ذَاتِ اثْبَاتٍ كَرْدَن هَذِهِ الْمَعْرِفَةُ مِمَّا خَصَّنِي اللَّهُ  
 كَرْنِ فِي سَلِيهِ وَهُوَ مَعْرِفَتٌ هِيَ كَهَلِّ سَبْحَانَهُ نِي مَجْهِي اس كِه سَاتْه مَخْصُوصٌ فَرْمَايَا هِيَ كِ  
 سَبْحَانَهُ بَهَا الْحَمْدُ لِلَّهِ سَبْحَانَهُ عَلِي ذَلِكِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلِي رَسُولِهِ  
 اس بَاتِ پَرِ اللَّهُ سَبْحَانَهُ كِي حَمْدِ (شَكَر) هِيَ اُورِ اس كِه رَسُولِ ﷺ پَرِ دَرُودِ وَسَلَامِ هُوَ -

۶ مَنهَا كِه آخِرِ فِي حَضْرَتِ اِمَامِ رَبَّانِي قَدَسِ سِرُّهُ الْعَزِيْزِ اِرْشَادِ فَرْمَا هِيَ هِيْنِ كِه اللَّهُ  
 تَعَالَى كُو بَذَاتِ خُودِ مَوْجُودِ كِهْنَا اُورِ وَجُودِ كُو هَرْ كَزِ اس فِي دُخْلِ نَهْ دِيْنَا ..... اُورِ اللَّهُ تَعَالَى كُو  
 (مَطْلُوقِ) وَجُودِ كِه سَاتْه مَوْجُودِ جَانِنَا اُورِ وَجُودِ كُو عِيْنِ ذَاتِ ثَابِتِ كَرْنَا اِنْ دُونِ اِقْوَالِ  
 كِه دَرْمِيَانِ فَرْقِ عِيَايَا هِيَ جُورِ بَابِ بَصِيْرَتِ پَرِ پُوشِيْدَه نِهِيْنِ -

۷ حَضْرَتِ اِمَامِ رَبَّانِي قَدَسِ سِرُّهُ الْعَزِيْزِ تَحْدِيْثِ نِعْمَتِ كِه طُورِ پَرِ اِظْهَارِ فَرْمَا هِيَ  
 هِيْنِ كِه تَوْحِيْدِ كَا يِه اِهْمِ اُورِ اِدْقِ مَسْئَلَهْ جِسْ فِي بَعْضِ صُوفِيَا، اِشَاعِرِه اُورِ فِلَاسَفِه نِي تْهُوَكِر  
 كِهَائِي - عِلْمَائِي مُتَكَلِّمِيْنِ اِهْلِ سُنْتِ (مَاتَرِيْدِيَه) نِي اِسِي كِتَابِ وَسُنْتِ كِي رُوشْنِي فِي ثَابِتِ  
 كَرْدِيَا اُورِ اللَّهُ تَعَالَى نِي اِسِي كَشْفِي طُورِ پَرِ اس فَقِيْرِ پَرِ عِيَايَا فَرْمَا دِيَا هِيَ - ذَالِكِ فَضْلِ  
 اللَّهُ يُوْتِيْهِ مِنْ يَشَاءِ

حَضْرَتِ اِمَامِ رَبَّانِي قَدَسِ سِرُّهُ الْعَزِيْزِ اس خُصُوصِي مَعْرِفَتِ كِه عَطَا هُونِي پَرِ اللَّهُ  
 تَعَالَى كَا شُكْرِ اِدَا كَرْتِي هُونِي اس كِي حَمْدِ وَثَنًا فِي رَطْبِ اللِّسَانِ هِيْنِ -

ع حَمْدُ بِي حَمْدِ مَرِ خَدَائِي پَاكِ رَا

نِيْزِ حَضْرَتِ اِكْرَمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي بَارِگَاهِ اِقْدَسِ فِي دَرُودِ وَسَلَامِ كِه هَدِيْے پِيْشِ  
 كَر رِهِي هِيْنِ كِه جِنِ كِه طَفِيْلِ اللَّهُ تَعَالَى نِي اُپِ كُو اس خُصُوصِي مَعْرِفَتِ سِي مِمْتَازِ فَرْمَايَا -  
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلِي ذَالِكِ



